

مسجد محمڈن کالج علی گڈھ

سلسلۂ کتبِ عالیہ حمیدیہ بہ سرپرستی اعلیحضرت حضور نظام علی مقام خلد اللہ ملکہ

یسئلونک عن ذی القرنین قل ساتلوا علیکم منہ ذکرا

مراین نامہ راز اتفاقِ صواب
شد آئینہ ہائے سکندر خطاب

مثنوی

آئینۂ سکندری

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تصحیح و تنقید جناب مولانا محمد سعید احمد صاحب فاروقی

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علیگڈھ میں طبع ہوئی

۱۳۳۶ھ
۱۹۱۷ء

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب اجازت

اعلیحضرت بندگان عالی متعالی ہز ہائنس آصف جاہ

مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خاں بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ

ملکہ و سلطانہ و ادام اقبالہ کے نام نامی و اسم

گرامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے۔

فہرستِ مضامین

متن

اصطلاحات متعلّق اختلافِ نُسخ

ق :- نسخۂ قلمی کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد دکن

م :- نسخۂ مطبوعۂ قیصریہ دہلی

س :- نسخۂ مملوکۂ آنریری سکرٹری صاحب مدرسۃ العلوم علی گڑھ

(آ) مصرعۂ اوّل (۲) مصرعۂ ثانی

نوٹ :- متن کے صفحہ ۳ سطر ۷ میں بجائے خاتم کے خاتمے صفحہ ۱۸ سطر ۸ میں بخت یاراں کی جگہ بختیاراں صفحہ ۳۱ سطر ۱۲ و مابعد بجائے نخل کے نخل صفحہ ۱۶۵ سطر ۵ و مابعد بجائے ہیزبد کے ہیربد اور صفحہ ۱۰۲ سطر ۱۲ میں بجائے جبہ کے جبہہ پڑہنا چاہیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقدّمہ

اَلحمدُ للہِ ربِّ العٰلمین وَ الصّلوٰۃُ وَ السّلامُ علیٰ رسُولہٖ محمّدٍ وّاٰلہٖ وَاَصحابہٖ اَجمعین

کلیات خسرو کی ترتیب کے سلسلہ میں عالی جناب نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب نے مثنوی آئینۂ سکندری (تصحیح اور تنقید کے لئے) اس ذرۂ بے مقدار کو عنایت فرمائی۔ بہ تعمیل ارشاد میں نے اس مثنوی کا تین نسخوں سے مقابلہ کیا۔ ایک نسخہ مطبوعہ دہلی سے جو خود غلط چھپا ہوا ہے۔ دوسرے ایک قلمی نسخہ سے جو کتب خانۂ آصفیہ حیدرآباد سے مستعار آیا تھا۔ تیسرا نسخہ نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب کے کتب خانہ کا تھا۔ جو نسخہ احقر کو صحت کے لئے دیا گیا تھا وہ مولانا احمد حسن صاحب شوکت کا صحیح کیا ہوا تھا۔ اس لئے اُس کی تصحیح میں کچھ زیادہ دقت نہیں اُٹھانی پڑی۔ مگر مولانا نے پہلے نسخوں سے مقابلہ کر کے ایک لفظ جو اُن کے نزدیک صحیح تھا قایم رکھا تھا دوسرے کو نظرانداز کر دیا تھا۔ مگر میں نے اُس کو حاشیہ پر نسخہ کر کے لکھدیا ہے۔

اب تنقید شروع کرتا ہوں۔ مگر قبل اس کے کہ اس مثنوی پر کچھ لکھا جائے اس امر پر غور کرنا ضروری معلوم ہوا کہ خمسہ یعنی پانچ کتابوں کے ایک سٹ[1] کے تصنیف کرنے کا خیال کس جگہ سے لیا گیا ہی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت مولانا نظامی گنجوی علیہ الرحمۃ (جو ایک علمی خاندان کے شخص اور خود بھی نہایت عالم فاضل ہیں) اُنھوں نے کتب مقدسہ توریت وانجیل ملاحظہ کی ہونگی جن میں سب سے اوّل حضرت موسیٰ کی پانچ کتابیں (پیدایش، خروج، احبار، گنتی، استثنا) ہیں۔ چونکہ مُسلمان تمام انبیا ورسل کو مانتے اور اُن کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں اور اُن کے طریقوں کو متبرک سمجھکر اختیار کرتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سنت ابراہیمی، سنت موسوی، سنت عیسوی

---

[1] مولوی ریاض حسن صاحب نے جن کو یہ تنقید معائنہ کے لئے بھیجی گئی تھی حسب ذیل ریمارک کیا ہی:۔
کسی تذکرہ یا خود حضرت نظامی کی کسی مثنوی سے اس کا پتہ نہیں چلتا کہ نظامی کو ابتدا ہی سے خمسہ لکھنے کا خیال تھا۔ برخلاف اس کے یہ ثابت ہوتا ہی کہ نظامی نے ہر ایک مثنوی کسی بادشاہ کی فرمایش سے لکھی۔ یہ محض اتفاقی امر ہی کہ ان مثنویوں کی تعداد پانچ تک پہنچ گئی۔ ان مثنویوں کے سٹ کو خمسہ کا لقب حضرت نظامی کے بعد دیا گیا۔ آتشکدۂ آذر میں لکھا ہے "فضلا وظرفا وشعرا این پنج کتاب را کہ امروز از خیالات شیخ درمیان ست جمع نمودہ مسمیٰ بہ خمسہ نمودند" دولت شاہ اور بعض ارباب تذکرہ کا خیال ہی کہ مثنوی حکایت ویس ورامین بھی شیخ کی تصنیف ہی اگر یہ صحیح ہی تو ان کی مثنویوں کی تعداد چھ ہوجاتی ہی۔

محمد ریاض حسن دانش وخیال

اس کی نسبت خاکسار کی گزارش ہی کہ ہر مثنوی کا کسی بادشاہ کی فرمایش پر تصنیف ہونا اس کے منافی نہیں کہ یہ خیال دل میں موجود ہو۔ ممکن ہی کہ یہ منصوبہ اُن کے ذہن میں ہو اور اُس کے معلوم ہونے پر ایک ایک مثنوی موجودہ وقت اکابر کے نام سے معنون کی گئی ہو اور اس امر کو فرمایش سے تعبیر کیا گیا ہو۔ بہرحال یہ ایک قیاس ہے نہ کہ واقعہ جس کی تائید اُن اشعار سے ہوتی ہی جو درج کئے گئے۔ اور دوسرا استدلال میرے نزدیک صحیح نہیں ہی۔ سید صاحب کو دولت شاہ اور دیگر غیر محتاط تذکرہ نویسوں کے غیر محقق اقوال سے دھوکا ہوا ہی۔ مثنوی ویس ورامین مولانا نظامی گنجوی کی نہیں بلکہ نظامی عروضی سمرقندی کی ہے۔ اس لئے مولانا گنجوی کی مثنویوں کی تعداد پانچ ہی رہتی ہی۔

سعید احمد فاروقی

کو بھی تقریباً اُسی نظر سے دیکھا جاتا ہی جیسا کہ سنت محمدی کو اور اُس کو اختیار کرنا اور اُس پر چلنا ایک مذہبی امر خیال کرتے ہیں اس لئے قرین قیاس ہی کہ خمسہ موسوی کو دیکھکر پانچ کتابیں (سکندر نامہ، مخزنِ اسرار، ہفت پیکر، شیریں خسرو، لیلیٰ مجنوں) تصنیف فرمائی ہوں۔ انکے مضامین میں بھی کچھ کچھ مناسبت باہمی ضرور ہی۔ اور جب سکندر نامہ کے خاتمہ کو دیکھتے اور اس میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہیں کہ

چو دریائے ثالث مثلث شوئے خاک | زثالث ثلاثہ جہاں گشتہ پاک
بہ تربیع و تثلیث گوہر فشاں | مُربع نشین و مثلث نشاں
فرنگ و فلسطین و رہبان و روم | پذیرائے فرمانِ مہرش چو موم

تو یہ امر یقین کے درجہ تک ترقی کر جاتا ہی کہ مولانا کو ادیانِ سابقہ اور خصوصاً مذہب عیسوی سے ضرور سابقہ رہا ہی جس کی اصطلاحیں اُنھوں نے نظم فرمائی ہیں اور تبرکاً وتیمناً خمسہ موسوی کے اتباع میں یہ پانچوں کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان پانچوں کتابوں نے شہرت عام اور بقائے دوام کا تمغہ حاصل کیا۔ قوم نے اُن کو نہایت عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ بادشاہوں، امیروں، عالموں نے ہر زمانہ میں حد سے زیادہ پسند کیا۔ اور فارسی شعرا کے خیال میں تو آسمان سخن میں آفتاب ہو کر چمکیں اور تمام شعرا ہمعصر اور مابعد نے فارسی سخن طرازی کا منتہا، کمال سمجھکر اُن پر کتابیں لکھنی شروع کیں جس طرح شعرا عرب میں جس کو دعوئے سخن ہوتا تھا وہ اپنے قصائد درِ کعبہ پر آویزاں کرتا تھا، اسی طرح شعرا مابعد فارسی میں سے جس جس کو اپنی سخن طرازی کا دعویٰ ہوتا

تھا وہ خمسہ نظامی کے مقابلہ پر کتابیں لکھتا تھا بعض نے پورے خمسے لکھے اور بعضے ایک ایک دو دو کتابیں لکھکر رہ گئے۔ منجملہ اُن کے حضرت امیر خسرو اور مولانا عبد الرحمن جامی رحمہما کے خمسے مشہور ہیں۔ امیر خسرو کی کتابیں اس وجہ سے کہ وہ اہل زبان نہیں ہیں بلکہ ہندی نژاد ہیں اور پھر بھی اہل زبان کے بہترین شعرا کی صف میں نظر آتے ہیں نہایت قابل قدر ہیں۔ خصوصاً جبکہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ السنۂ جدیدہ کے باوجود ہزاروں اسکولوں، سیکڑوں کالجوں، متعدد یونیورسٹیوں اور لاکھوں پڑھنے والوں کے ایسے لوگ کس قدر پیدا ہوئے جو اہل زبان کے نزدیک وہی رتبہ رکھتے ہوں جو امیر خسرو کا ایران میں مانا جاتا ہی تو امیر خسرو کا رتبہ ہماری نظروں میں اور بھی بلند ہو جاتا ہی۔ اہل ہند نے طوطی ہند کا خطاب اُن کی شیریں کلامی پر اُن کو دیا اور وہ اُن کو طوطی ہند کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ چنانچہ عرفی لکھتے ہیں ؎

بروحِ خسرو ازیں پارسی شکر دادم
کہ کامِ طوطیِ ہندوستاں شود شیریں

اسی طرح شعرا اہل زبان نے بھی اس کو قبول کیا ہی اور سب ان کو اعلیٰ درجہ کا شاعر مانتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہی کہ سلطان شہید نے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ سے ہندوستان کے تشریف لانے کی خواہش کی تو سعدی نے تحریر فرمایا کہ خسرو غنیمت ہے اس کی تربیت کی جائے۔

امیر کے خمسہ کی نسبت تقریباً اس پر اتفاق ہی سا ہی کہ جتنے خمسہ نظامی کے جواب

میں لکھے گئے سب سے بہتر ہی۔ مگر دولت شاہ سمرقندی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ امیر بایسنغر امیر خسرو کے خمسہ کو نظامی کے خمسہ پر ترجیح دیتے تھے مگر خاقان مغفور الغ بیگ نظامی کے معتقد تھے اور وہ اس ترجیح کو قبول نہیں کرتے تھے۔ بارہا ان دونوں بادشاہوں میں اس بارہ میں مذاکرہ ہوا۔ اُس زمانہ کے اہلِ علم و فضل ترجیح کو پسند کرتے تھے۔ چنانچہ اُس کی عبارت بجنسہٖ درج کی جاتی ہی "امیر زادہ بایسنغر خمسۂ امیر خسرو را بر خمسۂ نظامی تفضیل دادے و خاقان مغفور الغ بیگ انار اللہ برہانہٗ قبول نہ کردے و معتقد نظامی بودے و درمیان این بادشاہ بکرات آں تعصب رو دادہ و خاطر جو ہرایانِ بازارِ فضلِ ایں روزگار کہ عمر شاں بخلود ابد پیوستہ باد دراہ ترجیح می نمودندے"۔ گویا ان بزرگوں کے نزدیک امیر خسرو علیہ الرحمۃ کا خمسہ نظامی کے خمسہ سے فایق تھا جو ہر ہندی نژاد کے لئے باعث افتخار ہی۔

مولانا شبلی مرحوم شعر العجم میں خمسہ نظامی کی ترجیح کے قایل ہیں۔ بہر حال اس میں شبہ نہیں ہی کہ خمسہ نظامی پر جتنی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں اُن میں سب سے بہتر خسرو کی پنج گنج ہی۔ یہ فخر ہندوستان کے لئے کچھ کم نہیں ہی کہ اُس کا ایک سپوت فرزند ایک غیر زبان کی شاعری میں اُس زبان کے بہترین شعرا کے ہم پلہ خیال کیا جاتا اور اُن معدودے چند اساتذہ میں شمار ہوتا ہی جن کی تعداد ہر زمانہ میں اور ہر ملک میں بہت ہی کم ہوتی ہی۔

اس خمسہ کی ایک کتاب آئینہ سکندری بھی ہی جو ترتیب تصنیف کے اعتبار سے چوتھی کتاب ہی جیسا کہ خود اسی کتاب کے سبب تالیف میں اُنھوں نے لکھا ہی ؎

چو در باز کردم نخست از قلم | زمطلع بر انوار دادم علم
وزاں انگبیں شربت انگیختم | بہ شیریں وخسرو فرو ریختم
وزاں جا فرس پشتر تاختم | بہ مجنوں ولیلیٰ سر افراختم
کنوں بر سریرِ سخن پروری | کنم جلوۂ ملکِ اسکندری

اس کتاب میں خسرو کے قول کے موافق جیسا کہ وہ اخیر کتاب میں لکھتے ہیں چار ہزار چار سو پچاس شعر ہیں ؎

گر آری ہمہ بیتش اندر عدد
چہار الف و پنجہ شد و چار صد

مگر موجودہ کتاب میں ۴۱۱۴ شعر ہیں جس میں ۳۳۹ کی کمی ہے۔ ضرور ہی کہ کاتبوں کی غفلت سے اس قدر شعر متروک ومعدوم ہو گئے۔

کلام شستہ اور صاف ہی۔ استعارات اور تشبیہات کا بھی کہیں کہیں استعمال کیا گیا ہی اور جہاں کیا گیا ہے خوبی کے ساتھ کیا گیا ہی۔ متعدد جگہ اشعار کا مقابلہ کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ مقابلہ پر لکھے گئے ہیں۔ معراج کا آغاز، بادشاہ کی تعریف، کیفوی چینی کا فخریہ وغیرہ سامنے رکھنے سے یہ خیال درجۂ یقین کو پہنچ جاتا ہی۔ اس میں لزوم مالایلزم کے طور پر ایک التزام یہ بھی رکھا گیا ہی کہ جن قصوں کو مولانا نظامی نے نظم کیا ہی وہ ترک کر دیئے گئے ہیں جس سے میدان نہایت تنگ ہو گیا ہی۔ سکندر کے پُر اثر کارنامے جو دنیا میں بے نظیر مانے جاتے ہیں مثلاً زنگیوں کی لڑائی، دارا کی جنگ، چین، ہندوستان

روس وغیرہ کے واقعات وہ سب مولانا نظامی پہلے ہی ختم کر چکے ہیں۔ حضرت امیر کی غیور طبیعت نے اُس کو دوبارہ لکھنا پسند نہیں کیا اور صرف وہی واقعات لکھے ہیں جو حضرت نظامی نے ناقابل التفات سمجھکر چھوڑ دیئے یا جو حضرت امیر نے اپنے زور قلم سے پیدا کرلئے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں ؎

زدانا ہر آں دُر کہ ناسُفتہ ماند　　فشانم بہ نوعے کہ دانم فشاند
ہنر پرور گنجہ گویائے پیش　　کہ گنجِ ہنر داشت زاندازہ بیش
نظر چوں بریں جامِ صہبا گزاشت　　ستد صافی و دُرد بر ما گزاشت
من ارچہ ازاں مے گراں تر شوم　　کجا با حریفاں برابر شوم
خیالے کہ در شرحِ ایں داستاں　　رقم داشت از سکۂ راستاں
چہ گویا خردمندِ آفاق بود　　نخواند آں ورق کز خرد طاق بود
چو ایں مہرہ در عقدِ بازو نہاد　　بسنجید وپس در تراز و نہاد
زرازے بر افگند سرپوش را　　کہ ناگفتہ باور شود گوش را
سخن کز خرد بر نیارد علم　　بکش در قلم بلکہ درکش قلم
چو خواہی کہ گم گردد انگشت پیچ　　باندیشہ گو و میندیش ہیچ
طرازِ ہنر قصۂ خام را　　نبشتن بمشک ست دشنام را
سیاہاں کہ گلگونہ بر رو کنند　　بخندیدنِ مردماں خو کنند
چو کردم بسنجیدن اندیشہ چست　　چہ ناباور افسانہ وچہ درست

چو گوہر ہمہ سُفتہ گوہر پذیر	من از مہرہ سفتن ندانم گزیر
ترا ہر چہ در وے نماید محال	گنہ بر کسے نہ کہ بست ایں خیال

مندرجۂ بالا اشعار سے صاف اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ خود مصنّف کو تسلیم ہے کہ جو صاف اور بہترین واقعات تھے وہ نظامی نے چُن لئے اور تلچھٹ اور نیچے کی گاد رہ گئی اُس سے ان کا کیونکر مقابلہ ہو سکتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کا یہ بھی خیال ہے کہ ایسے واقعات لکھنے سے نہ لکھنا بہتر ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ موتی نظامی نے چُن لئے تو سوا خرمہرہ کے ترتیب دینے کے کوئی علاج نہیں۔ اگر جو کچھ میں نے لکھا ہے محال ناممکن معلوم ہو اور ناپسند ہو تو اُس کا وبال اُس شخص پر ہے جس نے یہ خیال کیا کہ سکندرنامہ کا جواب لکھا جائے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب طوعاً و کرہاً بطور تعمیل حکم کے مجبوراً لکھنی پڑی۔ آغاز داستان میں لکھتے ہیں ؎

دگر ہر چہ ناگفتہ ماند از نخست	کنوں یک بیک گفت خواہم درست
وگرنہ لطافت ندارد بسے	کہ مر گفتہ را باز گوید کسے

یاجوج ماجوج کی جنگ کے بیان میں شروع ہی میں پھر اس مضمون کو اس طرح فرماتے ہیں ؎

سخن گوے پیشینہ جادوے پیش	کہ جادوگری کرد ز اندازہ بیش
بشر حیلہ بست ایں ورق را طراز	ازیں بیش بیروں نیفگند راز
چو زیں نکتہ راہ معانی کشاد	نم از چشمۂ زندگانی کشاد
چو نگذاشت او مے بشیشہ دروں	من از شیشہ شویم چہ آید بروں

چو تاراج شد زلّہ بر خوانِ میر　　من از ریزہ چینی ندارم گزیر
جو دہقاں کند خرمن از دانہ پاک　　بود عاقبت قوتِ موراں بخاک
گل از بوستاں بادہ نوشاں برند　　خس و خاک ہیزم فروشاں برند

خاتمۂ کتاب میں پھر بطورِ معذرت کے کچھ اشعار لکھے ہیں جن میں سے چند ذیل میں لکھے جاتے ہیں ؎

وگر باز گیری تو پیوندِ خویش　　مرا خود عزیز ست فرزندِ خویش
پسر گرچہ کور ست ازیں خانہ دور　　بچشمِ پدر شب چراغ ست و نور
ہنر گرچہ آوازِ خرخندہ را　　بود ارغنوں گوشِ خربندہ را
برو باد بخشایشِ دادگر　　کہ بر من بہ بخشش گمارد نظر
ہنر جوئے، در عیب جوئی مکوش　　ترا نیز عیب ست بر خود بپوش

ان پوری داستانوں کو پڑھنے کے بعد امیر کی انصاف پسندی اور عجز و انکسار کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ سوائے ایک سخن گسترانہ تعلّی کے کہ "زلزلہ در گورِ نظامی فگند"، کبھی نظامی کی برابری کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہر جگہ عزت اور ادب سے ذکر کرتے ہیں بلکہ اُن کی اُستادی کا اقرار کرتے

زندہ است بہ معنی اوستادم

اور کسرِ نفسی سے لکھتے ہیں ع

کجا با حریفاں برابر شوم

کیا عجب کہ وہ تعلّی کا شعر بھی الحاقی ہو۔ لیکن خاکسار کے نزدیک اس مثنوی میں سوائے

رزمیہ داستان کے جن میں امیر کے پاس کچھ مواد (میٹریل) باقی نہیں رہتا دوسرے اصناف میں کوئی خامی نظر نہیں آتی اس کی مثال ایسی سمجھئے کہ کسی مستری کو گو وہ کیسا ہی ہنرمند اُستاد ہو سامان نہ دیا جاوے اور تاج گنج جیسی بے نظیر عمارت تعمیر کرنے کی فرمایش کی جائے اس لئے ہم کو اس تمام کتاب میں اُس کی ہر داستان پر نظر ڈالنا ہی تاکہ یہ تحقیق ہو جائے کہ دولت شاہ سمرقندی اور دیگر اساتذۂ سخن فہم نے جو رائے خسرو علیہ الرحمۃ کے کلام کی نسبت قایم کی ہی وہ کہاں تک ٹھیک اُترتی ہی۔ اس کتاب کے مضامین مندرجۂ ذیل عنوانوں میں تقسیم ہو سکتے ہیں :-

حمد، نعت، معراج، مدح بادشاہ، رزم، بزم، مناظر قدرت، اخلاق ونصایح تصوف وفلسفہ اور متفرقات۔

پس اس تنقید میں ان ہی عنوان کے ذیل میں حضرت امیر خسرو اور مولانا نظامی کے اشعار پیش کئے جاتے ہیں جس سے ناظرین خود ہر ایک کے مرتبہ اور درجہ کا اندازہ کرسکیں گے

حمد باری عز اسمہٗ

حمد ونعت ایک ایسا عام مضمون ہی جس سے کسی مسلمان مصنف کی کتاب شاذ ونادر خالی ہوتی ہی۔ نثر میں ابتدا انھیں سے ہوتی ہی اور نظم میں بھی اکثر شعرا نے کچھ نہ کچھ حمد ونعت ضرور ہی لکھی ہی۔ اس عام توارد کی وجہ صرف اسلام ہی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جابجا ذکر الٰہی کی تاکید فرمائی ہی۔ حدیث شریف میں صاف طور پر مذکور ہے کہ کوئی

مہتم بالشان چیز جس کا خدا تعالیٰ کے نام سے آغاز نہ ہو وہ ابتر ہوتی ہی اس لئے تمام مصنفین اسلام نے اس حدیث شریف کے اتباع سے برکت حاصل کرنے کے لئے اپنی تصانیف کو اسی سے شروع کیا ہی۔ گویا حمد و نعت ایک قومی شعار ہو گیا جسے ہر مصنف نے تبرکاً و تیمناً اختیار کیا۔ اور علوم متعارفہ کی طرح یہ امر عام ہو گیا کہ اسلامی کوئی تصنیف اس سے خالی نہ ہو۔ بزرگان سلف تو خطوط بھی اسی سے شروع کرتے تھے مگر زمانہ نے اس قومی اور اسلامی خصوصیت کو بہت کم کر دیا ہی۔ ان دونون بزرگوں نے بھی اپنی اپنی کتابوں کو خدا تعالیٰ کی تعریف سے شروع کیا ہی۔ دونوں کے نیز فردوسی کے کچھ کچھ اشعار ذیل میں لکھے جاتے ہیں

فردوسی	خسرو	نظامی
نیابد بدو نیز اندیشہ راہ	نہ چون من بمقدار بیش و کمی	اساسے کہ در آسمان و زمی ست
کہ او برتر از نام و از جایگاہ	کہ گنجی در اندیشۂ آدمی	نہ اندازۂ فکرت آدمی ست
سخن ہر چہ زین گوہران بگذرد	ز تو بے خبر عقل و دانش تباہ	شود فکرت اندازہ را رہنموں
نیابد بدو راہ جان و خرد	تصور بکام تو گم کردہ راہ	سر از حدِ اندازہ ناید بروں
ازیں پردہ برتر سخن گاہ نیست	کمالت سخن را ورق سوختہ	چو پایاں نہ دارد حدِ کائنات
بہستیش اندیشہ را راہ نیست	کم و بیش را دیدہ بر دوختہ	نماند در اندیشہ دیگر جہات
	فلک را تو بستی گرہ در جہات	نیندیشد اندیشہ بیروں ازیں
	تو راندی قلم بر خطِ کائنات	کہ ہستی نہ بلکہ بیروں ازیں
	ز صنع تو کارے بہر کارگاہ	
	غلط را نہ در کارگاہِ تو راہ	

خدا تعالیٰ کے جہان کو بدون کسی کی امداد کے پیدا کرنے کو دونوں حضرات نے اس طرح ظاہر کیا ہے:

خسرو	نظامی
بصد زیور آراستی روزگار	جہاں را بدیں خوبی آراستی
کہ محتاج آلت نہ گشتی بکار	بروں زانکہ یاری گرے خواستی
کنی جملہ ہستی بہ آئین وساز	ہر چہ آفریدی وبستی طراز
نیاید بہ نیروئے غیرت نیاز	نیازت نہ اے از ہمہ بے نیاز

عالم کے بہترین صورت میں پیدا کرنے کے متعلق دونوں حضرات نے حسب ذیل لکھا ہے،

خسرو	نظامی
ہر آں چہ آفریدی دریں جوی ژرف	چناں برکشیدی وبستی نگار
نہفتی درو کیمیائے شگرف	کہ بہ زاں نیارد خرد در شمار
زملکِ تو یک ذرہ بیکار نیست	چناں بستی ایں طاقِ نیلوفری
خرد را دریں بارگہ بار نیست	کہ اندیشہ را نیست زو برتری

خدا قادر مطلق، منعم حقیقی اور حی لایموت ہے:

خسرو	نظامی
سرے کز تو اُفتد کہ آرد ستاد	سرے کز تو گردد بلندی گرائے
درے کش تو بندی کہ داند کشاد	بہ افگندنِ کس نیفتد زپائے

نظامی	خسرو
کسے را کہ قہرِ تو از سر فگند	تنِ روشن و جانِ پنہاں ز تو
بپا مردیِ کس نگردد بلند	ہمہ کس ز جاں زندہ و جاں ز تو
نبود آفرینش تو بودی خدائے	ہمہ زود میرد تو جاوید پائے
نماند ہمہ ہم تو مانی بجائے	کہ ہرگز نمرد و نمیرد خدائے

نعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

مُسلمانوں میں عام عقیدہ ہے کہ تمام عالم جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب سے پیدا ہوا ہے۔ اس مضمون کو دونوں حضرات نے بیان کیا ہے۔ ہر ایک بجائے خود قابلِ تحسین ہے:

نظامی	خسرو
محمدؐ کازل تا ابد ہر چہ ہست	محمدؐ شہِ لاجوردی سریر
بہ آرایشِ نامِ او نقش بست	کز و گشت ہستی عمارت پذیر
چراغے کہ پروازِ بینش بدوست	سپہرے کہ بینی چو رخشندہ باغ
فروغِ ہمہ آفرینش بدوست	ز نورِ رُوے افروخت چندیں چراغ

معجزۂ شق القمر کی طرف بھی دونوں بزرگوں نے اشارہ فرمایا ہے:۔

نظامی	خسرو
ستوں شد خردمند از پشتِ او	حمایت نشیں چرخ در مشتِ او
مہ انگشت کش گشت زانگشتِ او	مہ از داغداران انگشتِ او

خسرو

دِرِ چرخ را ماہ قفلِ زر ست
کلیدِ وے انگشتِ پیغمبر ست

معجزۂ شق القمر کی طرف حضرت امیر کا اشارہ نہایت لطیف ہی۔

معراج

معراج کا بیان بھی دونوں حضرات نے لکھا ہی۔ مولانا نظامی علیہ الرحمۃ کے سامنے جُملہ روایات کا میدان وسیع موجود تھا جن میں سے اُنھوں نے دلچسپ اور مناسب روایات لیکر دادِ سخن دی۔ لیکن خسروؔ کے اس التزام نے کہ جو امور نظامی لکھ چکے ہیں نہ لکھے جائیں میدان کو نہایت تنگ کر دیا اس لئے وہ اس امر سے کہ ایک نمونہ اُن کے سامنے موجود تھا کچھ زیادہ فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ تاہم بُراق اور سوار کی تعریف اور حضوری خاص کا موقع دونوں میں مشترک ہی جس سے دونوں کے کلام کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہی۔

۱۔ اس بیان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ مقابلہ پر لکھا گیا ہے۔ نظامی علیہ الرحمۃ کا پہلا شعر ہی:

شبے کاسماں مجلس افروز کرد
شب از روشنی دعویِ روز کرد

اس میں یہ دقت پیش آئی کہ مجلس افروز کردن اگر مصدر مرکب لیا جائے تو مفعول باقی نہیں رہتا اور اگر افروز کرد کو علٰحدہ کیا جاوے تو ذریعہ جس سے روشن کیا جائے نہیں

بیان کیا۔ شارحین کو بھی اس میں تاویلات کرنی پڑیں اس لئے خسرو نے اسی شعر کو صاف کر کے اپنا بیان اُس سے شروع کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

فلک ماہ را چوں شب افروز کرد
شبِ تیرہ پیرایۂ روز کرد

شعر صاف ہو گیا، گنجلک جاتی رہی۔

صفتِ بُراق

نظامی	خسرو
بُراقے شتابندہ زیرش چو برق	بُراقے ز فکرت سبک گام تر
سُمش چو خورشید در نور غرق	ز خورشید و مہ روشن اندام تر
سہیلے بر اوجِ عرب تافتہ	سوئے دولتِ بے حسابش کشید
ادیمِ یمن رنگ از و یافتہ	رکابی شد و در رکابش کشید
بریشم تنے بلکہ لو لو سمے	
روندہ چو لولو برابریشمے	
ازاں خوش عناں ترکہ آید گماں	
ازاں تیز رو ترکہ تیر از کماں	
شتابندہ تر و ہمِ علوی خرام	
از و باز پس ماندہ ہفتاد گام	

نظامی

بعالم کشائی فرشتہ وشے
معالم کشائے کہ عالم کشے

نظامی نے براق کو مرکّبِ مجسم فرض کرکے اُس کی مناسبات نہایت خوبی سے چسپاں کی ہیں۔مگر کلام سے براق کا مجردات میں سے ہونا عیاں ہے۔

صفت سوار

نظامی	خسرو
پیمبر بران ختلی رہ نورد	سوارِ سبکرو بعزمِ درست
برآورد ازیں آبِ گردندہ گرد	شتابندگی راکمر کرد چست
ہم او راہ داں۔ہم فرس راہوار	بران رخشِ رخشندہ برشد چناں
زہی شاہ مرکب۔ زہے شہسوار	کہ در لامکاں برکشیدش عناں
چو زیں جایگہ عزمِ دروازہ کرد	
بدستش فلک خرقہ را تازہ کرد	

ستاروں،سیّاروں اور آسمانوں سے گزر کر جو حالت پیش آتی ہے اُس کو دونوں نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

نظامی	خسرو
زدیوان گہِ عرشیاں درگزشت	سوئے عالمے شد کہ عالم نماند
بدرج آمد و درج را درنوشت	دوم درمیاں سایۂ ہم نماند

نظامی	خسرو
جہت را ولایت بہ پایاں رسید	ہمائے شد واوجِ عزت پرید
قطیعت بہ پرگارِ دوراں رسید	ہمائے کہ کس سایۂ او ندید
زمیں زادہ بر آسماں تاختہ	چناں کرد بر شاخِ قرب آشیاں
زمین و زماں را پس انداختہ	کہ خود وہم نگنجید اندر میاں
مجرد روی را بجائے رساند	چو از ہستیِ خویش نامید گشت
کہ از بودِ او ہیچ با وے نماند	دراں نیستی ہستِ جاوید گشت
چو شد در رہِ نیستی چرخ زن	بزد بر غرض ناوکِ سخت کوش
بروں آمد از ہستیِ خویشتن	زہ از قاب قوسین آمد بہ گوش
دراں دائرہ گردشِ راہِ او	حجابِ خیال از میاں بر گرفت
نمود از سرِ او قدم گاہِ او	نظارہ بنورِ نہاں بر گرفت
رہے رفت بے زیر و بالا دلیر	بروں آمد از پردۂ بودِ خویش
کہ در دائرہ نیست بالا و زیر	نگہ کرد بے پردہ مقصودِ خویش
حجابِ سیاست بر انداختند	بمنزل خراماں شد از بارگاہ
ز بیگانگاں حجرہ پرداختند	بپایش درم ریز خورشید و ماہ
کلامے کہ بے آلہ آمد شنید	فروزاں چو شمعے ز نورِ حضور
لقائے کہ آں دیدنی بود دید	ملائک چو پروانہ بر گردِ نور

نظامی	خسرو
چناں دید کز حضرتِ ذوالجلال	عروسانِ فردوس در انتظار
نہ زاں سوجہت بُد نہ زیں سو خیال	کہ روبند از پائے نازک غبار

یہ فیصلہ کرنا مجھ جیسے ہیچمدان کا کام نہیں کہ دونوں میں کس کا کلام فایق ہے البتہ یہ عرض کیا جاتا ہی کہ خسرو کے کلام میں فنافی الذات کی جھلک زیادہ پائی جاتی ہی۔

ثبوت معراج

معراج کے متعلق شبہات رفع کرنے کے لیے مولانا نظامی نے صرف ایک شعر لکھا ہی کہ

تنِ او کہ صافی تر از جانِ ماست
اگر شد بیک لحظہ آمد رواست

یعنی حضور کا تنِ مبارک ہماری روح سے بھی زیادہ صاف تھا اگر ایک دم میں گیا اور واپس آیا تو کوئی بیجا نہیں مگر خسرو نے ذیل کی ایک پوری حکایت لکھی ہی۔

شنیدم کہ رندے کژ اندیشۂ	ہمیں زد بہ پائے خرد تیشۂ
ازانجا کہ در دل کژی پیشہ داشت	بمعراجِ پیغمبر اندیشہ داشت
کزاں رہ کہ فکرت سر انداز گشت	دمے چوں تواں رفتن و باز گشت
دریں وہمِ ناپختگاں صبح و شام	جگر پختہ کردے بسودائے خام
مگر چاشت گاہی ز پہنائے دشت	تماشا کناں سوئے آبے گزشت
بہ تن شوئے جامہ ز تن دور کرد	شبِ تیرہ در چشمۂ نور کرد

چو در آب از دغوطہ آمد بروں | زنے دید خود را بہ شہرے دروں
یکے آمد و کار پرداختش | بکدبانوی جفتِ خود ساختش
براں گونہ در عقدِ فرخ جمال | شدش ہفت فرزند در ہفت سال
یکے روز ہم بر قرارِ نخست | ہے بر لبِ جوئے اندام شست
چو باز از تہِ آب سر برگرفت | تماشا بہر جانبے برگرفت
چہ بیند ہماں اوّلیں غسل گاہ | کہ آں راہ گم کردہ گم کرد راہ
سلاح و سلب ہمچناں در کنار | زماں را ہماں جاتنگہ برقرار
خجل گشت از اندیشۂ خامِ خویش | ز سر ساخت برگِ سر انجامِ خویش
بشرع اندر آویخت زیں پائے لغز | بروں کرد ماخولیا راز مغز

مولانا نظامی کے الفاظ "تنِ او کہ صافی تر از جانِ ماست" اور خسرو کی اس حکایت سے یہ بھی مستفاد ہوتا ہے کہ دونوں حضرات معراج جسدی کے قایل ہیں۔

مدح پادشاہ

دونوں بزرگوں نے اپنے اپنے زمانہ کے سلاطین کی تعریف لکھی ہے۔ تمہید گریز اور صفات کچھ کچھ نقل کی جاتی ہیں تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ نظامی کی مدح کو سامنے رکھکر چربہ اُتارنے کی کوشش کی گئی ہے اور جہاں تک ممکن ہوا ہے اُس کو نباہا ہے سخن شناس ناظرین خود اس کا اندازہ لگاویں کہ کہاں تک اس میں ان کو کامیابی ہوئی اور کس کس موقعہ

نظامی	خسرو
علم برکش اے آفتاب بلند	خراماں شو اے خامۂ گنج ریز
خراماں شو اے ابر مشکیں پرند	بدر سفتن الماس را دار تیز
بنال اے دل رعد چوں کوس شاہ	بہر حرفے آرایشے ساز کن
بخند اے لب برق چوں صبح گاہ	بہر نکتہ گوش فلک باز کن
بیار اے ہوا قطرۂ ناب را	سخن را چناں پایہ برکش بماہ
بگیر اے صدف دُر کن آں آب را	کہ بوسد بجرات کف پائے شاہ
برآ اے دُر از قعر دریائے خویش	
بتاج سر شاہ کن جائے خویش	

کس پرزور اور بلاغت آمیز طریقہ پر نظامی علیہ الرحمۃ نے اپنے بادشاہ کی تعریف شروع کی ہے آفتاب کو حکم دیتے ہیں کہ بلند ہو تا کہ ابر پیدا ہو اور ابر سیاہ کو (جو برسنے والا ہوتا ہے) حکم دیتے ہیں کہ حرکت کر کہ اُس کے تصادم سے رعد پیدا ہو۔ اب ہوا چلتی ہے بارش ہوتی ہے مینہ کے قطرے صدف میں جا کر موتی بنتے اور موتی تاج شاہی میں منسلک ہوتے ہیں۔ حضرت امیر خسرو قلم کو حکم دیتے ہیں کہ دُرِ مضامین سلک مدح کے لئے پرو جس کا ایک ایک حرف سانچے میں ڈھلا ہو جس سے آسمان کے کان کھُل جائیں اور سخن کو اس درجہ بلندی پر پہنچا دے کہ بادشاہ کے پیر کو بوسہ دینے کے قابل ہو جائے جو تسلسل اسباب کا نظامی نے ایک بلیغ پیرایہ کے ساتھ بیان کیا ہے وہی تسلسل

اسباب خسرو نے بھی قایم رکھا ہی۔ حضرت امیر سخن سے اپنے ممدوح کی پابوسی کراتے ہیں اور حضرت نظامی قطرۂ آب کو تاج شاہی میں جگہ دیتے ہیں۔

صفتِ ممدوح

نظامی	خسرو
چو آبِ فرات آشکارا نواز	صفاتش در اندیشہ بیش از کمال
چو سرچشمۂ نیل پنہاں گداز	نوالش بہ اندازہ بیش از خیال
گر انعامِ آں بر شمارد کسے	گہِ معدلت سوئے درویش و شاہ
بداں تا کند شکرِ نعمت بسے	بیک چشم بیند چو خورشید و ماہ
زشکر وے آں نعمت افزوں بود	بگاہِ عطا زاں کفِ بحر جوش
وے نعمتے بیش ازیں چوں بود	زرِ صامت از ریختن در خروش
رسد شرق تا غرب احسانِ او	عجب صامتے ہیں کہ فریاد کرد
بہر خانہ نعمت از خوانِ او	عجب ترکہ فریاد از داد کرد

خسرو نے ممدوح کی فیاضی نہایت لطیف پیرایہ میں ظاہر کی ہے۔ کہتے ہیں کہ انعام و اکرام کے وقت روپیہ دیتے ہیں تو شمار کے وقت جو آواز ہوتی ہے گویا روپیہ فریاد کرتا ہے کہ سخاوتِ سلطان مجھکو خزانہ میں آرام نہیں لینے دیتی۔ پھر فرماتے ہیں فریاد کس چیز سے یعنی داد سے کرتا ہے، حالانکہ فریاد بیداد سے ہوتی ہی۔ داد کے لفظ نے جان ڈال دی۔

صفت اسپ

خسرو	نظامی
جنیبت چو در زیرِ ران آورند	کجا گام زد خنگِ پدرامِ او
تزلزل بہفت آسماں آورند	زمیں یافت سرسبزی از گامِ او
سمندش چو برابر جولاں زند	بہر دائرہ کو زدے ترک و تاز
ہمہ تیر بر پشتِ مُرغاں زند	ز پرکارِ خطّش گرہ کرد باز
بداں بقعہ کو بارگی تاختہ
زمیں گنجِ قاروں برانداختہ

رزم

آئینۂ سکندری ایک رزمیہ مثنوی ہو جس کا اصل موضوع رزمیہ داستان ہونا چاہیے مگر خسرو کی غیرتِ طبع بلند آواز سے کہتی ہو کہ

وگرنہ لطافت ندارد بسے
کہ مرگفتۂ باز گوید کسے

اس لئے اُن تمام داستانوں کو (جو بجائے خود تعجب خیز و عبرت انگیز ہیں) ترک کرکے صرف اُن ناقابلِ التفات واقعات کو لے کر چمکانا پڑا جن کو نظامی نے سلکِ سخن میں مُنسلک کرنا بھی عار سمجھا تھا۔ مثلاً سکندر و دارا کی لڑائی ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہو کہ دنیا کی اُس زمانہ کی سلطنت کا سب سے بڑا تاجدار (جس کی پُر عظمت

داستانیں دنیائے اسلام کے ہر بچّہ بچّہ کی زبان پر تھیں اور جیسے فردوسی کی سحر بیانی نے رفعت و بلندی کے بلند ترین درجہ پر پہنچا دیا تھا) چند گھنٹے کے اندر اپنے ہی ماتحت صوبہ کے سردار کے سامنے اُس کے رحم کے بھروسہ پر چند منٹ کی مُہلت مانگتا ہی کہ چند منٹ توقف کرا اور جب میری روح پرواز کر جائے اُس وقت سر یا تاج جو چاہی لے لینا۔ یہ واقعہ بذاتہٖ ایسا دردناک نظارہ پیش کرتا ہی کہ معمولی طور پر بھی بیان کر دیا جائے تو بڑے سے بڑے سنگدل انسانوں کو بھی رقت ہو سکتی ہی پھر اُس کو نظامی جیسے خدائے سخن کا بیان کرنا جس نے حقیقت میں اس خوبی سے بیان کیا کہ اس کی نظیر فارسی شاعری نہیں لا سکتی۔ اس کے مقابلہ پر اُن واقعات سے جن سے نظامی نے اپنے قلم کو آلودہ کرنا پسند نہیں کیا ایسی نظم کا متمنّی ہونا جو سکندر و دارا کے بیان کے سامنے پسند آسکے ایسا ہی مشکل ہی جیسا کہ کسی ماہر سے ماہر انجینیر سے یہ توقع کرنا کہ وہ معمولی بھٹّہ کی اینٹوں سے تاج گنج کے مقابلہ کی عظیم الشان عمارت علی گڑھ میں تیار کر دے گا۔

اس کے علاوہ مولانا نظامی نے یہ مثنوی اپنے دلی شوق سے پوری اُمنگ کے ساتھ کافی وقت میں تصنیف فرمائی۔ اُن کو سوائے شعر و شاعری کے اور کوئی بھی شغل نہیں تھا۔ اور امیر کو بہت بڑا وقت ہندوستانی درباروں کے کارہائے منصبی میں صرف کرنا ہوتا تھا اور یہ مثنوی یعنی آئینۂ سکندری اپنی دلی خواہش سے نہیں بلکہ کسی امیر یا بادشاہ کی فرمایش سے نہایت کم زمانہ میں بطور تعمیل ارشاد کے تصنیف فرمائی۔

نیز نظامی اہل زبان ہیں اور اہل زبان میں بھی ایسے بلند پایہ کہ اُن کو خدائے سخن تسلیم کیا گیا اور امیر ہندی نژاد اور ترکی الاصل ہیں لہٰذا اصل اور نسل دونوں اعتبار سے غیر ایرانی ہیں۔

نیز باوجود خدائے سخن ہونے کے نظامی پارسی معبود یزدان و اہرمن کی طرح صرف ایک صنف سخن (یعنی مثنوی) کے مالک ہیں۔ برخلاف اس کے امیر خسرو تمام اصناف سخن (مثلاً قصیدہ، غزل، مثنوی، نصائح اور تصوف) میں ہر صنف کے اساتذہ کے ہم پلہ مانے گئے ہیں۔

ان تمام امور پر نظر کر کے اس قدر یقینی ہے کہ پُر اثر واقعات نہ ملنے کے سبب خسرو اگر کوئی رزمیہ داستان اس زور کی نہیں لکھ سکے جیسے کہ نظامی کی مثنوی میں موجود ہیں تو وہ معذوری کے قابل ہیں کہ "شمشیر نیک ز آہنِ بد چوں کند کسے" اس کو امیر خود لکھتے ہیں ؎

چو نگذاشت اوے بشیشہ دروں
من از شیشہ شویم چہ آید بروں

تاہم جس جگہ گنجایش ملتی ہے وہاں وہ بھی دوسروں سے کم نہیں رہتے۔ ذیل میں چند مختلف قسم کے مضامین متقابل لکھے جاتے ہیں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت امیر کس پایہ کے شاعر ہیں۔

۱۔ تمہیدات۔ نظامی علیہ الرحمۃ کی تمہیدات اعلیٰ درجہ کی مانی گئی ہیں۔ حضرت

امیر نے بھی بعض جگہ جنگ کے آغاز سے پہلے تمہیدیں لکھی ہیں اس لیے دونوں کے کلام سے ایک ایک تمہید پوری نقل کی جاتی ہے اور اُس کے متعلق بعض خصوصیات جو ذہنِ ناقص میں آئیں عرض کی جاتی ہیں:

خسرو	نظامی
بگردوں شد از نالۂ زرّیں خروش	رسیدند لشکر بجائے مصاف
بدریائے لشکر در افتاد جوش	دو پرکار بستند چوں کوہِ قاف
ہزاہز در آمد بہر دو سپاہ	خسک بر گذرگاہِ کیں ریختند
ردارو بر آمد بخورشید و ماہ	نقیباں خروشیدن انگیختند
علم سر ز عیوق بر تر کشید	یزک بر یزک سو بسو در شتاب
سناں چشمِ سیّارہ را بر کشید	نہ در دل سکونت نہ در دیدہ خواب
زلرزِ زمیں زیرِ قلبِ گراں	ز بسیاریِ لشکر از ہر دو جائے
در اندامِ گاو آرد گشت استخواں	فرو بستہ کوشندہ را دست و پائے
غبارِ زمیں کلہ بر ماہ بست	دو رویہ ستادند در جائے جنگ
نفس را درونِ گلو راہ بست	نمودند در پیشدستی درنگ
چناں گشت روئے ہوا گردناک	مگر در میاں صلحے آید پدید
کہ سیّارہ گم کرد خود را بخاک	کہ شمشیرِ شاں بر نیاید کشید
ز موجِ سلاح و ز گردِ زمیں	چو بود از جوانے دگر دن کشے
گلیں آسماں شد۔ زمیں آہنیں	ہماں جانب آبے ہماں آتشے

خسرو	نظامی
بداں بند بربست برآبِ تیغ	پدید آمد از بُرد باری ستیز
کہ بے بند عالم نگیرد چو میغ	دلِ کینہ ور گشت بر کینہ تیز
رسیدہ ز تیغ آبِ شاں تا کمر	ازاں پس کہ بر کینہ رہ یافتند
ہماں آب بدخواہ را تا بسر	سر از جستنِ مہر برتافتند
سپہ از زرہ موج میزد بہ اوج	درآمد بغرّیدن آوازِ کوس
چو دریا کہ بادش درآرد بہ موج	فلک بر دہانِ دُہل داد بوس
بدریائے آہن جہاں گشت غرق	شغب ہائے آئینۂ پیلِ مست
ہوا پر ز میغ و زمین پر ز برق	ہمے شانہ بر پشتِ پیلاں شکست
ز تروین و پیکانِ سبز و سفید	چناں آمد از نائے ترکی خروش
جہاں گشت پر سوسن و برگِ بید	کہ از نائے ترکاں برآورد جوش
زبانگ ہیونانِ گیتی نورد	برآورد خرمہرہ آوازِ شیر
شدہ پر صدا گنبدِ لاجورد	دماغ از دمِ گاؤدم گشت سیر
خرامیدنِ بادپایاں بہ گشت	طراقے کہ از مصرعہ خاستہ
تزلزل درافگند در کوہ و دشت	بروں رفت زیں طاقِ آراستہ
عرق کردنِ توسناں در شتاب	روارو برآمد ز راہِ نبرد
ز طوفانِ آتش رواں کرد آب	ہزا ہز درآمد بہ مردانِ مرد

نظامی	خسرو
زمیں گفتی از یکدگر بر درید	شرارہ کہ زد نعل ہنگامِ رو
سرافیل صورِ قیامت دمید	ستارہ بروں ریخت از ماہِ نو
غبارِ زمیں بر ہوا راہ بست	نماندہ اماں زیرِ پیروزہ کاخ
عنانِ سلامت بروں شد ز دست	اجل را شدہ دستگاہے فراخ
ز بس گرد بر تارکِ ترک و زیں	نفیرِ زہ از چاشنیِ کماں
زمیں آسماں-آسماں شد زمیں	شدہ ہر زماں چاشنی گیرِ جاں
فرو رفت و بر رفت راہِ نبرد	بلازیں بناوک بر اندختہ
نم خوں بماہی و بر ماہ گرد	چو طفلاں زنے بارگی ساختہ
ز سمِ ستوراں دراں پہن دشت	گرہ بر گرہ دستِ پیکاں زناں
زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت	زرہ بر زرہ پشتِ روئیں تناں
جگرتاب شد نعرہائے بلند	ز رخشیدنِ خشتِ زہرآگموں
گلوگیر شد حلقہائے کمند	شدہ زہرۂ مرد بد زہرہ خوں
ز تابِ ہوس در جہاں بستہ میغ	ز ہر سو سنانہائے خاراگذار
جہاں سوخت از آتشِ برقِ تیغ	فرو بستہ راہِ سلامت بہ خار
ز بس عطسۂ تیغ بر خون و خاک	ز تیر و سپرہا کہ پُر کار بود
دماغِ ہوا پر شد از جانِ پاک	بیاباں نیستان و گلزار بود

خسرو

بزیرِ سپر تیغ رخشاں تاب
چناں کز تہِ برگ نیلوفر آب
درخشندہ شمشیر ہائے بنفش
زدیدہ بصر مے ربودا ز درفش
خروشیدنِ کوسِ روئینہ کاس
فلک را پر از رخنہ ہا کردہ طاس
سپاہ از علمہا شدہ سایہ دار
دلیراں بر آشفتہ دیوانہ وار
بہر سینہ نو شدہ کینہ ھا
گریزاں شدہ رحمت از سینہ ہا
جدا گشتہ دلہا ز پیوندِ خویش
پدر تشنہ خونِ فرزندِ خویش
دو لشکر نگویم کہ دو کوہ قاف
رسیدند در جلوہ گاہِ مصاف

یہ داستان قریباً ایک ہی موقع کی ہے اور دونوں میں سکندر خود لڑتا ہے، آئینۂ سکندری میں خاقانِ چین سے اور سکندر نامہ میں دارا سے - دونوں شہسواران سخن نے یوم

جنگ کی صبح کا سماں بیان فرمایا ہے اور یہاں پوری پوری داستان اس لئے لکھدی گئی ہے کہ ناظرین کے سامنے رطب و یابس ہر قسم کے شعر ہر اُستاد کے موجود ہوں جس سے موازنہ کرنے میں آسانی ہو۔

سکندرنامہ کے مندرجۂ ذیل اشعار میں عمدہ تمہید قایم کی گئی ہے :

رسیدند لشکر بجائے مصاف ۔۔۔ دو پرکار بستند چوں کوہِ قاف
خسک برگزرگاہِ کیں ریختند ۔۔۔ نقیباں خروشیدن انگیختند
یزک بر یزک سو بسو در شتاب ۔۔۔ نہ در دل سکونت نہ در دیدہ خواب
زبسیاریِ لشکر از ہر دو جائے ۔۔۔ فروبستہ کوشندہ را دست و پائے
دو رویہ ستادند در جائے جنگ ۔۔۔ نمودند در پیش دستی درنگ
مگر در میاں صلح آید پدید ۔۔۔ کہ شمشیرِ شاں بر نیاید کشید
چو بو داز جوانے و گردن کشے ۔۔۔ ہماں جانب آبے ہماں آتشے
پدید آمد از بردباری ستیز ۔۔۔ دلِ کینہ ور گشت بر کینہ تیز
ازاں پس کہ بر کینہ رہ یافتند ۔۔۔ سر از جستنِ مہر برتافتند

لشکروں کا دونوں طرف سے حلقہ باندھنا دشمن کی آمد روکنے کے لئے گوکھرو بچھانا، پہرہ داروں کا مقرر کرنا، کثرتِ لشکر سے آمد و رفت کا سلسلہ بند ہو جانا، ہر ایک کا پیش قدمی میں پس و پیش کرنا صلح کا خواہشمند ہونا عمدہ پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ اُس کے بعد فوجوں کے اِدھر اُدھر پھرنے، جنگ کے خوف و ہراس اور اپنی اپنی شیخیاں بیان کرنے سے جو حالت پیدا ہوتی

ہے وہ دونوں میں مشترک ہے جن بعض بعض اشعار کا مضمون متحد یا قریب قریب ہے اُن کے متعلق ذیل میں کچھ عرض کیا جاتا ہے:

خسرو کا پہلا و دوسرا شعر اور نظامی کا بارھواں اور پندرھواں شعر درج ذیل ہیں:

خسرو	نظامی
بگردوں شد از نائے ترکی خروش	چناں آمد از نائے ترکی خروش
بدریائے لشکر در اُفتاد جوش	کہ از نائے ترکاں برآورد جوش
ہزاہز در آمد بہ ہر دو سپاہ	روا رو بر آمد ز راہِ نبرد
روا رو بر آمد بخورشید و ماہ	ہزاہز در آمد بمردانِ مرد

یہ دونوں شعر ہم معنی اور قریباً مساوی درجہ کے ہیں۔ خسرو نے کرنائے کی آواز کو آسمان تک پہنچنے، لشکر میں جوش پیدا ہونے، دونوں فوجوں میں حرکت اور بڑھو چلو کی آوازیں بلند ہونے کو صفائی اور روانی سے بیان کیا ہے۔ نظامی نے اسی مضمون کو دوسرے طرز پر بیان کیا اور نائے ترکی و نائے ترکاں کی مناسبت لفظی سے اپنا خاص رنگ پیدا کر دیا ہے۔ دوسرے شعر میں بھی مردان مرد کی حرکت ملاحظہ طلب ہے۔ خسرو کا تیسرا شعر بھی اعلیٰ درجہ کا ہے اس کے مقابلہ پر نظامی کا مندرجہ ذیل شعر آسکتا ہے۔ گو مضامین دونوں کے مختلف ہیں مگر اپنے اپنے رنگ میں بینظیر ہیں۔

خسرو	نظامی
علم سر ز عیوق برتر کشید	زمیں گفتی از یکدگر بر درید
سناں چشمِ سیارہ را بر کشید	سرافیل صُورِ قیامت دمید

خسرو کا چوتھا اور نظامی کا بیسواں شعر یعنی:

خسرو	نظامی
بہ لرز زمیں زیرِ قلب گراں	زسمِ ستوراں دراں پہن دشت
دراندامِ گاو آرد گشت اُستخواں	زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

مقابل ہو سکتے ہیں۔ ایک میں مبالغہ کی حد تحت الثریٰ تک دوسرے میں فلک الافلاک تک پہنچائی گئی ہے۔ دونوں کے مضامین میں مخالف سمتیں اختیار کی گئی ہیں۔ نظامی علیہ الرحمۃ کے شعر میں کثرت شین نے کسی قدر ثقالت پیدا کر دی ہے تاہم مبالغۂ غلو کی عمدہ مثال ہے۔ امیر رحمہ اللہ کے شعر میں سالم جسم میں لشکر کی دہل سے اُستخوان کا پس کر آرد ہو جانا بہ نسبت آسمان کے آٹھ ہو جانے کے (جس میں گرد کے اجتماع سے کسی قدر دھوکا ہو جانا بھی ممکن ہے) زیادہ مبالغہ ہے گو اُس کا وجود بھی خیالی ہی ہے۔

خسرو	نظامی
غبارِ زمیں کلہ بر ماہ بست	غبارِ زمیں بر ہوا راہ بست
نفس را درونِ گلو راہ بست	عنانِ سلامت بروں شد ز دست

امیر کے دونوں مصرعے ایک دوسرے سے متناسب ہیں چاند کے گِرد گَرد کا خیمہ قایم ہو گیا اور گرمی کی وجہ سے سانس لینا دشوار ہو گیا تھا۔ حضرت نظامی کے شعر کے دونوں مصرعوں میں باہم ربط معلوم نہیں ہوتا۔ پہلے میں غبارِ زمیں کا ہوا کی راہ میں حائل ہو جانا اور دوسری میں عنانِ سلامت ہاتھ سے نکل جانا دو جُدا مضمون ہیں جو تمام داستان کے تو مناسب ہیں لیکن باہم کچھ ربط نہیں رکھتے۔ امیر کا چھٹا شعر بھی اسی مضمون کا ہے کہ کثرت غبار کی وجہ سے سیارے بھی نظر آنے بند ہو گئے۔ اسی طرح حضرت امیر کا ساتواں اور گیارھواں شعر مولانا کے اٹھارھویں شعر سے مقابلہ ہو سکتا ہے۔ حضرت مولانا کے شعر:

زبس گرد بر تارکِ ترک ریز | زمیں آسماں آسماں شد زمیں

میں زمین کا آسمان اور آسمان کا زمین ہو جانا ذرا دیر میں ذہن نشین ہوتا ہے۔ اور امیر کے ساتویں شعر

زموجِ سلاح و زگردِ زمیں گلیں آسماں شد زمیں آہنیں

اسلحہ کی کثرت سے زمین کا آہنی اور گرد کی وجہ سے آسمان کا گلی ہو جانا اور دوسرے شعر

بدریائے آہن جہاں گشت غرق ہوا پر زمیغ و زمیں پر زبرق

میں جہان کا دریائے آہن میں غرق اور گرد کی وجہ سے ہوا کا ابر آلود اور زمین کا برق آمود ہونا صاف طور پر عیاں ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ مندرجۂ ذیل اشعار خاص توجہ کے قابل ہیں:-

رسیدہ زتیغ آبِ شاں تا کمر
ہماں آب بدخواہ را تا بہ سر

آب تیغ کا سپاہی کے تا کمر اور دشمن کے تا بسر پہنچنا حسن لطف رکھتا ہے۔

شرارہ کہ زد نعل ہنگامِ رو
ستارہ بروں رفت از ماہ نو

نعل کی رگڑ سے جو شرارہ پیدا ہوا اس کو ماہ نو سے ستارہ چھوٹنے سے تشبیہ دینا بھی نیا مضمون ہے۔

بلا زیں بناوک بر انداختہ
چو طفلاں زنے بارگی ساختہ

یہ مضمون بھی جدید ہی کہ بلا اُس کے ناوک پر سوار ہے جیسے طفل اپنے پر سوار رہتا ہے اور جہاں یہ تیر لگتا ہی وہاں بلا نازل ہو جاتی ہی۔ اِن کے علاوہ اور شعروں کا بھی مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

صُبح

رزمیہ داستانوں میں نظامی علیہ الرحمۃ نے ہر صبح و شام کو ہر روز نئی صورت میں عجیب دلکش پیرایہ میں ظاہر کیا ہی جس سے اُن کی اُستادانہ قادر الکلامی اور قوت بیان کا اندازہ ہو سکتا ہی۔ امیر خسروؒ نے بھی ہر صبح اور شام کو نئے رنگ میں بیان کیا ہی۔ دونوں کا کلام ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہی:

خسرو		نظامی
چو زنگیِ شب دید روئے سیاہ	(۱)	کہ چوں شاہِ چیں زیں برابرش نہاد
در آئینۂ عالم آرائے ماہ		فلک نعلِ زنگی بر آتش نہاد
زد آئینۂ ماہ را بر زمیں		سپہر از کمیں مہرہ بیروں جہاند
بخندید ناگاہ صبح از کمیں		ستارہ زکف مہرہ بیروں فشاند
چو در گنبد آمد براقِ سپہر	(۲)	چو گیتی درِ روشنی باز کرد
بنہ لے زرّیں بیاراست چہر		جہاں بازیِ دیگر آغاز کرد
چناں خورد شبدیز ظلمات دم		بآتش بدل گشت مشتِ شرار
کہ نعلش بفیتاد و مسمار ہم		کلیچہ شد آں سیمِ گاورس وار

صبح اوّل میں خسرو علیہ الرحمۃ نے اس مشہور حکایت کو کہ کسی حبشی نے آئینہ راستہ میں پڑا ہوا دیکھکر اُٹھایا اُس میں اپنے روئے سیاہ کا عکس دیکھکر آئینہ کو پھینک دیا اور کہا کہ اسی لئے تجھکو پھینک دیا گیا ہے کس خوبی سے یہاں چسپاں کیا ہے۔

صبح دوم میں امیر نے سُورج کو بُراق فرض کرکے ظلمت کے رفع ہونے کو بھاگتے ہوئے گھوڑے سے تشبیہ دی ع

کہ نعلش بیفتاد و مسمار ہم

سے اُس سراسیمگی اور گھبراہٹ کی جو عموماً خوف زدہ بھاگنے والے کو پیش آتی ہے تصویر کھچ جاتی ہے۔

نظامی علیہ الرحمۃ نے پراگندہ ستاروں کو مشتِ شرار و سیم گاورس وار سے تشبیہ دے کر سُورج کی شکل میں تبدیل ہوجانا عمدہ پیرایہ میں ظاہر فرمایا ہے۔

شام

جس طرح ہر روز اپنی خصوصیات کے اعتبار سے گزشتہ اور آیندہ دن سے ممتاز ہوتا ہے اسی طرح ان دونوں اُستادوں نے نیرنگیِ فلک کی مناسبت سے ہر صبح اور ہر شام کو نئی صورت میں جلوہ افروز کرکے دادِ سخن دی ہے۔ صبح کا سماں پیش ہوچکا اب شام کی باری ہے اُسے بھی ملاحظہ فرمائیے اور دونوں بزرگوں کی قادر الکلامی کی داد دیجئے۔

نظامی		خسرو
چو گلنار گوں کسوتِ آفتاب	(۱)	چو بکرِ فلک در عماری نشست
کبودی گرفت از خمِ نیل ناب		شبِ تیرہ در پردہ داری نشست
نگہبانِ ایں مارپیکر درفش		عروسانِ شب زیور آراستند
زر اندود بر پرنیانی بنفش		فلک را بگوہر بر آراستند
چو گوہر بر آمود زنگی بتاج	(۲)	چو قلّابِ سیم از کمیں زد ہلال
شہ چیں فرود آمد از تختِ عاج		بخوں غرق شد ترکِ چینی جمال
مہِ روشن از تیرہ شب تافتہ		شہاب از سرِ نیزہ دیو سوز
چو آئینہ روشنی یافتہ		شد آتش فگن در سلیمانِ روز
چو یاقوتِ خورشید را دزد بُرد	(۳)	چو خورشید برقع برخسارہ کرد
بیاقوت جستن جہاں پے فشرد		فلک سرمہ در چشمِ سیارہ کرد
بدزدی گرفتند مہتاب را		کشید آسماں پیرہانِ کبود
کہ ایں بُرد آں جوہرِ ناب را		حریرِ معنبر بپوشید زود

شامِ اوّل میں حضرت امیر نے آفتاب کے غروب ہونے کو معشوق کے عماری میں بیٹھنے سے تشبیہ دی ہی۔ پردہ ڈالنے اور مکان آراستہ کرنے کو (جو لوازم شادی سے ہے) کیسے صاف اور شستہ و رُفتہ پیرایہ میں ظاہر کیا ہی۔ نظامی علیہ الرحمۃ نے گلنار گوں، نیلِ ناب، مارپیکر، پرنیانی بنفش جیسی چست ترکیبوں سے مینا کاری کا کام لیا ہی۔

شام دوم میں جناب خسرو نے چاند کے طلوع اور آفتاب کے غروب کو دو سپاہیوں کی فتح وشکست کے پیرایہ میں نہایت خوبی وروانی سے فصاحت کے ساتھ ادا کیا ہے۔ اور حضرت نظامی نے روشنی چاند کی آفتاب سے مستعار ہونے کی آئینۂ روشنی یافتہ سے پاکیزہ تشبیہ دی ہی۔ لطف کلام ناظرین خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

واقعات نگاری

شاعر کا کمال واقعہ نگاری میں دیکھا جاتا ہی۔ واقعات دو قسم کے ہوتے ہیں اوّل موجودہ واقعات جو شاعر کی نظر کے سامنے گذریں اُن کے بیان کی خوبی یہ ہی کہ سُننے والے کی نظر کے سامنے واقعہ کا نقشہ کھچ جائے۔ اور اُس واقعہ کو دیکھکر جو اثر شاعر کے دل پر ہوا ہو وہی اثر شاعر کے کلام سے سامعین پر طاری ہو جائے دوم وہ واقعات جو شاعر کے سامنے نہیں گذرے مگر لکھنے پڑتے ہیں اِس میں شاعر کا یہ کام ہی کہ ایسے واقعات تلاش کر کے لکھے جو اس قسم کے موقعہ پر عموماً پیش آتے ہیں یا پیش آسکتے ہیں اور پڑھنے والوں کو یقین ہو جائے کہ حقیقت میں بھی یہ واقعہ اسی طرح گذرا ہوگا۔ گویا شاعر خیالات کا مصوّر ہوتا ہے۔ مصوّر کو جو خصوصیات تصویر میں دکھانی پڑتی ہیں شاعر کو وہی خصوصیات کلام میں نمایاں کرنی ہوتی ہیں۔ اِس کتاب میں اسی قسم کے واقعات بیان ہوئے ہیں دونوں حضرات کا کلام درج کیا جاتا ہی۔

خسرو

نمودند بسیار جولان گری
کسے را نہ بد از ہنر برتری
ز نیزہ بشمشیر بردند دست
ہم از ہر دو تن تارِ مو برنخست
به دشمن فریبی یلِ روم زاد
گریزاں شد از پیشِ چینی چو باد
بدنبالِ او چینیِ گرم کیں
ز گرمی به ابرو برآوردہ چیں
چو نزدیک شد تا زند تیغ چو برق
گریزندہ را زخم ریزد به فرق
در انداخت رومی کیانی کمند
کمرگاہِ چینی در آمد به بند
چناں کندش از بارۂ زور ناک
که بربود از باد و دادش بخاک
ہمی رفت پویان یلِ شیر گیر
بخاک اندروں شیرِ جنگی اسیر

نظامی

کمندے و تیغِ گرانمایہ خواست
عناں کرد سوئے بداندیش راست
درآمد براں دیوِ دریا شکوہ
چو ابرِ سیہ کو برآید ز کوہ
بجنبید از جائے خویش آں نہنگ
کہ اقبالِ شاہش فرو بردہ چنگ
کمند عدو بند را شہریار
در انداخت چوں چنبرِ روزگار
چو در گردنِ دشمن آمد کمند
شتابندہ شد خسروِ دیوبند
بخم کمندش سر اندر کشید
کشاں ہمچناں سوئے لشکر کشید
بغلطید آں شیرِ نخچیر سوز
چو آہو برہ زیر چنگالِ یوز

دونوں شہسوارانِ سخن اس وقت ایک ہی میدان میں سرگرم جولاں ہیں۔ دونوں کا انداز جدا ہی۔ خسرو کا کلام شستہ رواں اور تصنع سے پاک ہی۔ دو مبارز سوارانِ جنگ آزما ہیں جب دونوں اپنے اپنے داؤ پیچ آزما چکے تو ایک سوار دھوکہ دینے کی غرض سے بھاگتا ہی دوسرے کو اُس کی شکست کا یقین اور قتل یا اسیر کرنے کی حرص غالب ہوتی ہی۔ جنگی احتیاطوں کو نظر انداز کر کے قتل کے لئے ہاتھ اُٹھاتا ہی۔ دوسرا موقعہ تاک کر کمند پھینکتا ہی اور اُس کو اسیر کر لیتا ہے۔ یہ واقعہ صاف طور پر کلام سے واضح ہوتا ہی اور عموماً ایسا ہوتا رہتا ہے۔ اس جنگ عظیم میں بھی متعدد واقعات سننے میں آئے ہیں کہ اپنے حریف کو اُس کے نظم حربی کے پراگندہ کرنے کے لئے میدان دیا گیا اور پھر محصور کر لیا گیا۔ آخری شعر سے فتنہ کا خوشی سے دوڑنا اور اسیر کا گھسٹنا خوب واضح ہو جاتا ہی۔ مولانا کے کلام میں یہ ہے کہ سکندر اپنی جگہ سے کمند اور تلوار وغیرہ اُٹھا کر چلتا ہی اور فوراً جا کر ایسے شجاع پہلوان کو جس کے مقابلہ سے رومی عاجز ہو گئے تھے اسیر کر لیتا ہی اور وہ ہاتھ تک نہیں ہلاتا۔ جب تواریخ سے پتہ چلتا ہی کہ بہادروں نے شہنشاہوں کے نہ صرف مقابلے کئے بلکہ بعض مرتبہ گرفتار و قتل بھی کیا ہی تو واقعہ کی صحت قابل غور ہو جاتی ہی۔ خصوصاً جب یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ اس نے سکندر کو پہچان لیا تھا یا نہیں لیکن الفاظ تیغِ گراں مایہ، دیوِ دریا شکوہ، کمندِ عدو بند، چنبرِ روزگار، خسروِ دیو بند کی چست ترکیبوں اور مناسبات مقامی نے خاص رنگ پیدا کر دیا جو مولانا کا خاص حصہ ہی۔ قریب قریب اسی مضمون کو فردوسی طوسی نے اس طرح نظم کیا ہی۔

چو از دستِ رستم رہا شد کمند — سرِ شہریار اندر آمد بہ بند
زپیل اندر آورد و زد بر زمیں — ببستند بازوئے خاقانِ چین

واقعۂ دوم

خسرو

سوارے بروں آمد از رومیاں
سپر بستہ پس چُست کردہ میاں
بگرمی برآہیخت چوں برق تیغ
کہ برق از نفس آب گشتے چو میغ
نگاور سیاہے بزیرش چو دود
برآوردہ سر بر سپہرِ کبود
بگردن زنے تاخت برہم ستیز
بینداخت بر گردنش تیغِ تیز
کینفوِی تازندہ خم خورد و جست
بزد نیزہ و پہلوش را شکست
گذارا شد از پشتِ رومی سناں
ز دستش بروں رفت یکسر عناں

نظامی

برآشفت قنطال ازاں شیرِ تند
کہ پائے سپہ دید زاں کار کند
بپوشید جوشن برافراخت ترگ
چو سروے کہ تیغش بود بار و برگ
درآمد بزیں چوں یکے اژدہا
سرِ بارگی کرد بروے رہا
زریوند چوں دید کامد ہژبر
بغرید مانندِ غرّندہ ابر
کشیدند بریکدگر تیغِ تیز
زگرمی شدہ چوں فلک گرم خیز
دو ترّہ دو پرکارِ مرکز نورد
یکے دیر جنبش یکے تیز گرد
بسے گرد برگِرد بر تاختند
بسے زخم چوں آتش انداختند

نظامی

نمے شد یکے بر یکے کامگار

ز پیشیں درآمد بہ شب کارزار

ہم آخر یکے تیغ زد شاہِ روس

برآں شخصِ آراستہ چوں عروس

بیفگندش از زیں و بر روے خاک

برآوردہ زاں شیرِ شرزہ ہلاک

خسرو نے واقعہ کو مختصر اور سادہ الفاظ میں ادا کیا، اور نظامی علیہ الرحمۃ نے تشبیہات و ترکیبات سے واقعہ کو پُرشان بنا دیا۔ دونوں نے عمدہ طور پر ٹھیک تصویر کھینچ دی۔

بزم

رزم اور بزم دو مختلف قسمیں ہیں۔ مگر دونوں ماہرانِ سخن نے ان رزمیہ مثنویوں میں ایسے مواقع پیدا کر لئے ہیں جہاں اس صنفِ سخن کے اظہار کا موقع ملتا ہے۔ سکندرنامہ میں نوشابہ و کنیزِ چینی کا بیان اس کا بہترین نمونہ ہے۔ اُسی نمونہ پر کنیفوی چینی کی داستان جو مردانہ بھیس میں لڑنے آئی تھی سکندر نے خود گرفتار کر کے منظورِ نظر ٹھیرایا امیر خسرو نے نظم کی ہے۔ دونوں کے بعض بعض مواقع مثالاً پیش کئے جاتے ہیں۔

خسرو

(آمدن کنیفوی چینی در بزم)

جہاں سوزے از مہِ شب افروز تر
ز خورشیدِ روشن جہاں سوز تر
بیک طرّہ صد شہر برہم زدہ
بیک غمزہ بر ملکِ عالم زدہ
درآمد خرامندہ با ہمسراں
چو مہ در صفِ مشتری پیکراں

نظامی

(آمدن نوشابہ نزد سکندر)

پری چہرہ نوشابۂ نوش بہر
بفالِ ہمایوں بروں شد ز شہر
چو رخشندہ ماہے کہ در وقتِ شام
برآید ز مشرق چو گردد تمام
کنیزاں چو پرویں بہ پیرامنش
ز تارک دُر آمود تا دامنش

فخریہ

خسرو

(بزبانِ کنیفوی چینی)

سکندر کہ کرد آبِ حیواں ہوس
نظیرِ منش بود مقصود و بس
مگر شاہ زلفِ مراد در نیافت
کہ در عینِ ظلمات خنداں شتافت
چو در خلوتِ من نہانی رسید
بسر چشمۂ زندگانی رسید

نظامی

(بزبان کنیز چینی)

کہ از شادیِ امشب جہاں را نویست
ہمہ شادی از دولتِ خسرویست
بہنگامِ گل خوش بود روزگار
بخندد جہاں چوں بخندد بہار
چو خورشید روشن درآمد بہ اوج
ز روشن جہاں زند نورِ موج

خسرو	نظامی
گر از چشمہ راجع شد او را برات	صبا چوں درآید بجولاں گری
من اندر دہاں دارم آبِ حیات	زمیں رومی آرد صبا ششتری
گر انداز داو شیر و آہو بہ تیر	گلِ سُرخ چوں کلّہ بندد بہ باغ
من آں آہوم کو بود شیر گیر	فروزد ز ہر غنچہ خونِ چراغ
گر او ہست کیخسرو جام جوئے	سکندر چو پیروزی آرد بجنگ
مرا جامِ گیتی نمائے ست روئے	نہ زیبا بود آئینہ زیرِ زنگ
گر از مجلسِ او بہمن سے دمد	چو کیخسرو از می شود جام گیر
مرا لالہ و گل ز تن سے دمد	چرا جام خالی بود در سریر
گر او پیل بندد بخستم کمند	ملک گر ز جمشید بالاتر ست
من از تارِ موئے کنم پیل بند	رُخِ من ز خورشید زیباتر ست
گر او حربہ بر ہسم نبرداں زند	شہ ار شد فریدوں زرینہ کفش
رُخِ من رہِ شیر مرداں زند	بفتحش منم کاویانی درفش
گر او اژدہائے ست و زریں دلیر	شہ ار چوں سُلیماں شود دیو بند
من آرم زِ زریں اژدہا را بزیر	مرا در جہاں ہست دیوانہ چند
گر او گیتی از لشکر آرد بدام	شہ ار کیقبادِ بلند افسر ست
خیالم بہ تنہا بگیرد تمام	مرا افسر از مشک و از عنبر ست

نظامی	خسرو
شہ ار ملکِ عالم گرفت ای شگفت	گر او ہست بر تختِ زر پائے بست
من آں را گرفتم کہ عالم گرفت	مرا در دلِ اوست جائے نشست
کمندے من از زلف بر سازمش	گر او را کلاہ است بر آسماں
نہ ترسم بگردن در اندازمش	مرا صد کلاہ است بر آستاں
گر او را کمندے بود ماہ گیر	گر او باز خواہد ز شاہاں خراج
مرا ہم کمندے بود شاہ گیر	من از سروراں سر ستانم نہ تاج
گر او ناوک اندازد از دور دست	گر او گنج زر ریختہ دارد تمام
مرا غمزۂ ناوک انداز ہست	مرا نیز گنجی ست از سیمِ خام
گر او حربہ دارد بہ خوں ریختن	گر اقبال و دولت ورا یاور اند
من از غمزہ خوں دانم انگیختن	مرا ہر دو چوں کمتریں چاکر اند
گر او قصدِ شمشیر بازی کند	گر او تخت گیرد ز کیں چوں شہاں
زبانم بہ شمشیر بازی کند	من از بازوئے مہر گیرم جہاں
گر او لخت از زر بدارد بدوش	گر او دشمناں را بخوں خوردن ست
دو لخت ست زلفین من گرد گوش	مرا خونِ صد دوست بر گردن ست
گر او حقہ ہا دارد از لعل پُر	گر او را یک آئینہ بر کف نشست
مرا حقہ ہست از لعل و دُر	دو آئینہ دارم من از پشتِ دست

نظامی	خسرو
گر او را علم ہست بالائے سر	علمہائے او گرچہ بالا رس ست
مرا صد علم ہست بیرونِ در	مرا یک علم ہم زبالا بس ست
گر او شاہِ عالم شد از سروری	کمانِ وے ار صد شکار افگند
منم شاہِ خوباں بجاں پروری	یک ابروئے من صد ہزار افگند
	کمندِ وے ار صید بندد مدام
	من آنم کہ صیاد گیرم بدام
	نگینِ وے ار لعلِ رُمّانی ست
	نگینِ لبِ من سلیمانی ست

ان دونوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ کینفوی چینی اور کنیز چینی دونوں نے سکندر کی فرمایش پر گانا شروع کیا۔ کینفو کا نغمہ بہت طویل تھا۔ اول کا حصہ طوالت کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا۔ اُس کا آغاز اس طرح ہے کہ ؎

بہ آئینِ خوباں بہ شوخی و ناز
سرودے برآورد عاشق نواز

ایک دو شعر لکھ کر نظامی کے مندرجہ صدر دوسرے شعر کی طرح ایک عام تمہید سے اپنا فخریہ شروع کرتی ہی کہ ؎

چو بشگفت گل خوش بود بوستاں — ولیکن بہ ہمراہیِ دوستاں

چو بے صحبتِ ارجمنداں بود | چمن دور ازیں جائے زنداں بود

چند شعر کے بعد کہتی ہے ؎

کسے را کہ من باشم اندر کمند | چہ حاجت بہ بالائے سروِ بلند

اس کے بعد اپنا فخریہ نغمہ گاتی ہے جس میں ۴۵ شعر کے بعد مندرجہ بالا شعر یعنی ع

سکندر کہ گرد آبِ حیواں ہوس

آتا ہے۔ ان سب میں اس نے اپنے معشوقانہ کارنامے جتائے ہیں۔ مثلاً ؎

بیک حملہ بر پارسایاں زنم | بدیگر رہِ آشنایاں زنم
ہمہ خونِ خوباں بہ کش مے خورم | ولے نوش بادم کہ خوش مے خورم
بہ تیرے کہ زیں چشمِ مست افگنم | صفِ توبہ بار اشکست افگنم
چو یکسو کنم مقنع از طرفِ گوش | کلاہ از سر اندازم و سر ز دوش
منم قبلۂ روم و ابخاز ہم | کرشمہ مرا زیبد و ناز ہم
بہشتی ست ایں قامتِ چوں نگار | پر از سیب و بادام و نارنج و نار

وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام اوصاف جتا کر اور اپنے کو تمام خوبرویانِ جہاں سے فایق ثابت کر کے سکندر کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ سکندر آبِ حیواں کی طرف مجھ سے انسان کی تلاش میں گیا تھا۔ میری زلفِ معنبر کی خوشبو نہیں ملی تو ظلمات کی طرف رُخ کیا۔ مگر جب میرے خلوت خانہ میں پہنچ گیا تو چشمۂ زندگانی مل گیا۔ اب اس خیال سے کہ سکندر یہ نہ سمجھے کہ میں نے اُس کی اس درجہ قدر کی کہ اپنی محفل میں جگہ دی، وہ

اپنا تفوق اُس پر ثابت کرتی ہی اور رفتہ رفتہ کہتی ہے کہ اُس کی جگہ تخت زریں پر ہی اور میری جگہ اُس کے دل میں ہی۔ تمہید اور پھر اپنا تفوق دیگر خوب رویوں پر پھر خود سکندر پر کس عمدگی سے ثابت کرتی ہی۔ اور قلبِ شاہی میں اپنی جگہ حاصل کر لیتی ہی جو نہایت لطیف اور پاکیزہ پیرایہ ہے۔ کنیز چینی کا نغمہ اسی قدر ہی جو درج کیا گیا اول کے پانچ شعر عام ہیں یعنی ؎

کہ از شادی امشب جہاں را نویست	ہمہ شادی از دولتِ خسرویست
بہنگامِ گل خوش بود روزگار	بخندد جہاں چوں بخندد بہار
چو خورشیدِ روشن در آمد بہ اوج	ز روشن جہاں بر زند نورِ موج
جہاں چوں در آید بجولاں گری	زمیں رومی آرد صبا ششتری
گلِ سُرخ چوں کلہ بندد بہ باغ	فروزد ز ہر غنچہ چوں چراغ

چھٹے شعر میں کچھ اشارہ نغمہ زن کی طرف معلوم ہوتا ہی ؎

سکندر چو پیروزی آرد بچنگ
نہ زیبا بود آئینہ زیرِ زنگ

دفعتاً ساتویں شعر سے اپنا تفوق سکندر پر جتانا شرع کر دیتی ہی ؎

چو کیخسرو از مے شود جام گیر
چرا جام خالی بود در سریر

جیسا کہ مندرجۂ ذیل اشعار سے ثابت ہی، بادشاہ کو پکڑ لینا، اپنی زلف کی کمند بنا کر

بے خوف سکندر کی گردن میں ڈال دینا (جس طرح جلاّد مجرم کے گلے میں پھانسی ڈال دیتا ہی) اور اپنی کمند کو شاہ گیر ظاہر کرنا (جس سے سوائے سکندر کے اور کوئی مُراد نہیں لیا جاسکتا) بیان کیا گیا ہے ؎

شہ از ملک عالم گرفت اشگفت　　　من آں راگرفتم کہ عالم گرفت
کمندے من از زلف بر سازمش　　　نہ ترسم بہ گردن دراندازمش
گر او را کمندے بود ماہ گیر　　　مرا ہم کمندے بود شاہ گیر

اور ظاہر ہے کہ ایسے مطلق العنان اور فاتح سلاطین کے سامنے اس قسم کا طرز بیان اور پھر ایسی مجلس نشاط کے لئے زیادہ موزوں معلوم نہیں ہوتا بلکہ ادب اور رعب شاہی کے بھی مناسب نہیں ہی۔ بمقابلہ اس کے ع

مرا در دلِ اوست جائے نشست

سے ایک خاص دل ربایانہ انداز امیر خسرو نے نکالا ہی جو اس محفل طرب کے عین مناسب ہی۔ اُمید ہی کہ ناظرین کرام ان دونوں بیانوں کو مطالعہ فرمائیں گے۔ اور بھی اس پر لکھا جاسکتا ہی مگر بخوف طوالت نظر انداز کرتا ہوں۔

مختصر نویسی

مختصر نویسی بھی رزمیہ داستان کی خاص خوبی ہی یعنی بہت سے مضمون کو ایک شعر یا ایک مصرعہ میں ظاہر کر دینا اس مثال میں امیر کا مندرجۂ ذیل شعر پیش کیا جاسکتا ہی جس سے جنگ کا پورا خاکہ پیش نظر ہو جاتا ہی ؎

دراں وحش و صحرا در آویختند گرفتند و کشتند و خوں ریختند

یہ مضمون طویل ہو گیا اور دونوں اُستادانِ سخن کے کمالاتِ علمی کا اندازہ کرنے کے لئے اس قدر مقابلہ بھی کافی ہے اس لئے آیندہ جو کچھ لکھا جائے گا وہ صرف خسرو کے کلام کا انتخاب ہوگا۔

اخلاق و نصایح

اخلاق و نصایح میں عموماً شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ کا طرز اختیار کرتے مگر چونکہ یہ مثنوی خصوصاً نظامی کے طرز پر لکھی گئی ہی اس لئے دونوں بزرگوں کے طرز کی جھلک نظر آتی ہی جس کا نمونہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہی۔ اس میں خسرو نے اپنے فرزند کو نصیحت کی ہی اور پرانے طرز کی نصیحت نہیں جو محض بے ثباتی دنیا ہی پر محصور ہوتی ہے بلکہ روزی کمانے، ہنر و پیشہ سیکھنے اور مذہب کی پابندی، سچائی و راست بازی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہی جو مفید اور کارآمد ہونے کے ساتھ اس وقت تک نئی روشنی کی عینک سے بھی عمدہ نصیحت شمار ہو سکتی ہی۔ چند اشعار ذیل میں درج ہیں ؎

انتخاب از مواعظ برائے پسر خورد سال

مرو گردِ ہر در کہ نانت دہند درِ کعبہ زن تا امانت دہند

بجہدِ صفا صیقلِ سینہ کن دلِ آہنینِ خود آئینہ کن

ورت دل سیہ ماند و روت صاف چو آئینہ از خود نمائی ملاف

بروزِ جوانی چو پیراں گرائے　　بہ پیریت خود تن نہ جنبد زجائے
پئے رو کہ در نیک نامی کشد　　خیالے مپز کاں بخامی کشد
بہر کاری از راستی کن شعار　　کہ ہم رستہ گردی و ہم رستگار
وگر کارے از دیں فراتر بود　　مکن گرچہ شمشیر بر سر بود
چو بے بہرہ گردن زکسبِ حلال　　بہ از گنج بُردن بہ غصب و وبال
حلال آں کسے را دہد بر کہ وے　　بہ کشتِ ہنر آب ریزد زخوے
ہنر کو مثل ہست در نار دود　　ہنرمند را سر نیارد فرود
گدائے کہ ہست از ہنر بہرہ ور　　بہ از بادشازادۂ بے ہنر
چو مستے دہد سفلہ را دورباش　　کند ہمنشینانِ خود را خراش
ہر آں شعلہ کز آتشِ تیز رست　　بہ پیراہنِ خویش گیرد نخست

نصیحت بہ سکندر

جو نصیحتیں سکندر کو افلاطوں کی زبانی کی گئی ہیں وہ حقیقت میں ایسی نصیحتیں ہیں جو سکندر جیسے جلیل القدر بادشاہ کے قابل بھی ہیں۔ نمونہ کے طور پر چند اشعار اس جگہ نقل کئے جاتی ہیں۔

تو بیدار باش آشکار و نہاں　　کہ از پاست آباد خسپد جہاں
مکن ہرچہ عالم خورد غم ز تو　　تو در خواب و بیدار عالم تو
چو شہ راز دشمن یکے صد بود　　کند خوابِ خوش دشمنِ خود بود

چناں خسپ روزے کہ خسپی بسے کہ خوابِ پریشاں نہ بیند کسے
حکیم آں سخن را نہ برہرزہ گفت کہ شد فتنہ بیدار چوں شاہ خفت
اگر شحنۂ شہر خفتد خراب بیک گوشمالش برآور ز خواب
وگر سگ نکو پاسبانی کند شکم پر کنش تا شبانی کند
بہ بزم آنکہ مست ست ہشیار کن طرب با حریفانِ بیدار کن
بہ پرتاب داری رسد زخمِ تیر بود تیر اندیشہ آفاق گیر
بداں ساں شو از کینہ در کینہ خواہ کہ نے تیغ رنجہ شود نے سپاہ
مدہ تیغ را بر سیاست زباں کہ آہستہ باشد بخوں مرزباں
بہ حال ایں مثل زندگانی دہ است کہ جاں بخشی از جاں ستانی بہ است
چو فیروزیت باید اندر مصاف بکن گرد خرگاہِ دلہا طواف
بہ تیمار خدمت گراں کن پسیچ ز بد خدمتاں نیز دامن مپیچ
اگر مرد بیدار پروردنی ست گراں خواب را نیز غم خوردنی ست
مشو سخت گیر از خدادادہٗ کہ گردد غلامِ تو آزادہٗ
ترا بارگاہِ بریشم طناب خبر نہ ازاں سوزشِ آفتاب
ترا باد پایاں ز اندیشہ بیش میندیش ازاں لاشۂ پشت ریش
ترا توشہ داں پر ز حلوائے تر نظر کن بہ بے توشۂ راہ بر

مناظر

شاعری کا کمال اس میں دیکھا جاتا ہے کہ جس میدان یا موقع کا ذکر ہو وہاں کے حالات اس انداز پر بیان کئے جاویں کہ دیکھنے والے کو یہ گمان ہو کہ میں اس موقع پر ہوں اور اس کو دیکھ رہا ہوں۔ امیر خسرو نے اس مضمون کو جس طریقہ پر ادا فرمایا ہے اس کا نمونہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جشن کے لئے جو باغ آراستہ کیا گیا تھا اُس کی کیفیت دکھائی گئی ہے۔ استعارہ و تشبیہات و صنائع لفظی سے بھی (جو ایشیائی شاعری کا زیور خیال کی جاتی ہیں) کچھ کچھ کام لیا گیا ہے۔

ہم از اولِ بامداد آفتاب	بفرخندہ طالع در آمد زخواب
شدہ جلوہ گر نازنینانِ باغ	رُخ آراستہ ہر یکے چوں چراغ
بہ لالہ ز فردوس جام آمدہ	ز رضواں بہ گلبن سلام آمدہ
بنفشہ سرِ زلف را خم زدہ	گرہ در دلِ غنچہ محکم زدہ
زبس تری اندامِ زیبائے گل	شدہ پارہ پارہ سراپائے گل
ہوا بر سرِ سبزہ میر یخت سیم	مراغہ ہمی کرد بر گل نسیم
بہر شاخ مرغ ارغنوں ساختہ	بہر نغمہ گلبن سر انداختہ
غزل خوانیٔ بلبلِ صبح خیز	تمنائے مے خوارگاں کرد تیز
زنالیدنِ قمریٔ خوش نوا	کبوتر[1] معلق زناں در ہوا

[1] قمری کی آواز پر کبوتر کی بازی کرنے کو عاشقانہ وجد ظاہر کرنے کے نئی ترکیب ہے جس سے بندی کبوتر بازی دیدہ حظ اٹھا سکتے ہیں یہ رقص مدہوشی کی عمدہ اور نئی مثال ہے۔

ز بادِ بہاری ہوا مشکبو — عروسِ جہاں زآبِ گل شستہ رو

بساطِ گل از سبزہ گلشن شدہ — چراغِ گل از باد روشن شدہ

شدہ مشک بو غنچہ در زیر پوست — چو تعویذِ مشکیں بہ بازوئے دوست

کشادہ گلِ لعل جلبابِ نور — نظارہ کناں چشمِ نرگس ز دور

بروں کردہ سوسن زبانِ خموش — ہمی کرد ہر دم تقاضائے نوش

بہر چشمہ منقارِ بط آب گیر — چو مقراضِ زریں بقطعِ حریر

ازاں نغمہ کو غارتِ ہوش کرد — مغنی ترنم فراموش کرد

ز آوازِ دراج و رقص تدرو — سبک گشت درخاستن پائے سرو

علمائے دُنیا پرست

نہ آنست درویش مردِ خدائے — کہ بہرِ درم پیشِ شہ شد بہ پائے

بسیلیش پشمینہ بر کش ز دوش — کہ پوشیدہ دزدیست پشمینہ پوش

مبیں کاں گلیم ست تن پوشِ او — کہ آں دامِ مال ست بر دوشِ او

چو دامے کہ برداشت ماہی فروش — ز بہرِ درم ہائے ماہی بدوش

ہم از دام ماہی دل ایں نکتہ بیخت — چو ماہی کہ برداشت آبش بریخت

فقیرے کہ ناں از درِ شاہ جست — بباید زآبِ خودش دست شست

بہشتی بود شاہِ درویش خواہ — کنشتی ست درویش در کوئے شاہ

آخر کا شعر ایک عربی قول سے ماخوذ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ

نِعمَ الامیرُ علیٰ بابِ الفقیر　　وَبئسَ الفقیرُ علیٰ بابِ الامیر

بے ثباتیٔ دُنیا

دو درِ دارد این تنگنائے دراز　　کہ در رفتن و آمدن ہر دو باز
ازیں ہر زماں نوبتے مے رود　　یکے آید و دیگرے مے رود

ہندوستانی رسم و رواج و تشبیہات

امیر خسرو نے بعض بعض جگہ خاص ہندوستانی رسم و رواج بھی نظم کیے ہیں اور بعض تشبیہیں ایسی ہیں جن سے ہندوستانیت ظاہر ہوتی ہے۔ چند امور ذیل میں نمونہ کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

زبس ابلہی ہندوانِ کلال　　بدست آب نوشند باصد سفال

یعنی ہندو باوجود صدہا برتن موجود ہونے کے ہاتھ یعنی اوکھ سے پانی پیتے ہیں۔

شد از رنگِ سرخی سرِ کوہسار　　چو پیشانیِ پیل شنگرف دار

یعنی صبح کو کوہستان میں شفق کی سرخی اس طرح ظاہر ہوتی ہے جیسے سیاہ ہاتھی کی پیشانی پر سندور لگاتے ہیں۔

زنالیدنِ قمریِ خوش نوا　　کبوتر معلّق زناں در ہوا
چو کیسو کنم مقنع از طرفِ گوش　　کلاہ از سر اندازم و سر ز دوش
نہفتہ معجز گلِ خویش را　　نظر بستہ چشمِ بداندیش را

فارسی میں بُرقع وغیرہ استعمال ہوتا ہے۔ اور ہندوستان میں عورتیں آنچل یعنی اوڑھنی کا سرا منہ پر ڈال لیتی اور جب کسی سے مُنہ کھول کر بات کرنا ہوتی ہے تو ایک طرف سے آنچل سرکا لیتی ہیں اس کو خسرو نے بیان کیا ہے جب میں ایک طرف سے (ایک کان کی طرف سے) آنچل سرکا لیتی ہوں تو سر سے ٹوپی اور دوش سے سر الگ ہو جاتا ہے

چو مارے بدست آورد مار گیر

نواز د چنیں خونی را بہ شیر

ہندوستانی سپیرے سانپوں کو پکڑ کر دُودھ پلاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایران میں بھی یہ رواج ہو۔

خاتمہ

آئینۂ سکندری کی نسبت جو کچھ لکھنا تھا وہ لکھدیا گیا اس مختصر ریویو میں اس سے زیادہ نہیں لکھا جاسکتا ہم کو اصل کتاب کے طرز بیان کی نسبت کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔ غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہی کہ امیر خسرو نے عموماً مثنوی میں نظامی کا اتباع کیا ہی۔ اُن کے طرز کو نمونہ بنا کر اپنی مثنوی تیار کی ہی اکثر اشعار کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ مقابلہ پر لکھے گئے ہیں۔ مثلاً نظامی کے مبالغہ غلو کی یہ مثال زبان زد عوام ہی کہ

زمین شش شد و آسماں گشت ہشت   ز سُمِّ ستوراں دراں پہن دشت

گو اس میں تکرار شین نے کسی قدر ثقالت پیدا کردی ہی تاہم مبالغہ کی عمدہ مثال ہے۔

اس کے مقابلہ میں امیر لکھتے ہیں ؎

دراندام گاو آرد گشت اُستخواں   زلرزِ زمیں زیرِ قلبِ گراں

اسی طرح جا بجا اشعار سے پایا جاتا ہے کہ وہ مقابلہ پر لکھے ہوئے ہیں۔

آئینۂ سکندری کی عبارت صاف اور رواں ہی۔ یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایک فوّارہ ہے جس میں سے مضامین اُبلتے چلے آتے ہیں۔

زیادہ خود ستائی سے بھی کام نہیں لیا۔ جو امر بیان کرتے ہیں اکثر جگہ اُس کی علت بھی بیان کردیتے ہیں جس سے بے ساختہ پن زیادہ مترشح ہوتا ہی۔ سکندرنامۂ نظامی کی تحریر مُرصّع اور بلیغ ہی۔ خصوصاً میدان رزم کا سماں اس خوبی سے باندھتے ہیں

کہ جنگ کا منظر آنکھوں میں پھر جاتا ہے اور طرزِ کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نہایت ماہرِ فنِ کاری گر نے نہایت قرینہ قرینہ سے میناکاری کا کام کیا ہے۔ بعض جگہ اتنے بلند ہو جاتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ مجھ جیسے کم فہم اشخاص کی سمجھ سے بلند ہو جاتے ہیں بلکہ شارحین کو بھی تاویلات ہی کرنی پڑتی ہیں۔ میں نے مکرر اور متعدد جگہ سے دونوں کے کلام کو پڑھا۔ سکندر نامہ پڑھتا ہوں تو بے اختیار دل چاہتا ہے کہ اس کو ترجیح دی جائے۔ اور جب آئینۂ سکندری پڑھتا ہوں تو اُس کی خصوصیات اپنی طرف مائل کرتی ہیں۔ اس لئے ان میں سے کسی کے حق میں فیصلہ دینا ناظرینِ کلام کی نکتہ رس طبائع پر چھوڑتا ہوں اور دونوں بزرگوں کے حق میں (جو یکتائے روزگار ہیں) دعائے مغفرت کرکے ناظرین سے آمین کہنے کی درخواست کرتا ہوں۔ والسّلام

علیگڈھ: خاکسار

رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سعید احمدؐ فاروقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این مرآتِ صفا که نمودارِ آئینهٔ سکندری ست مصقلهٔ نامِ خالقِ صُوَر مصقّل گردانیده شد تا چون مواجههٔ صادق و عکس نما رسد صورتِ حالِ او موجّه روئے نماید انشاء اللّٰه المصوّر

جهان پادشاها خدائی تراست — ازل تا ابد پادشائی تراست
کشایندهٔ چشمِ بینش توئی — نگارندهٔ آفرینش توئی
توئی اوّل و آخرِ جمله چیز — نه آغاز داری نه انجام نیز
ز تو بی‌خبر عقل و دانش تباه — تصور بکارِ تو گم کرده راه
نه چون من بمقدارِ بینش کمی — که گنجی در اندیشهٔ آدمی
کمالت سخن را ورق سوخته — کم و بیش را دیده بر دوخته

ادب نیست الّا بفرمانِ تو — پژوهیدن از نهانِ تو
درِ کاردانی تو کردی پدید — خرد را بران در تو دادی کلید
توئی پیکر آرای مردم ز خاک — عمل دانِ گیتی بتقدیرِ پاک
تو دادی بدل گنجِ آماده را — تو کردی بلند آدمی زاده را
فلک را تو بستی گره در جهات — تو راندی قلم بر خطِ کائنات
ز خورد و بزرگ آنچه دارد سرشت — نبشتی بر آنسان که باید نبشت
ز صنعِ تو کارے بہر کارگاه — غلط را نه در کارگاهِ تو راه
هر آنچه آفریدی درین جوی ژرف — نهفتی درو کیمیائے شگرف
ز ملکِ تو یک ذره بیکار نیست — خرد را درین بارگه بار نیست
جهان را تو کردی پدید از نهان — زمین نیز در وے جهان در جهان
چنان این کهن نقطه را خواستی — به پرکارِ حکمت بیاراستی
مسلسل چنان کردی اجرام را — که پی نگسلد پیکِ اوهام را
بصد زیور آراستی روزگار — که محتاجِ آلت نگشتی بکار
دروغ ست کین وهم کوتاه بین — فلک را نهد کارسازِ زمین
زمین و فلک چون منت بنده اند — به تسلیمِ خدمت سر افگنده اند

۲- س- بدان در۔ ۳- ق و س- عمل دار گیتی۔ ۴- س- ہر دو مصراع مقدم و مؤخر ۱۲
۱۱- س- نقطه ۱۳- س- گہے فصل دے ماہ گاہے بہار

اگر صنعت از یاری چرخ زاد
چو چرخ آفریدی کہ یاریت داد

کنی جملہ ہستی بآئین و ساز
کہ ناید بہ نیروے غیرت نیاز

کمال تو کے ضبط گردوں شود
بدولاب دریا تہی چوں شود

اگر چرخ کوشد بصد گونہ زور
بروں ناید از نقش یک پای مور

کسے کو شد از پاے موری زبوں
توانائیش چوں تواں گفت چوں

ستارہ کہ یک حرف تست از قلم
چہ داند کہ در وے چہ کردی رقم

نگینے کہ بر خاتم جاے ساخت
کجا نقش خود را تواند شناخت

ہمہ رہ نوردان ایں نہ بساط
ق
کہ گاہے غم آرند گاہے نشاط

نہ از خویش ازیں گونہ برگشتہ اند
کہ یک یک ز حکم تو سر گشتہ اند

ز غیب آنچہ پیدا شود ہر نفس
قضائے خداوندی تست بس

توئی راز دار ضمیر ہمہ
بدرماندگی دستگیر ہمہ

سرے کز تو افتد کہ آرد ستاد
درے کش تو بندی کہ داند کشاد

تو ریزی بہر خاطر اندیشہ
بہر دل تو تلقین کنی پیشہ

تن روشن و جان پنہاں ز تو
ہمہ کس ز جاں زندہ و جاں ز تو

ہمہ زود میرد تو جاوید پائے
کہ ہرگز نہ مرد و نمیرد خدائے

---

۳ - س - بود - ۱۱ - س - توئی راز داں

مناجات در حضرتِ ملکِ بارکه حاجاتِ محتاجان را نزدیکِ عینِ عنایتِ او حاجتِ عرض نیست

شکسته پناها چو ز احسانِ پاک — سرشتی بدستِ خود این مشتِ خاک
کشیدی ز توقیعِ جودم طراز — که ره سوی ایمان کشادیم باز
کرم کردهٔ کافرِ بت پرست — چه کردی معاذالله این خاکِ پست
زبانِ من ار موی گردد بکام — نگوید ز شکرِ تو موئی تمام
چو دادی بگنجِ خودم دستگاه — مده دزد را سوی آن گنج راه
مپرس آنچه بد کرده ام یا صواب — که درخوردِ پرسش ندارم جواب
جفا پیشه را رستگاری ز تست — به آمرزشش امیدواری ز تست
به بخشائی ار بر همه عاصیان — خداوندیت را ندارد زیان
وگر زاهدان را بسوزی بنار — هم از عدل بیرون نباشد شمار
همه کارِ تو نیست الّا که داد — ترا تهمتِ ظلم نتوان نهاد
به هستی چو راهم تو دادی نخست — ز من هرچه خیزد بتقدیرِ تست
چو خود بستی این رقعه بر دامنم — عتاب از چه گردد به پیرامنم
ز گیتی چنانم بر انجامِ کار — که فردا نمانم ز تو شرمسار

---

۱۴ - س: ز من هرچه آید.

چنان دار بیدارم اندر جهان / که خفته نخوانند کارآگهان
چنان بر سوئے خوابگاہم فراز / که بیدار خسپم بخوابِ دراز
چنان زندگی ده بجانِ عزیز / که زنده بمانم پس از مرگ نیز
شناسا چنان کن دلِ ریش را / که بشناسد اندازهٔ خویش را
به نقصانِ خود چون تواند شناخت / کمالِ ترا نیز داند شناخت
گرم نعمتے داد خواہی نخست / بشکرِ خودم ده زبانی درست
در از من کنی رختِ این خانه دور / شکیبائیم ده که مانم صبور
چو دل در سر آرد پریشانیم / درے باز کن در پشیمانیم
گرفت ار چه جرمم سیاه و سپید / بعفوِ توام بیش ازان ست امید
چو فردا خجل گردم از کارِ خویش / مکن بسته بر من درِ بارِ خویش
چه باشد یکے ذرّهٔ خاکسار / که روزِ شمار آید اندر شمار
چو آوازِ صورم در آرد ز خواب / ز بارانِ رحمت بر دیم زن آب
مرا چشم تنگ و ہوس شاخ شاخ / عطائے ترا برگ و نعمت فراخ
چه دانم که در خفتن و خاستن / چه می باید از چون توئے خواستن
توام آن خرد بخش تا از بخشِ خاص / که آن خواہم از تو که یابم خلاص
من از حدِّ خود دم زنم چون چنال / تو اندازهٔ بخششِ خود رسال

---

۵ س: به نقصانِ خود چون شناسنده ساخت + کمالِ ترا نیز تواں شناخت.

زیادِ خودم سینه پر نور کن — فراموشیِ خود ز من دور کن
وجودِ مرا همتی ده بلند — کزین دخمه بیرون جهانم سمند
روم بی‌خود از خانه در کوی تو — به پرواز همت پرم سوی تو
نگون همتان را ز تو نور نیست — وگرنه ز ما راه تو دور نیست
دلی گر ز عونِ تو بنود شمار — چه خیزد ز صد همت و صد هزار
که در گنجد ار تو نگوئی بیا — درونِ سراپردهٔ کبریا
بسوی خودم خوان و فریاد رس — که غوغای شیطان درآمد ز پس
درین بادیه غول رهزن بسی ست — بمنزل شدن نی حدِ هر کسی ست
بسا رهروان کاندرین گم شدند — که هم دیو و هم دیو مردم شدند
تو دانی که این رهزنانِ هلاک — ز لا حولِ خسرو ندارند باک
چنان بر که چون من گرایم به تو — بدنبالِ پیغمبر آیم به تو

نعتِ آفتابی که صبحِ صادقِ والشمس وضحیها از جبههٔ میمونِ او جمال نمود و ماهی که نورِ ساطعِ والقمر اذا تلیها از غرهٔ روز افزونِ او کمال یافت

رسولِ قوی حجتِ آشکار — بحکمت درست و بحکم استوار

۲- س- جیفه - ۳- س: ددم - ایضاً س: بسزا د همت، بس: نیاید ز پس

محمد شہ لاجوردی سریر — کز و گشت ہستی عمارت پذیر
ز دروانۂ شرع رائت فراز — ز گنجِ فلک گوہر آمای راز
بہ مہمانیِ پیشگاہِ الست — طفیلی خورِ خوانِ او ہر کہ ہست
خدائے کہ ہستی پدیدار کرد — ز بہرِ وے ایں سکہ پُرکار کرد
سپہرے کہ بینی چو رخشندہ باغ — ز نورِ وے افروخت چندیں چراغ
ز باغِ رخش ہشت بستاں گلے — دراں باغ روح الامیں بلبلے
سلاطین زنِ مسندش ہر زماں — یزک بر یزک لشکرِ آسماں
کرم بیں کز احسانِ اُمت پناہ — گنہ ما کنیم او بود عذرخواہ
زبردست را گوہر افگن بہ تیغ — نوازش گرِ زیردستاں چو میغ
زمیں را کفش کیسہ دارِ جود — جہاں را تنش کیمیائے وجود
بحضرت کمر بستہ بر عزمِ کار — میانجی بہ آمرزشِ کردگار
وجودش ز دریائے رحمت نشاں — کہ رحمت براں ابرِ رحمت فشاں
زبانش یکے تیغِ عالم پناہ — کز و حک شدہ نامہ ہائے سیاہ
فلک خاکی از پاش بر داشتہ — ہزاراں چہ دوزخ انباشتہ
ہمہ لوحِ محفوظ در شانِ او — سیاہ و سپیدِ جہاں زانِ او
فروہشتہ منشوری از مشکناب — برآوردہ نہ خیمہ زیں یک طناب

---

۹ - س دق: گردن افگن بہ تیغ۔ ایضاً: نوازش کن۔ ۱۵ - س۔ ملک خاکی

ز گیسوی او نافه بو یافته	گل از روی او آبرو یافته
فرو خواند دیباچهٔ غیب را	رقم کرد توقیع لاریب را
حمایت نشین چرخ در مشت او	مه از داغ داران انگشت او
در چرخ را ماه قفل زرست	کلیدش انگشت پیغمبرست
هم از نور آن پنجهٔ مه شگاف	صف بدر بشکست روز مصاف
زمین و فلک یک غبار رهش	ازل تا ابد یک تماشاگهش
دم از راه درویشی برپی زده	قدم بر سر عرش و کرسی زده
بجائی که توسن برانگیخته	جناح ملائک فرو ریخته

صفت معراج مقتدائی که جماعت اسلام از محراب قاب قوسین او ادنی بشارت الصلوة معراج المؤمنین آورد تا هر موحدی را علاحده صاحب معراج گردانیده علیه الصلوات و التحیات و السلام

فلک ماه را چون شب افروز کرد	شب تیره پیرایهٔ روز کرد
رسید از فلک پیک فرخنده پی	فلک وار زو چرخ در گرد وی
براقی ز فکرت سبک گام تر	ز خورشید و مه روشن اندام تر

سوی دولت بی حسابش کشید | رکابی شد و در رکابش کشید

سوار سبک رو بعزم درست | شتابندگی را کمر کرد چست

بران رخش رخشنده بر شد چنان | که در لامکان در کشیدش عنان

نخستین شرف بیت اقصاش بود | ز اقصی ولایت در ادناش بود

علی القطع ببرید در یک زمان | بمقراض لا پردهٔ لامکان

چو مه سجده کردش در افگندگی | هلال خودش خواند در بندگی

عطارد که مغزش ز خورشید تافت | ز دیدار او تربیت تازه یافت

همان زهره کز شرعش آگاه بود | کمانچه بکش کرده بگریخت زود

خور از مسند آورد رو بر زمین | رها کرد مسند به مسندنشین

بره گشت مریخ سرهنگ او | کله سوده بر نعل شبرنگ او

شتابنده برجیس از پیش خاست | متاع سعادت به دریوزه خواست

زحل روی مالیده چندان براه | که شد روی او روشن و ره سیاه

چو پا بر ثوابت نهاد استوار | شکوهش ربود از ثوابت قرار

پس از انجم هشتمین انجمن | بعزم نهم گشت هنگامه زن

علم بر نهم فرش اطلس کشید | قلم بر جهات مسدس کشید

سوی عالمی شد که عالم نماند | دویم در میان سایهٔ هم نماند

همای شد ز اوج عزت پرید | همائی که کس سایهٔ او ندید

چناں کرد بر شاخِ قربِ آشیاں | که خود ہم نگنجید اندر میاں
چو از ہستیِ خویش نامید گشت | دراں نیستی ہستِ جاوید گشت
بزد بر غرض ناوکِ سخت کوش | زه از قابِ قوسین آمد بگوش
حجابِ خیال از میاں بر گرفت | نظاره بنورِ نہاں در گرفت
بروں آمد از پردهٔ بودِ خویش | نگه کرد بے پرده مقصودِ خویش
بمنزل خراماں شد از بارگاه | بپایش درم ریز خورشید و ماه
فروزاں چو شمعے ز نورِ حضور | ملائک چو پروانه در گردِ نور
عروسانِ فردوس در انتظار | که روبند از پاے نازک غبار
گلے را که برچید ازاں بوستاں | ره آوردی آورد بر دوستاں
جمالی بخوباں ازاں باغ داد | برخسارِ شاں خالِ مازاغ داد
خوشا وقت آں میہمانانِ باغ | که گشتند ازاں گل معطر دماغ
یکی راست گوئی که در کنجِ غار | نهاد از پئے گنج پا پیشِ مار
دویم دادوے آں که از دستِ زور | به انگشتِ خود دیو را کرد کور
سیوم آں که قرآنِ منشور داد | دو شمع از شبستانِ او نور داد
چہارم دلاور سوارے که دید | درِ خیبر از ذوالفقارش کلید
شده خانهٔ شرع را از نخست | بداں چار ارکاں عمارت درست

---

۵ - س ۲: معبودِ خویش - ۱۰ - س: داغ مازاغ داد - ۱۳ - م ق: دویم دادرِ عدل -

ریاحین دیگر گزین گلشنند | چو در گرد ماه انجم روشنند
زہے برج آن ماهِ ناکاسته | که باشد برین انجم آراسته
دلم جائے آن انجم ماه باد | مرا نورِ ایشان مشعلِ راه باد
زہے راهِ خسرو که در برتری | کند نورِ آن انجمش رهبری

مدحِ شیخ عالم اجل محی السنن نظام الملت فضیلی که قدمِ بشر حافی را از نعلینِ طریقت فرو پوشید و ادہمی که سرّی سقطی را از سرِ صفا روشن کرد

دلم چون بگوهر کشی خاص گشت | بدریای اندیشه غوّاص گشت
بهر غوطه چندان برون ریخت دُر | که دریا تهی گشت و آفاق پُر
نثاری کزان دُر برانگیختیم | بدرگاهِ پیغمبرش ریختیم
من افشاندم و آسمان برگرفت | عطارد ببوسید و بر سر گرفت
مرا گاهِ افشاندنِ آن نثار | بسے دخل شد لولوے شاهوار
دریغ آیدم کاین چنین گوهرے | برم تحفه در خدمتِ دیگرے
ادب نایدم بیش ازین در ضمیر | کزان سازم آرایشِ مدحِ پیر

---

۱۳ ـ بس، ل: بسے خرج شد

پناهِ جهان دینِ حق را نظام   رهِ قدس را پیشوای تمام
بحجّت مسیحِ درآخر زمان   بر اهلِ زمین حجّتِ آسمان
جهان زنده از جانِ بیدارِ او   زمین روشن از روزِ بازارِ او
همه شب زشبخیزیِ بی ریا   کمند افگنِ کنگرِ کبریا
زظلماتِ شب کرده کحلِ بصر   بنظارهٔ غیب صاحب نظر
زبس سجده کردن بمحرابِ دین   شده حاجبِ خاصِ روح الامین
قدم گاهش از پایهٔ عرش بیش   کفِ پایش از بوسهٔ خلق ریش
نمازِ وی از معرجِ برتری   نمود ازمعراجِ پیغمبری
بدان تا خرامد به بالا ز پست   نهاده قدم بر سرِ هرچه هست
نگفته زدیبا و اکسون سخن   شرف کرده از ژنده های کهن
زمین و فلک ورد لایت حدش   دلی گوشهٔ بوریا مسندش
زنعلین چوبی شده تخت گیر   یکی کرسیش گشته دیگر سریر
به بیماری دل طبیب ست فرد   کزو کرده درمان ببازارِ درد
بر اهلِ طلب در نمودارِ کار   بدستوریِ غیب فرمان گذار
ضمیرش درِ قدس را پردگی   پناهنده را داده پروردگی
گران سنگیِ او بهر دست برد   پسے بیضهٔ دیو را کرده خورد

---

۵ - م ق: صادق نظر - ۸ - ق: نمازِ وی از پایهٔ برتری

گره مفلس و توشه‌دان پر ز دُر — شکم خالی و دل ز گنجینه پر
اگر پیش و پس آفاق پر زر بود — ز ابر کفش در زمان تر بود
ز دنیا محیطی به پیرامنش — مبرا ز آلودگی دامنش
ز سرچشمهٔ عیش آب دهان — به آب وضو شسته دست از جهان
دم خلق او چون صبا جان نواز — نوالش همه وقت مهمان نواز
زبانش ز لوح سما رانده حرف — دلش عشق را گنج‌دانی شگرف
چو از سوزش دل دم خوش زده — بصد خرمن هستی آتش زده
ز نظارهٔ روی آن آفتاب — همه پاک‌چشمان و دیده پر آب
بر آلودگان چون زده موج پاک — فرو شسته ز آلایش آب و خاک
برد بار خلق ارچه بسیار تر — کسی نیست از وی سبکبار تر
فلک گر بعهدش نگردد بخیر — فلک را عنان باز پیچد ز سیر
بجایی که ماند آن قدم تا بدیر — بلای ز گردون نیاید بزیر
هر آن ناتوان کز درش زر یافت — اجل رحمت خویش ازو دریافت
براهی که آن پای آرد شتاب — بتعظیم بوسد زمین آفتاب
صفا را ازو روشن آئینها — دمش روشنائی ده سینها
رسیده ز پروانهٔ آسمان — چراغی بظلمات آخر زمان

---

۶ ـ م: ز لوح سما خوانده حرف ـ ۱۱ ـ س: عنان فلک

جهان زو همه وقت پرنور باد — زمین از درش بیت معمور باد

در علو درجت و منزلت شمس السلاطین علی العالمین
علاء الدنیا والدین مد الله ظلاله علی الدنیا الی یوم الدین
بنبی الامیین صلی الله علیه و سلم آمین آمین

خرامان شو ای خامهٔ گنج ریز — بدر سفتن الماس را دار تیز
بهر حرفی آرایشی ساز کن — بهر نکته گوش فلک باز کن
سخن را چنان پایه برکش به ماه — که بوسد بجرأت کف پای شاه
شهی کآسمان بر درش گاه بار — ز پروین و جوزا فشاند نثار
علاء دین اسکندر تاج بخش — ز رفعت بگردون روان کرد رخش
محمد جهانگیر حیدر مصاف — که از پیش او پس خزد کوه قاف
چراغی بنور حق افروخته — عدو را به پروانگی سوخته
صفاتش در اندیشه بیش از کمال — نوالش باندازه بیش از خیال
بده گز قبا گرچه گنجد تنش — نگنجد به عالم دل روشنش
جهانی است او در قبای نهان — دل روشنش خود جهان در جهان

---

۱۰ - س - ردزبار

زبس کش بعالم نگنجید ذات — فلک پس خزیده زبهر شش جهات
زہمت چناں ساختہ نردباں — کہ بر رفتہ قدرش بہفت آسماں
نہاں بر درش خدمت آموختہ — نظر تیز بر پشتِ پا دوختہ
نگہہ گر کند سوے خورشید تیز — چو ذراتِ خاکش نہد ریز ریز
وگر ذرہ را بخشد از مہر تاب — دہد پایہ بالاترش ز آفتاب
درم گر خطابش بر آراست چہر — سزد کافتابی کند بر سپہر
سپہر از پئے نامش ایں کار کرد — کہ خورشید را شکلِ دینار کرد
خطے کاں توقیعِ او محکم ست — یکے بہر ملکیتِ عالم ست
ورق ہاے منشورِ او ہر زماں — جہاں راست از فتنہ حرزِ اماں
زنامش فلک معتقد زیرِ پوست — چو افسوں کہ آرد کسی سوے دوست
چناں کند خارِ ستم را ز راہ — کہ ہموار شد فتنہ را خواب گاہ
بکیں شیر دنداں کنوں کم زند — مگر کو ز تپ لرزہ برہم زند
سپاہش گرانی بریں سو فگند — کہ شد ہند پست و خراساں بلند
جنیبت چو در زیرِ راں آورند — تزلزل بہفت آسماں آورند
سمندش چو برابر جولاں زند — ہمہ تیر بر پشتِ مرغاں زند
زبارانِ تیرش عدو در بلاست — کہ پیکانِ او ناودانِ قضاست

۱- ق۲: صفاتش رسیده بهر شش جهات - ۸ - س۲: خطے بہر ملکیت ۱۴- س۲،۱- زیراں آورد د) آسماں آورد د

کشاید چو تیرِ جگرگاه را | رسد دولتِ تیر بدخواه را
ز تیرش گر از دست شد عدو کاسته | شده کیشِ پیغمبر آراسته
قیامت که فرد است و زش عیان | ز سهمش سر فرد افکند در میان
بهر ار زند زور چنگال را | فراهم کند پاره امسال را
کمانش چو زابرو اشارت کند | جهانی بیک تیر غارت کند
چو در روی هیجا ز پیکانِ تیز | ق | به نیروی بازو شود خصم ریز
درو شانهٔ پیلِ کین جوی را | چه شانه که رد زن کند موی را
سپاهی چو طوفانِ آتش بتاب | کشد تیغِ شاهش بیک قطره آب
گرفته ری و روم تیغش بجنگ | ولی زنگ نه گرفته هرگز ز ننگ
ز شمشیر آتش بدریا زده | ز نیزه ثری بر ثریا زده
برزمش شگفته دلِ دشمنان | نه از باد سوری ز خارِ سنان
چو رخش سنان بر سر افراخته | خله در دلِ انجم انداخته
سنانش به تیزی شده غمزه زن | بهر چشم زد برده دلها ز تن
بجائے کہ آن رمحِ والا بود | زمین تا فلک نیزه بالا بود
ز بهرِ شکم های رؤیین تنان | ز مغزِ یلان چرب کرده سنان
ز زلفی که از پرچم انگیخته | بهر تارِ موصد دل آویخته
به تنها دریده صفِ خسروان | که هم پادشاه است و هم پهلوان

چو خار آسگانی کند آهنش / چه پولادِ هندی چه روئین تنش

چه مردی کند چرخ در دار و گیر / که تیرِ کهن دارد و ترک پیر

سلاحش مرّیخ شمشیر بند / علمدار او آفتابِ بلند

ز چترِ سیاهش که شد زیبِ تخت / چو طفل از شبِ عید ناخفته بخت

همای که بر چترِ او کرد جای / شده فرخ از سایهٔ او همای

نه ترسد ز زور آوران در گزند / مگر از ضعیفانِ نازورمند

زر از پادشاهانِ سخت انتقام / ستاند به شمشیر و ریزد بجام

به سختی کشد گنجِ شاهان ز بار / به نرمی کند بر گدایان نثار

بر آرد ز خاکِ سیه زرِ پاک / به بخشندگی باز ریزد بخاک

گهِ معدلت سوی درویش شاه / بیک چشم بیند چو خورشید و ماه

بگاهِ عطا زان کفِ بحر جوش / زرِ صامت از ریختن در خروش

عجب صامتی بین که فریاد کرد / عجب تر که فریاد از داد کرد

چنان باد بر سیم و زر جورِ شاه / که فریادِ عدلی بر آید ز ماه

در خطاب زمین بوس آن پادشاه که در لوحِ محفوظ جهاندارِ بیدارش خوانند و از قلمِ تقدیر امیرِ سرمدش نوشتند خلد الله ملکه و خلد علائه

جهان خسروا تا برسمِ کیان   ق   نشستی بر اورنگِ فرخ بیان

چنان عالم آرائے گشتی ز داد — که شد ملک را عهدِ شاهان زیاد
نماند از همه عرصهٔ خاک و آب — بعهدِ تو جز جانِ دشمن خراب
همه وقت بابِ جهان کار تست — ترا پاسبان بختِ بیدار تست
بر آن کس که گیتیت دید شاخ و برگ — گر امروز ریش ست فرداش مرگ
دگر رحمت آری بمسکین و ریش — دهی روزیِ پارش امسال بیش
زمین آسمانت بخواندے ز شرم — ولی آفتابت شد آواز گرم
چو نوبت زنت گشت نوبت نواز — ز غلغل در آسمان کرد باز
جنابِ تو از بختِ فیروزمند — چو اندیشهٔ بختِ یاران بلند
سری کو بد اندیشیت پیشه کرد — سرِ خویش در کارِ اندیشه کرد
مخالف که از فتنه جنبد تنش — سرش وامِ شاهست بر گردنش
اگر فرصتے یافت خصمت ببین — وَ اُملی لَهُم اِنَّ کَیدی مَتِین
ز خاکِ درت رهِ همه روم و روس — شهان کرده گلگونه همچون عروس
رسد خاکِ پایت ار بچین و ختن — خرنده بجو سنجدش نے ثمن
دوال از دو دیده پسندیدگان — بخاکِ درت چون تهی دیدگان
همه خسروان ادر ایوانِ تو — خله در دل از چوبِ دربانِ تو
درت بار داده به برنا و پیر — ندای مکارم زبانگِ صریر

٢- س ا: نماند ار همه عرصه - ١١- س ا: اگر مهلتے یافت

چو بیند به مهر آسمانِ بلند — کند سنگ را گوهرِ ارجمند
تو کت ز آسمان همت افزون بود — نگه کن که تا مهرِ تو چون بود
چو گنجور تو گنج در جسم کند — بعمد از در قفل را گم کند
زجودت کزو گم شد امیدوار — هم امید معزول و هم انتظار
بود زهره بر یادِ بزمِ تو شاد — چو مطرب که مهمانی آرد بیاد
بجامِ جم آراسته مشتِ تو — نگینِ سلیمان در انگشتِ تو
صدف کو بدریا درون دُر کند — زبارانِ دستت شکم پر کند
بدورِ تو در دورِ عالم تمام — همه بادهٔ کامرانی بجام
ازان باده کآفاق را کرد مست — سیاست شده فرض بر هر که هست
چو از خسروان در پزیری سپاس — ز خسرو همین نکته را دار پاس
زهی کز نوازش گرہیاے شاه — بدانش بود از عطارد کلاه
بسر بر کلاهِ چنین ز اخترم — بکس چون فرود آید اختر سرم
زرِ من چو خورشید زان تافته است — که از بذلِ شه چاشنی یافته است
بر آنم کزین نقدِ کامل عیار — بگیتی زنم سکهٔ نامدار
نمودار گنجینه‌های کهن — کنم روشن از کیمیای سخن
چو اقبالِ تو می‌دهد یاریم — تماشا کن اکنون هنرکاریم

۸ - س ۲: به کامرانی بجام - ۱۳ - ق ۲: ایمنی یافته است

امید ست کز بخشش کردگار — نمانم درین داوری شرمسار
خیالی برون آرم از نشان خویش — که نبود نظیرش بدوران خویش
چو کامل شود پیکر این حریر — ز پیکر نگار از کرم درپذیر
چو رونق نهی در متاع کسان — کساد مرا نیز رونق رسان
همیشه به نیکی و نیک اختری — بمان بر سر تخت اسکندری
ز بازوی تو شد ملک استوار — کمربند تو چون سکندر هزار
خضر وار عمر فراوانت باد — می اندر قدح آب حیوانت باد
بیا ساقی آن چشمهٔ زندگی — که یابد ازو عمر پایندگی
مرا ده که من خضر پیمانیم — ثنا گوی اسکندر ثانیم
بیا مطرب آن نغمه زن در سرود — کزو آب حیوان درآید برود
برآور بدان گونه بانگ رباب — که اسکندر خفته خیزد ز خواب

گفتار در مرتبه که هیچ حیوان سرنگون سار جز مردم سرافراز بلند آثار بکنگرهٔ سخن نرسد و سبب گرد کردن گوهری چند که از سلک نظامی یتیم مانده بود و لختی از گلهای طیب خویش که از حال نهی تا محل نهی و هنیه مانده است

---

۴ - ق ۲ - متاع مرا -

بر روی آب آوردن و گردن مجالاتِ این قصه را که بستری
ضبطِ عشق و تاریخ نست بعقلِ عقلی معقولِ لاامکان کردن

زهی سکهٔ کیمیائے سخن — که یک جو درو نیست جای سخن
گرامی کن گوهرِ آدمی — گرامی ترِ جوهرِ آدمی
بهر خانه زو صلح و جنگی دگر — بهر دل شتابِ دو رنگی دگر
بهاری بصد نیکوئی خاسته — عروسی بصد زیور آراسته
رقم سنجِ وحیِ فرستادگان — شرف نامهٔ آدمی زادگان
سخن گر نه جانست بنگر بهوش — چرا مردمِ مرده ماند خموش
اگر عمرِ جاوید خوانی همونست — وگر چشمهٔ زندگانی همونست
بدو آشکارا نهانِ جهان — بگوشش آشکارا زدیده نهان
زچندین دهان نکته بیرون فشاند — هنوزش چو دیدیم ناگفته ماند
ازین نقد کو صرفِ حالی نگشت — جهان پر شد و کیسه خالی نگشت
بچندین صدف درِّ خورشید تاب — ز دریای چیست یکقطره آب
کجا ره برد کس ببازارِ او — که روشن کند قیمتِ کارِ او
خزینه چو گنجور جان را سپرد — کلیدِ خزینه زبان را سپرد
نگشتی گر از درج درِّ مر زبان — دهان بستگان را که دادی زبان

زباں کز چناں گنج دارد گهر — شب و روز با او وزد بے خبر
نگارے چنیں در وفا همه — وزد بے خبر مانن رائے همه
چه بدعهدیِ مردمِ ناسپاس — که ملکِ چنیں را نه حق شناس
اگر دانی اندازهٔ کارِ خویش — نگوئی مگر شکرِ گفتارِ خویش
عنایت نگر ز آستانِ الست — که گشت ایں ولایت مرا زیرِ دست
کرم بین و فضلِ الٰهی مرا — که دادند ایں ملکِ شاهی مرا
چو پایم بریں باغِ رضواں رسید — درش را به من داد رضواں کلید
کشادم درِ باغِ آراسته — شدم باغ را سروِ نوخاسته
بهر میوه و گل که چیدم دراں — بخیلی نکردم چو تنها خوراں
که مستاں چو جامِ مصفّا خورند — مروّت نباشد که تنها خورند
ربودم ز گلگشتِ ایں بوستاں — بسے سیب و نار از پئے دوستاں
بساطی فگندم بصحرائے او — که پا کوفت عقل از تماشائے او
منه تهمتِ خوانِ نیک و بدم — که اجرائے خور دستِ بختِ خودم
ابا کسم خوش نیاید به کام — که یا نیم پخته است یا جمله خام
وگر پخته شد نا فراهم‌تر ست — که یا شور یا چاشنی کمتر ست
بغربالِ فکر آنچه من بیختم — به اندازِ در وے نمک ریختم

۶- ق: که داد اندریں ملک شاهی مرا۔ ایضاً: س۲ پایه.

کسے کیں نمک خورد بر خوانِ من — فرامش نہ گشتش نمکدانِ من
بخوانِ کساں سرکہ گر زکس بود — ترشروئیِ میزباں زاں بس بود
مرا زیر پائی بدیں نیکوئی — چرا سرکہ ریزم بہ تندابروئی
بزرگاں کہ در گردِ خوانِ من اند — بہ نزلِ ابد میہمانِ من اند
خورش اندک و میہماں بیشمار — ہمہ خوردہ و او ہمچناں برقرار
برآں کس مباد ایں حلاوت حلال — کہ خاشاک پوشد بر آبِ زُلال
کسے کو کند سوئے انصاف پشت — بہشت آورد کامِ خود را درشت
سگے کو بمردار جاں پرورد — ہم از استخواں استخواں پرورد
نہ ہر کو زند لافِ گوہرکشی — کند پیشِ گوہرکشاں سرکشی
بہ نزدیکِ دانا ندارد فروغ — بہر کوئی برزنِ فغانِ دروغ
بچشمِ کساں کز بصر یافت نور — پدیدست نقدِ درمِ ہر کس ز دور
شبے گر جہد گربہ ہفتاد بام — بعیاریش بر نیارند نام
دگر موش نقب افگند صد حصار — ہم از نامِ مردے نیاید شمار
دغاباز را پاکباز افسرست — کہ سر بردِ گر دست بر دیگرست
مرا زیں خزینہ کہ دارم بدہر — دروغ آفرینیست از خلق بہر
چو زیں نقد ہر کیسۂ فن تہیست — حسد بردنِ دشمناں زابلہیست
تو اے حاسد ایمن شو از سوختن — کزیں ان نشاید کلہ دوختن

دلم کز دو صد گنج دارد شگیفت ‏ ‏ بخشک آفرینش نتوان فریفت
نه زیباست نزدیکِ کار آگهان ‏ ‏ بتحسین شدن شاد چون ابلهان
دمی خوردن و در تکبّر شدن ‏ ‏ ز بادی چو مشکِ تهی پُر شدن
چو بیش و کمی نیست در مغز و پوست ‏ ق ‏ ز نفرینِ بدخواه و تحسینِ دوست
ندانم چرا مردمِ سنگ دل ‏ ‏ ازین شاد گردد و زان تنگدل
ولیک آبگینه بود طبع تیز ‏ ‏ کز آسیبِ سنگی شود ریز ریز
چو بر خوشهٔ پخته بارد تگرگ ‏ ‏ پراگنده گرداندش بار و برگ
هر آن طعنه کز کم عیاران بود ‏ ‏ به پیرامنِ مایه داران بود
تونگر ز رهزن بود بیمناک ‏ ‏ تهی کیسه را از گره بر چه باک
هنرمند بر بی‌هنر کم زند ‏ ‏ هنرمند را زخم محکم زند
نگیرد کسے خورده برنا تمام ‏ ‏ که از آتش ایمن بود عودِ خام
مرا چند ازین هرزه پیراستن ‏ ‏ بدریوزهٔ مجلس آراستن
شدن گرد هر کوی هنگامه جوے ‏ ‏ چو هنگامه گیرانِ بیهوده گوے
مشعبد که خود را نداند عزیز ‏ ‏ صد افسانه گوید به نیمے پشیز
سخن گرچه شکّر فروشِ منست ‏ ‏ امل چاشنی گیرِ نوشِ منست
دهن گرچه جان را گرامی نمود ‏ ‏ چو خود را گرامی ندارم چه سود

۱۶- س: دلم گرچه.

سخن را ابر زر گفتن از خوی تنگ | بود نرخ یاقوت کردن بسنگ
دهان را بخاک رضا انباشتن | به از گفتن و بس طمع داشتن
متاعِ سخن گوهرِ بی بهاست | چو پیشِ خسانش برم کهرباست
چه ریزم گهر در کنارِ کسی | که قیمت کند گوهری را خسی
خرِ ناتوان گر بود مُردنش | نه بندند تعویذ در گردنش
چه گویم که دانا بعالم نماند | کریم ارچه ناداں بود هم نماند
تهی مایگانِ کشاده جبیں | به از تنگ چشمانِ باریک بیں
گر امیدِ بخشش ندارم ز کس | مرا بخشش از طبعِ بخشنده بس
ترا گر خزینه ز پیش و پس ست | خزینه مرا سینهٔ من بس ست
هنرمند باشد ترازوی مرد | چه سنجد ترازوی دُر خاکِ زرد
چه داند کسی تا نگوید درم | که تا چند دریاست در گوهرم
مخالف که ناید ببازارِ من | چه روشن کند قیمتِ کارِ من
کنند ابلهان نسبتم را عیب | بمشتِ دغل سنجِ ابله فریب
کسی کز حلاوت ندارد خبر | هلیله نهد نامِ خرمای تر
برون حنظل از سیبِ رنگین ترست | درون هر کی این زهر و آن شکرست
نی و نیشکر هر دو دارند بند | ولی هیزمست این و آن شاخِ قند

۳- ق ا: چو پیشِ خسانش بری کهرباست - ۱۰- م د ق و س ا: هنر سنج باشد - ۱۲

مرا چون منی داند آیین و بهر   چو در بینی آن خود نباشد بدهر
وگر باشد از ملکِ عالم کسے   تهی کیسه‌تر باشد از من بسے
هنرمند کش برگ نه بود فراخ   چه میوه دهد دیگری را ز شاخ
بشهر این مثل شهرهٔ عالم است   که هر کش هنر بیش روزی کم است
مرا صد فغان زین هنرهای خام   که نزدِ خرد هست عیبِ تمام
همه روز عمرم بخفتن گذشت   شبِ من در افسانه گفتن گذشت
نه دل گشت بیدار ازین خواب دیر   نه زین هرزه گوئی زبان گشت سیر
چو در عالمِ دل مرا بار نیست   که خفاش را با ضیا کار نیست
زبانی کزو در خویِ خون زیم   نباشد گران نیز بس چون زیم
چو زان می نیارم که جان خوش کنم   بدین سر که باری دهان خوش کنم
اگر دولتِ آن جهانم نه بود   ز من این جهان را که آزرد بود
چو نو کرده‌ام سکه پیش را   چرا کم زنم سکه خویش را
من و کنجِ تنهائی و گنجِ راز   دل از حرص و عقل از طمع بی‌نیاز
برآراسته توشهٔ جان و تن   ز دریوزهٔ همتِ خویشتن
ز خاشاک و خس رُفته صحنِ سرای   کشیده بدامانِ اندیشه پای
بدستوریِ طبعِ دریا نشان   دُر افشانم از کلکِ دریا فشان
ازان می که جان را نهانی دهم   بروحانیان دستگانی دهم

شرابی رسانم دلِ ریش را — که از مردن ایمن کنم خویش را
خضر زان رحیقی که خود نوش کرد — حریفانِ خود را فراموش کرد
چو در چشمهٔ زندگی در کشاد — به اسکندرِ تشنه آبی نداد
کنون بین که از آبِ حیوانِ خویش — تنش زنده کردم بدورانِ خویش
چو در باز کردم نخست از قلم — زمطلع به انوار دادم علم
وزان انگبین شربت آمیختم — بشیرین و خسرو فرو ریختم
وزانجا فرس بشتر تاختم — بمجنون و لیلیٰ سر افراختم
کنون بر سریرِ هنر پروری — کنم جلوهٔ ملک اسکندری
ز دانا هر آن دُر که ناسُفته ماند — فشانم بنوعی که دانم فشاند
هنر پرورِ گنجه گر پایه پیش — که گنجِ هنر داشت ز اندازه بیش
نظر چون برین جامِ صهبا گماشت — ستد صافی و دُرد برما گذاشت
من ار چه بدان می گران سر شوم — کجا با حریفان برابر شوم
خیالی که در شرحِ این داستان — رقم داشت از نسخهٔ راستان
چه گویا خردمندِ آفاق بود — نخواند آن ورق کز خرد طاق بود
چو این مهره در عقدِ باز و نهاد — بسنجید و پس در ترازو نهاد
همه پیکرے جلوه کرد از سریر — که هر جا که باشد بود دلپذیر

---

۵ - ق: چو در بار گشتم نخست از قلم - ۱۲

ز رازی برافگند سرپوش را ‌ ‌ ‌ که ناگفته باور شود گوش را
سخن گر خرد بر نیارد علم ‌ ‌ ‌ مکش در قلم بلکه درکش قلم
چو خواهی که گم گردد انگشت پیچ ‌ ‌ ‌ باندیشه گو دیدنیش هیچ
طراز هنر قصهٔ خام را ‌ ‌ ‌ نبشتن بمشک ست دشنام را
سیاهان که گلگونه بر رو کنند ‌ ‌ ‌ بخندیدنِ مردمان خو کنند
مرا کین هوس در دل افگند جوش ‌ ‌ ‌ دلم چون گزارد که مانم خموش
چو کردم بسنجیدن اندیشه چست ‌ ‌ ‌ چه ناباور افسانه وچه درست
چو گوهر همه سفت گوهر پذیر ‌ ‌ ‌ من از مهره سفتن ندانم گزیر
ترا هرچه در وی نماید محال ‌ ‌ ‌ گنه بر کسی نه که بست این خیال
درین نکته بر من شمارد حکیم ‌ ‌ ‌ محالاتِ شعرست رسمِ قدیم
در آئینِ تاریخهائے کهن ‌ ‌ ‌ فراوان بود بیش و کم در سخن
سکندر که فرخ جهان شاه بود ‌ ق ‌ بفرخندگی خاصِ درگاه بود
گروهی زدند از ولایت درش ‌ ‌ ‌ گروهی نبشتند پیغمبرش
بتحقیق چون کرده شد بازجست ‌ ‌ ‌ درستی شدش بر ولایت درست
شگفتی که دانا برو بازبست ‌ ‌ ‌ گر اعجاز نبود کرامات هست
گر افتد به پیغمبران داوری ‌ ‌ ‌ زند سکّه ز اعجازِ پیغمبری
دگر قصه با اولیا سر زند ‌ ‌ ‌ ز کشف و کرامات سر بر زند

چو این سکه در دین درست رواست | عنان ز استواری کشیدن خطاست
رهی کایزدی گشت بازار او | شگفتی نه باشد نمودار او
کسی کآید از بهرِ کارے پدید | بر آن قفل ناچار باید کلید
جهان دانشه کایزدش یار گشت | بعالم کشائی پدیدار گشت
همه زیرِ شش آن توسنی گشته رام | که آسان تواند رسیدن بکام
بخشکی رهش را خضر پاس داشت | بتری گرایش بالیاس داشت
وگر لشکرش ماند بی طعم و نوش | بیک خوشه شد کارسازش سروش
ور اختر ظلمت زدائیش داد | یکی بادبانی رهائیش داد
ورش چاره مشکل افتاد پیش | حلش کرد ارسطوی فرزانه کیش
وگر شد بدریا روان رهگرای | وکیلِ محیط آمدش رهنمای
وگر عقده ز اختران گشت سخت | گشاد از فلاطونِ فرخنده بخت
وگر حاجت آمد بدیو و پری | بلنیاس نو کردش افسونگری
سرانِ زمین در ته دامنش | سرِ دشمنانِ بالا به پیرامنش
حکیمانِ دانا و پیغمبران | خردمندیِ خود زیادت بران
کسی را که چندین خدا داد دست | عجب چون بود گر کند هر چه هست

۱ - س ۲: عنان تافتن ز استواری خطاست - ۱۰ - م و س ۱: بدریا درون ۱۲
۱۵ - ق ۱: چندین سبب داد دست ۱۲

اگر ماند عمری چو ماهی در آب / بود یا در رهِ روانِ صواب
وگر یک زمان شد ز ماهی بماه / کرامت چو صدقست حجت مخواه

حکایت مردی که نزدیک غوطهٔ دمشق بحوض فرو رفت و مدت ده سال گشت و حمل زاد و اولاد کرد و روزی در آبی غوطه زد و سر در غوطه گاه اول بر آورد

شنیدم که رندی کژ اندیشهٔ / همی زد بپای خرد تیشهٔ
از آنجا که در دل کجی پیشه داشت / بمعراجِ پیغمبر اندیشه داشت
کز آن ره که فکرت سر اندر گشت / دمی چون توان رفتن و باز گشت
درین وهم ناپختگان صبح و شام / جگر پخته کردی بسودای خام
مگر چاشت گاهی ز پهنای دشت / تماشا کنان سوی آبی گذشت
به تن شوی جامه ز تن دور کرد / شبِ تیره در چشمهٔ نور کرد
چو در آب زد غوطه آمد برون / زنی دید خود را بشهری درون
یکی آمد و کار پرداختش / بکدبانوی جفت خود ساختش
بر آن گونه در عقدِ فرخ جمال / شدش هفت فرزند در هفت سال
یکی روز جسم قرارِ نخست / همی بر لبِ جوی اندام شست
چو باز از تهِ آب سر بر گرفت / تماشا بهر جانبی در گرفت

چو بندد ہماں اوّلیں غسل گاہ — کہ آں راہ گم کردہ گم کرد راہ
سلاح و سلب ہمچناں بر کنار — زماں را ہمہ جا شتگہ بر قرار
خجل گشت از اندیشۂ خامِ خویش — ز سر ساخت برگِ سر انجامِ خویش
بشرع اندر آویخت زیں پای لغز — بروں کرد ماخولیا را ز مغز
بمردی گرفت اخترش روشنی — ولیکن پس از چند عذرِ زنی
خرد نیست آں بل جنونست و صرع — کہ اندیشہ را باز دارد ز شرع
بکلی کہ کونین حیراں بود — خرد را چہ یارا کہ طیراں بود
خرد گر بیکے جرعہ گردد زبوں — ز دریای معنی کے آید بروں
سرم خاکِ مستانِ فرخندہ پے — کہ شویند نقشِ خرد را بمے
فرو شم چو من مست باشم خراب — جہانِ خرد را بجامِ شراب
خرد را مکش تا بجای عناں — کہ گردد زبانت دلت را اساں
چہ کار آید آں عقلِ چاپِ سگال — کہ ایں صد خلل یابد از یک خیال
اگر می گنہ باشد از روی کار — گنہ را بیامرزد آمرزگار
ولیکن مبیں صنعتِ عقلِ شوم — کت از زہرِ دوزخ کند نحلِ موم
چو فتنہ است فرہنگ و فرزانگی — خوشا وقت مستی و دیوانگی
ہر آبی کز اندازہ بیروں خوری — نیاری کہ یک شربہ افزوں خوری
دگر شربتِ زندگانی بود — ہم از خوردنِ پُر گرانی بود

بجز می که بر بوے بہوشیش — نه سیر چنداں که می نوشیش

زمستی ہمہ می پرستی بود — چه حاجت بود می چو مستی بود

کجا یابم آن بادهٔ عقل سوز — که بے باده شب اندانم زروز

مگر بخشدم ساقیِ شوق جام — کزاں چاشنی بہره یابم بکام

بیا ساقی اندر قدح پی بہ پی — بہ عاشق نوازی فرو ریز می

مئی کو بہ عشق آشنائی دہد — زتشویشِ خویشم رہائی دہد

بیا مطرب آں پرده ہای حکیم — کزو گشت پوشیده عقلِ سلیم

نوازش چناں کن که جانِ نژند — شود رستہ زیں عقلِ ناسودمند

ہذا ما التمس من بنیان المواعظ لابنی رکن الدین الحاجی بلّغه الله مناسک الحقیقة واطال عمره

سخن بشنو اے گوہرِ کانِ من — مشو غافل از گوہر افشانِ من

متاعے که از رونقِ کارِ راد — ہمه وقت تیزست بازارِ اد

بچشمِ شناسنده ہر گوہرے — فزوں ارزد از عبرهٔ کشورے

ترا رائگاں میدہد روزگار — چنیں ضایعش چوں گذاری بکار

نشاید که مانند سنگ و گیا — گدا مانی و خانه پر کیمیا

زبس ابلہی ہندوانِ کلال — بدست آب نوشنده با صد سفال

مگس بهر آن دست مالد بدرد   که نارد ز صد کاسه یک لقمه خورد
ازان مار بر خویش پیچد برنج   که روزیش خاک ست بالای گنج
ولیکن هنوزش نظر تیز نیست   چراغِ بصر بینش آمیز نیست
خطی کش بزرگان ندانند باز   چه دانند طفلانِ پوشیده راز
دلی کش بلوزینه بتوان نواخت   نشاطِ مفرح چه داند شناخت
تو نه شناسی این چاشنی را بکام   کز انجیرِ پخته رمد مرغِ خام
ببازیگری کودکان را براه   نی زرد بهتر ز عودِ سیاه
ترا کز پئ شیر باید گریست   کجا دانی این آبِ حیوان که چیست
چو بالا رسانی به بالای من   بود روشنت نرخِ کالای من
ز میراثِ من هر چه ماند به پس   بهین یادگارت همین ست و بس
بدین نو رجانت گوائی دهد   گرت شمعِ دل روشنائی دهد
ورت غافل افتد دل از کارِ او   جهانی پرست از خریدارِ او
گر از عشقِ گل زاغ را شور نیست   گل ست آخر این فاخته کور نیست
تمنای هر کس بچیزی درست   که هر مرغ را میوهٔ در خورست
همه آدمی نی بیک فن بود   که این باغبان و آن تبرزن بود
زیک نخل شد خار و خرما پدید   که هم قفل از آهن بود هم کلید
ورق کاهلِ معنی سیاهش کند   کله دوز توی کلاهش کند

من این ماجرا را که بستم طراز　　ز بهرت برون دادم از پرده راز
گر از چشمِ بینش نگاهش کنی　　بیرزد که چتر ز کلاهش کنی
دگر بینشت را درو نور نیست　　دکانِ کله دوز ازهم دور نیست
ولیکن یقین دانم از رای خویش　　که هر زاد ماند بآبای خویش
گر از خوانِ من نبودت توشهٔ　　جوی باشد آخر ز هر خوشهٔ
چو یک جو بیک سال گردد منی　　پس از روزگارے شود خرمنی
کنون دارم امید کین تخمِ پاک　　بسے خوشهٔ تر برآرد ز خاک
اگر خواهد ایزد ز نقدِ بهی　　جهان پُر کنی و نه گردی تهی
منت کین رقم بر نگین میکنم　　به پندار آن روزت این میکنم
که چون گردی از عقلِ داننده شاد　　بدین یادگار از من آری بیاد
درین داستان رهنمونی نخست　　همان شد که دین را کنی باز جست
کنون کز چهارت فزون نیست سال　　چو سیّارهٔ خود نداری وبال
چو در چارده بدر گردی تمام　　ز نقصانِ کامل نگهدار گام
خدائے که او مکّه و شام کرد　　ق　　ترا حاجی از بهرِ آن نام کرد
که هر صبح و شامی کنی بی گزاف　　به پیرامنِ کعبهٔ دل طواف
حرم نشکنی در مقامِ وفا　　گران سنگ باشی چو کوهِ صفا
چو تو پویه با نفسِ ابله زنی　　نه حاجی که اعرابی رهزنی

مرو گردِ هر درکه نانت دهند ‏ ‏ در کعبه زن تا امانت دهند
رهی روکت آنسو روائی دهند ‏ ‏ وزان عالمت روشنائی دهند
نخواهی که افتی برنجِ دراز ‏ ‏ مکن تکیه جز بر ستونِ نماز
قدم کوش تا در رهائی زنی ‏ ‏ دم از سکهٔ پارسائی زنی
بجهدِ صفا صیقلِ سینه کن ‏ ‏ دلِ آهنینِ خود آئینه کن
ورت دل سیه ماند و روت صاف ‏ ‏ چو آئینه از خودنمائی ملاف
برو مهره برچین ز تسبیحِ خام ‏ ‏ کزین دانه ناید فرشته بدام
نخواهی دل از فتنه در کشمکش ‏ ‏ لگام از سرِ نفسِ سرکش بکش
بدین توسنِ مرکبِ هولناک ‏ ‏ عنانش مده تا نیفتی بخاک
هر آن دل که با نفس یاری کند ‏ ‏ فرشته است کو سگ سواری کند
بروزِ جوانی چو پیران گرای ‏ ‏ به پیری که خود تن نه جنبد ز جای
رهی رو که در نیکنامی کشد ‏ ‏ خیالِ مپز کآن بخامی کشد
مریز از خود آن قطرهٔ سیل بار ‏ ‏ که شد غرق در وی چو تو صد هزار
مپندار کآن چند قطره نم ست ‏ ‏ که هر قطره گردابِ رنج و غم ست
نخواهی که پیش آید اندیشهٔ ‏ ‏ باندیشه رو پیشِ هر پیشهٔ

---

۶ - ق ا - ورت دل تبه ماند و رد گشت صاف - ۸ - نخواهی تن از فتنه - ۱۰ - م ا - هر آن کس ۱۲۰
۱۱ - م ق س ا - بزدر - ۱۲ ۱۴ - گرداب شد عالم است - ۱۲
۱۶ - س ا - شود عاقبت ۱۲۰

بهر کاری از راستی کن شمار | که همرسته گردی بهم رستگار
بود گرچه مردم بسی کژخرام | هم آخر شود راستان را غلام
اگرچند باشد کمان سخت گیر | تواضع کند عاقبت پیش تیر
هم از راستان باشد این داستان | که کس کژ نرفتست با راستان
چو پیچی بفتراکِ نیک اختری | به نیک اختری کش چو پیکان سری
بهر فن که فرمایش آری بجای | جهت را نگهدار سوی خدای
دگر کاری از دین فراتر بود | مکن گرچه شمشیر بر سر بود
در آن خانه کز دین جدائی دهست | ز سر سبزیت سبز پائی به است
بهر چه آزمائی دمِ چند را | خدا را نگر نی خداوند را
چو پوئی بدنبالِ لشکرکشان | مباش آشتلم گیر چون سرکشان
بجای گران توسنِ جانانه را | که ویران کند کشتِ بیگانه را
نبرد از پی نام و غارت مکن | وگر چیره گردی جسارت مکن
گرت بهره سهلست وگر بیقیاس | فراموشکاری مکن در سپاس
زهر توشه کآید ز روزی رسان | مرادی به بی توشه هم برسان
گره سازکردن ز دل باز کن | ولی زابروا وّل گره باز کن
مزن در کمانهای ابرو گره | کزینسان کمانی نیرزد بزه

---

٢ - س ٢ - شود عاقبت ١٢ -

دهش کان ز ابروی پرچین دهد | بود زهر اگر شهد شیرین بود
که دندان زند در ترش روی تند | کزو باز گردد به دندان کند
برو تازگی کن ستانی نفس | اگر هیچ ندهی همان روی بس
بخیلی که باشد خوش و تازه روی | بسی به ز بخشندهٔ تلخ روی
دگر با تلطف تمنا دهی | دو نعمت بود کان دو یکجا دهی
به نعمت کسان را اسیر افکنده کن | بدین خواجگی خلق را بنده کن
چو شیر از خورش کامرانی کند | دد و دام را میهمانی کند
چو گربه نشاید شدن تنگ خوی | که چون لقمه یابد شود گوشه جوی
به بیگانه بخش آنچه داری بدست | که بخشد بفرزند و زن هر که هست
نشاید جوانمرد خواندن خروس | که باشد جوانمردیش با عروس
بود لابد آن خواجه دربند خویش | که مهرش بود سوی فرزند خویش
بخویشان دل مردم افزون کشد | که خون عاقبت جانب خون کشد
چو گردد می در می ریخته | جدا کی شود چون شد آمیخته
به ارزن روش یاردانی کنی | کز آن دانه شادمانی کنی
دهل وار تا افغانِ بیهوده چند | میان خالی و بانگِ نامِ بلند
چو آب از لب دیگ جوشد برون | بخاکستر اندر فتد سرنگون
نخواهی که زیر افتی از جای خویش | از اندازه بیرون منه پای خویش

بیک کام چون نردبانی جهی / سلامت بود گر جهانی جهی
تن آدمی را به نیروی ذات / قدم باید آنگه قدم را ثبات
کسی کاستواری نه کارش بود / همه کار نااستوارش بود
درخت از پی آن شود دیرپای / که پای سکونش نه جنبد ز جای
گران سنگ باید چو پولاد گشت / خس ست آنکه بازیچهٔ باد گشت
هراس باد کو سخت تر در شکوه / به نرمی زند بوسه در پای کوه
گه خشم در بردباری بتاب / چو آتش نه گیرد چه حاجت به آب
چو با لغزپا داشت دارد گلت / مرنجان دلی تا نرنجد دلت
بهر کاری انجام را بین نخست / پس آنگه کمر کن در آغاز چیست
نیندیشی اول چو در پیشها / سر انجام پیش آید اندیشها
بیاندیش و به کن که بخشد بوئی / نیندیشی و بد کنی بد بوئی
کند هر کسی پیشهٔ خویشتن / بمقدار اندیشهٔ خویشتن
بکوشش متاعی بچنگ آورد / که هر لحظه بیش آب و رنگ آورد
کسی را نقد دغل را ای نیست / سفالینه را در گره جای نیست
دو دانگ خود از پیشهٔ نه بجیب / که آن را هنر نام باشد نه عیب
جوی بهره کردن ز کسب حلال / به از گنج بردن به غصب و وبال
حلال آن کسی را دهد بر که وی / بکشت هنر آب ریزد ز خوی

هنر کو مثل هست در نار دود / هنرمند را سر نیارد فرود
گدائی که هست از هنر بهره ور / به از بادشازادهٔ بی هنر
ترا آن هنر جست باید بذات / که بخشی پس از مرگ آبِ حیات
بر آن دل نه ای مشعلِ جانِ من / که شمعی در آری در ایوانِ من
بر آن گو نه شو گوهرِ تابناک / که روشن کنی منزلِ من بخاک
ولیک آنکه آن نور بخشد فراغ / کزین سلکِ گوهر فروزی چراغ
نظاره کن این سلکِ گوهر ز دور / نه سلکِ گهر بلکه دریای نور
چنین در که از بالغان برد هوش / بطفلی ترا در کشیدم بگوش
چو بالغ شوی در هنرهای من / شناسی بهای گهرهای من
به از پندِ من درِّ شهوار نیست / ولی در درشت ست هموار نیست
مکن رو ترش گرچه تلخ ست پند / که تلخی بود طفل را سودمند
ز خوابِ جوانی چو گردی خراب / بدین گوشمال اندر آئی ز خواب
چو طفلان علم ز گوشمالی مدار / ز پندِ پدر گوش خالی مدار
مران بر ورقهای دیگر قلم / همین بس که از من بر آری عَلَم
گیاهی که روید بصحرا و کوه / بفرزندیِ ابر دارد شکوه
چو خواهی بشادی و تیمارها / ق / صلاحِ خود اندر همه کارها
منه زین وصیت برون هیچ گام / وصیت همین ست و بس والسلام

بیا ساقیا در ده آن خونِ خام | که شد قرة العین مستانش نام
چنان گوشِ من پر کن از بانگِ نوش | که بیرون دود پندِ دانا ز گوش
بیا مطرب آن حُسبرهٔ طفل وش | چو طفلان ببر گیر و بنواز خوش
نوای که تعلیم کرد از نخست | بزن چوب تا باز گوید درست

گفتار در وصفِ آفتابِ دولت که چون پرتو گرم کند سنگِ سیاه را یاقوتِ سبز و لعلِ آتشین گرداند و اگر روی تابد دود از گوهرِ شب چراغ برآرد صبحه الله لمقتبسین من نوره الی صبح الساعته

کلیدی ده ای دولتِ کارساز | که سوی تو تو آن دری کرد باز
بباغِ تو منزل گهی ساختن | می آوردن و مجلس آراستن
گلی چیدن از وی بهر شیوهٔ | چشیدن ز هر شاخِ تر میوهٔ
خوش آن میوه کز شاخسارت بود | گرامی گلی کز بهارت بود
چو در خانهٔ برفروزی چراغ | کنی یکدمش گرچه زندانست باغ
دراز کوی کس باز تابی لگام | رسانی دمِ صبح گاهش بشام
به پیشانیِ مردم از تست نور | که از نورِ تو چشمِ بد باد دور

۱۳- س ا. شاخسارے ۱۲ ۱۳- س ا- بهارے بود ۱۲

مرا گر نیاری ز یک جرعه یاد | کسی را که ساغر دهی نوش باد
بیاموز در من رهِ روی تو | که تا چون توان آمدن سوی تو
مرا زین هوس بر لب آمد نفس | که سوی تو پیچم عنانِ هوس
ولی چون تو نگشائی از قفل بند | چه سود از هوس‌های ناسودمند
به بخشش توان با تو کردن نشست | بکوشش کسی را نیائی بدست
چو کوشش کند مدبر از بهرِ گنج | زیاده کند بر تنِ خویش رنج
خری کو سوی آسیا راه جست | همانجا ز جان بایدش دست شست
ولی جهدِ ما نیز هست از شمار | که بیکار کاهل نیاید بکار
چو کوشنده را بخت باشد فزون | بهنجارِ آن گردش رهنمون
کسی کو ز دولت کشاید قناع | بدلالِ بخت باشد متاع
ستم‌کش نه شد مقبل و شادکام | که نتوان شد بختِ دولت بوام
نه هر پای درخورد گاهی بود | نه هر سر سزای کلاهی بود
سزای بزرگی نه شد هر یکی | بجز مردم اما نه هر مردکی
همه جانور سرنگون شد بساز | بجز آدمی کو بود سرفراز
سر از گوهرِ خود شود تاج ور | که طاؤس را تاج روید ز سر
اگر مار را مهره تاجِ سرست | ولی مهرهٔ آدمی گوهرست

---

۱۳ - س ۱ - نشد هر کسے - ایضاً - س ۲ - نه هر مردے

اگر گوهرت نیست سر گو مباش　　چو گوهر بود تاجِ زر گو مباش
چو آزاده را خوش بود روزگار　　به آزادیش گردد آموزگار
ز آزاده کس زخمِ دشمن نخورد　　که کس خارے از سرو و سوسن نخورد
چو مکرم سر اندر کلاه آورد　　فرومایه را در پناه آورد
چو مستی دهد طفل را دور باش　　کند همنشینانِ خود را خراش
هر آن شعله کز آتشِ تیز رُست　　به پیراهنِ خویش گیرد نخست
کسی کو ببخت کژ اندیش تر　　بدولت کژ اندیشیش بیشتر
شتر ار چه مست ست دلکش تر ست　　سرودِ خوش و رقص ازان خوشتر ست
ولی کش بخون رهنمونے بود　　تو خون کن بقهرش که خونے بود
چو با پادشا جور لازم شود　　گرش تختِ عود ست هیزم شود
حلال ست فرمان و انزا خراج　　چو در غصب کوشد حرام ست باج
شبان به که از شیر شوید زبان　　چو خون خورد قصاب شد نی شبان
چو در سیم و زر رنجِ دلها بسی ست　　کسی کین ندارد چه خوشدل کسی ست
دلا کارِ دولت نه امکانِ تست　　ببخت در آویز کین زانِ تست
به زاغ و زغن شو فریب آزمای　　که در دامِ کس در نیاید همای
بنزدِ همه دولت آن ست و بس　　که بر مالِ هستی بود دسترس

---

۵ - ق وس دوم: - سفله - ۱۳ - ق ۲: چه فارغ کسے ست - ۱۴

کسی کش بدین مایه آسوده دل | غنی ماند امروز فردا خجل
بود گرچه غم بیش چون زر کمست | اگر زر بود بیشتر زان غم ست
کمان گرچه به شد چو بی آب گشت | دگر یافت آبی خود از تاب گشت
مرا دولتِ نیستی شد پسند | که این جاو آن جا بوم بے گزند
چه کار آید آن هستیِ بے صفا | که بیش از دو روزی ندارد وفا
چرا نیستی را نگیرم بزور | که همراهِ من خواست بودن بگور
سگان را ابر دار باشد قرار | کند آدمی قوتِ خود را شکار
نترسد چنان منعم از فوتِ مال | که از فوتِ درویش اهلِ کمال

حکایت درویشی که خرقه را سوی آسمان انداخت و آسمان هوا گرفت و او خرقه را در هوا نه گزاشت

یکی روز محمودِ غازی پگاه | جنیبت برون راند در صیدگاه
خروشِ نقیبان جهان در گرفت | جهان در جهان موجِ لشکر گرفت
خشن پوشے از خاصگانِ حضور | همی کرد نظاره او ز دور
زغیرت چو صفراش در تاب کرد | بسوی هوا خرقه پرتاب کرد
چو گرد آن سلبِ پارسا را ز درد | معلق چنان شد که نامد فرود

---

۱۲ — س ا چنان در گرفت - ایضاً س ۲ بکزان موج لشکر جهان در گرفت - ۱۲

نمودندش از غیب کای ناسپاس / بحجت مکن عاقبت را قیاس
درین بود کاسبابِ شاهی تمام / ز دنبالِ شه کرد سویش خرام
ملک پیش آورد تاج و سریر / ز درویشِ مسکین بر آمد نفیر
حمایت ز درو آن راز جست / بزاری همان خرقه را باز جست
بدیده بسی رُفت خاکِ نیاز / که تا زندهٔ رفته را یافت باز
چه پنداری ای کت بصر در سرست / که درویشی از خسروی کمترست
نظاره بدل کن درین هر دو دست / که تا فرق در هر دو دانی که چیست

داستانِ اوّل در آغاز روشنیِ آئینهای اسکندری و فرستادن سکندر لشکر چون ابر و باران و سنانها چون قطرهای آب بر پولاد پوشانِ خاقان زدن و جملگی آئینهای چین را تیره و تاریک گردانیدن

قلم راند این نامهٔ چون بهشت / چنین کرد دیباچه را سر نوشت
که چون شد بخاک اخترِ فیلقوس / ببای سکندر جهان داد بوس
شد آراسته تختِ شاهی بدو / شرف یافت مه تا بماهی بدو
زمانه ز بیدادی آزاد گشت / ز داد و دهش عالم آباد گشت

در عدل را کرد زانگونه باز ‌ ‌ ‌ ‌ که همخوابهٔ کبک شد چره باز
چو پرداخت از دشمنان مرز و بوم ‌ ‌ ‌ ‌ به کشورگشائی روان شد ز روم
نخست از سر تیغ آئینه رنگ ‌ ‌ ‌ ‌ ز آئینهٔ زنگ بزدود زنگ
وز آن پس ببازوی آفاق گیر ‌ ‌ ‌ ‌ ز دارای آفاق بستد سریر
وز آنجا بزرتشتیان دست سود ‌ ‌ ‌ ‌ برآورد ز آتش پرستنده دود
وز آنجا در اسطرخ رایت فراخت ‌ ‌ ‌ ‌ به بخشش فرومایه را برگ ساخت
چو زان ناحیت مرکبش گشت دور ‌ ‌ ‌ ‌ بنوشابهٔ بردع افگند نور
چو چندی بران خاک شد جرعه ریز ‌ ‌ ‌ ‌ سوی تازیان بارگی کرد تیز
برآمد ز اوج یمن چون سهیل ‌ ‌ ‌ ‌ ز دریای مغرب تهی کرد سیل
علم بر در مکه برپای کرد ‌ ‌ ‌ ‌ سران عرب از زمین سای کرد
زمین بوسه زد کعبهٔ پاک را ‌ ‌ ‌ ‌ به نوک مژه روفت آن خاک را
از آن جا سپه در سواحل کشید ‌ ‌ ‌ ‌ عنان در طرفهای مشکل کشید
مساحت کنان کوه و دریا و دشت ‌ ‌ ‌ ‌ ز خاک عدن سوی کرمان گذشت
وزان عرصه در کامهٔ دوستان ‌ ‌ ‌ ‌ درآمد به اقصای هندوستان
به تندی شتابنده شد سوی کید ‌ ‌ ‌ ‌ بسی پیل هندوستان کرد صید
ز کید گرانمایه چون گشت دور ‌ ‌ ‌ ‌ ربود افسر دولت از فرق فور

---

۱۳ - بس از سوی دریا و دشت

چو بر شد ز طاؤس هندوسرای — ز آهوی چین گشت نافه کشای
شدش رهبرِ دولتِ تیزبین — ز پایانِ هندوستان سوی چین
دوالِ کمر چیست کرد و فکند — نه چین بلکه خاقانِ چین را به بند
چو خاقان بفرمان بری سر نهاد — قدم بر سرِ ملکِ دیگر نهاد
ز اقصای چین رختن سر کشید — بسرحدِ اتراک لشکر کشید
برید از حد ترک پیوند را — بنا کرد شهر سمرقند را
از آن پس کشش سوی خوارزم کرد — شکیبا نشد پیشتر عزم کرد
بخاکِ خزر گشت منزل شناس — در و کرد شهری چو بلغار اساس
نواحی شناسانِ آن کارگاه — نهادند گردن بفرمانِ شاه
چو فرمان گزاری برایشان گماشت — عنان سوی خفچاقِ وحشی گذاشت
بران سرکشان نیز شد چیره دست — بتدبیرشان کرد خسرو پرست
از آن جا برآمد به آلان و روس — بشاهی زبون کرد شاهانِ چون خروس
چو آن ناحیت را مراعات کرد — از آن جا سفر سوی ظلمات کرد
از آن آب لب تشنه چون بازگشت — بخونریزِ یاجوج دمساز گشت
چو زان رخنه سدِ سکندر کشید — برجعت سوی روم لشکر کشید
بدین گونه یکره ز شمشیر و جام — جهان قاف تا قاف بستد تمام

۱- س: هندی سرای - ۷- ق: از انجا - ۸- م: بخاک خضر - ۹- ق: نواحی نشینانِ آن بارگاه - ۱۰- س۲: بر زد ست

دگر باره کز زدم رایت فراخت | بنوعی دگر گردِ قفاق تاخت
به خشکی چو بنمود جولان‌گری | روان شد چو آبِ روان در تری
عجب هاے دریا چو نظّاره کرد | برآمدنِ مرگ راچاره کرد
جهان گرگنی در تهٔ پاے خویش | بخسپی برانجام برجای خویش
دروغ ست کاں بادشه رابدات | نویسنده سّی سال گوید حیات
زعمری کزیں گونه اندک بود | درو فتح آفاق در شک بود
چناں خوانده‌ام از قصهٔ شانِ او | که پانصد فزوں بود جولانِ او
بشرح آنچه زد کرد گوینده یاد | نه کرد از کیومرث و از کیقباد
هر آنچه از وی آمد بدورانِ خویش | نوشت ست دانا بدیوانِ خویش
دلم چونکه در بندِ ایں کار بود | بایجاز گفت آنچه ناچار بود
مثالی که بود از خطِ راستاں | نهفتم به یک بیت یک داستاں
دگر هرچه ناگفته ماند از نخست | کنوں یک به یک گفت خواهم درست
نخست آرم از رزمِ خاقاں سخن | که دیدم بتاریخ هاے کهن
نظامی که گرد آں جریده نگاه | درِ آشتی زد میانِ دو شاه
دگرگونه خواندم من ایں رازرا | دگرگونه دم لابُد ایں سازرا
دگرنه لطافت ندارد بسے | که مر گفته را باز گوید کسے

۱- س: سوئے آفاق - ۴- س دق: بخسپی سرانجام - ۱۲

بتاریخِ شاهانِ پیشین و حال — چنان خواندم این حرفِ دیرینه سال
که دولت چو رو در سکندر نهاد — سران را بدرگاهِ او سر نهاد
در آفاق نامِ ظفر زنده کرد — بزرگانِ آفاق را بنده کرد
چو بر عسکرِ خسروان چیره گشت — بشاهی و لشکرکشی خیره گشت
رها کرد بر دیگران راه را — بخاقانِ چین راند بنگاه را
برآهنگِ چین خوش دل و شادکام — همی کرد منزل بمنزل خرام
چو قلبش در آن کشور افگند جوش — برآمد ز کشور نشینان خروش
گروهی بهر در حصاری شدند — گروهی پیِ زینهاری شدند
خبر شد بخاقانِ دریا شکوه — که سیلابِ دریا در آمد بکوه
بترسید و در دل شد اندیشناک — طلب کرد عصمت ز یزدانِ پاک
بملک ار چه خاقان جهان شاه بود — ز اقبالِ اسکندر آگاه بود
چو لشکر در آمد بصحرای چین — پُر از چین شد از لعلِ اسپان زمین
بسرحدِ آن عرصهٔ جان فزای — سراپرده زد شاهِ کشورکشای
سکونت گهی فرّخ آرام دید — طربخانهٔ درخورِ کام دید
همه کوه پر آهوی نافه دار — همه دشتِ او گلشنِ لاله زار
زمین بسکه پر نافهٔ مشک بود — گل از بوی خوش صندلِ خشک بود

---

۸ - س۲ گروهی دگر

ملک را خوش آمد ہوای چناں کمر بست بر ضبطِ جای چناں
طلب کرد مردی خردمند و چست به اندیشه دانا بگفتن درست
بخاقانِ چیں داد از اورنگ روم پیامی که پولاد را کرد موم
که برما چو کرد ایزدِ کارساز درِ کارسازی و اقبال باز
بہر سو که توسن بر انگیختیم ز بدخواه خوں بر زمیں ریختیم
چو بر خسروِ زنگ بستیم تنگ بخونِ وی از تیغ شستیم زنگ
دگر سوی ایراں فرس تاختیم ز دارای دولت سر انداختیم
دگر در عرب مشعل افروختیم دلِ منکرانِ عرب سوختیم
ور افتاد رغبت بہندوستاں گلِ فتح چیدم ازیں بوستاں
دریں دم که بندِ قبا را بکیں ق به بستیم بر جنگِ خاقانِ چیں
اگر سر در آری بفرماں بری به آزادی از تیغِ ما جاں بری
وگرنه بدیں ہندیِ آبدار بر آرم ز ترکانِ چینی دمار
تو زاں تیر نه مشتِ ترکاں مپر بدیں تیغِ یکمشتِ ہندی نگر
به تیر ار ترا موشگافی ست خوی من از تیغ سر می شگافم نه موی
فراداب تنہا جہاں خوردہ می صاف بی میہماں خوردہ
کنوں کت حریفیست شیر افگنی حریفانه پیش آی باچوں منی
نیوشنده بشنید و برداشت راه بخاقاں رسانید پیغامِ شاه

جهاندارِ خاقانِ فرخنده بخت دل آزرده شد زان نمودارِ بخت
همه روز با سینهٔ پُرهراس رهِ ایمنی راهمی داشت پاس
چو آهوی چین شد ز گشتن ستوه شکم بر دو بنهاد بر تیغ کوه
شکم ناگهان گشتش از تیغ چاک پُر از نافهٔ مشک شد نافِ خاک
طلب کرد فرزانه را در نهفت که تدبیرِ او با خرد بود جفت
گشاد از گره قفلِ گنجینه را برون ریخت اندیشهٔ سینه را
که تا این زمان زآسمانِ بلند نیامد به سیّارهٔ ما گزند
کنون کآمد ابرے ز دریاے روم که دریا شد از سیلش این مرز و بوم
درین عرصه ترسم چنان ریزد آب که خورشیدِ ما ماند اندر نقاب
دلت کز خرد یافت نام آوری چه بیند صواب اندرین داوری
که دشمن چو با ما شود کینه جوی بکوشیم یا باز تابیم روی
جهاندیده کار آزماے کهن زمین بوسه زد آمد اندر سخن
دعا کرد اوّل که بادت رغیب همه آرزوهاے عالم نصیب
جهان زیرِ فرمانِ راے تو باد فلک چون زمین خاکپاے تو باد
ز من باز پُرسے که فرمود شاه جوابے که دانم ندارم نگاه
بشر طیکه ز اندیشهٔ حرف سنج سخن هرچه گویم نیاید برنج
زبان بند کردن بصد قفل و بند بسے به ز گفتارِ ناسودمند

حدیثی که آن سودمندست و راست ترش گشتن از تلخ باشد خطاست
هران طفل کش تلخی انن فزود به پیری شود دشمنش کان چه بود
طبیبی چه خوش گفت در خاکِ بلخ که آبِ حیاتست داروی تلخ
شنیدم که این شاهِ نو خاسته سری دارد از دولت آراسته
بهر سو که لشکر به تاراج برد هم اورنگ بربود و هم تاج برد
کسی کش ترازو برابر نهاد ز هم سنگیش بر زمین سر نهاد
همین ست ما را نمودار بخت که با بختیاران نکوشیم سخت
حریفی به استاره در کارزار ولیکن حریف آزمائی ست کار
ستیزه نه زیباست با زورمند که بر پیل نتوان فگندن کمند
نشاید شدن با توانا بزور که پولاد سنگین ترست از بلور
فرستاده باید فرستاده درون نقش بندی برون ساده
که دریابد این دردِ ما را علاج دلِ خصم را بازجوید مزاج
دلِ آهن آسای دارای روم بروغن زبانی کند همچو موم
گرش باشد اندیشهٔ آشتی نیائیم ما هم ز هم داشتی
درِ لطف را چاره سازی کنیم همه برگِ مهمان نوازی کنیم

۲- ق: همان - ایضاً س: چو طفلی کش از تلخی
۶- س: بر زمین اوفتاد - ۱۲- ق: دلِ خسته - ۱۴- م: نتابیم

درشتش دل شود ناوک انداختن ‌‌ ز دینار باید سپر ساختن
همه حال از بخت یاری چنین ‌‌ رضا بهتر از کین بکاری چنین
برآشفت خاقان ز گفتار پیر ‌‌ شد از غصه گلگون رخش چون زریر
بدو گفت کای پیر شوریده مغز ‌‌ خلابی نه دیده مکن پای لغز
چه کم دیدی از ما بفرزانگی ‌‌ در آئین مردی و مردانگی
که با خصم ناکرده دست آزمای ‌‌ بسوی زبونی شوی رهنمای
اگر جنگ ناکرده طاعت کنیم ‌‌ ز ملکی بکنجی قناعت کنیم
چو ترسان بود شه زکین خواستن ‌‌ چرا بایدش لشکر آراستن
عروسی بود نی شهی آنکه شاه ‌‌ کشد گرد تخت از عروسان سپاه
سنان بهر پیکار کردیم تیز ‌‌ نه بهر نگون کردن اندر گریز
زبر دست را ملک عالم عطاست ‌‌ بشاهی زبونی نمودن خطاست
کسی کو کلاه کیان می نهد ‌‌ سر خویش را در میان می نهد
بشاهی زده پای بر تخت عاج ‌‌ پس آنگه دهم چون زبونان خراج
چرا سر نیارم به تیغ هلاک ‌‌ که نام بزرگان در آرم بخاک
چه باشد یکی رومی خام وسست ‌‌ که با پخته کاران شود هم نشست

---

۶ - ق: زور آمای - ۶ - ق: بهشدی
۱۵ - س: که با بختیاران

سکندر که می نازد از تخت سر — شد از سخت رایان جهان سخت تر
چو کارش بنقیاد با چون منے — ز آهن دلی گشت روئین تنے
چنان راندش در صفت کارزار — که زین سوے عالم نگیرد قرار
سر خار چندان زنند دور باش — که آتش شود بر سرش توز پاش
خروسی که مردی کند با خروس — بچنگال شهباز گردد عروس
چو زینگونه لختے بدستور گفت — دل پیر با ایمنی گشت جفت
نیوشنده چون گوش ننهد به پند — خورد گوشمال از سپهر بلند
پس آنگه به آینده داد از ستیز — یکی مشت خاک و یکی تیغ تیز
بدو گفت کانجا بر این هر دو چیز — که هست اندرین هر دو رمزی عزیز
بگو آنچه گوئی خطا و صواب — منت زین تبر باز گویم جواب
گر آهن هوس داری اینک بدست — و گر گنج و زر بایدت خاک هست
چو زین راز پنهانش آگاه کرد — رسول خودش نیز همراه کرد
شتابان ز خاقان و حمال راز — رسیدند پیش سکندر فراز
نموداری آورده بردند پیش — نمودند راز آن آورد خویش
سکندر بخندید ازان داوری — دران نکته دید از فلک یاوری
به آینده شاه چین باز گفت — که تدبیر با گشت باکام جفت

۱- شد از سست رایان چنین خیره سر + - ق شد از سست پامال جهان سخت تر

زخاقان بماکین دو کالا رسید | نموداری از فتح ما کار رسید
چو دشمن بما تیغ خود خود سپرد | کنون کے تواند سر از تیغ برد
دگر آں کہ بر ما فرستاد خاک | نشانِ خود از خاکِ چین کرد پاک
گرفتم بفال ایں کہ بے خشم و کیں | زمین را امن داد خاقانِ چیں
قوی شد دلِ دولت اندیش ازیں | چہ باشد نشانِ ظفر بیش ازیں
فرستادہ زاں پاسخِ نغز و راز | سرِ پای گم کردہ بی معذرت باز
ہراساں بدرگاہِ خاقاں شتافت | فرو ریخت پیشش جوابی کہ یافت
بجوشید خاقان و شد خشمناک | خیالِ محابا ز دل کرد پاک
فرستاد فرمان کہ بر عزمِ کار | فراہم شود لشکر از ہر دیار
در اقلیمِ ترکاں در افتاد جوش | بر آمد ز بازارِ عالم خروش
ز آبِ الق تا بدریاے چیں | چو دریای چیں شد ز لشکر زمیں
چو گشت انجمن گردِ خاقاں سپاہ | ق | بدانگونہ کانجم بود گردِ ماہ
برافراخت رایت بر آہنگِ رزم | بکینِ سکندر قوی کرد عزم
بجنبید با قلبِ رزم آزمای | چو سیلابِ طوفاں کہ جنبد ز جای
سکندر خبر یافت زاں اژدہا | عناں کرد یکبار بروے رہا
بیار است قلبِ جہاں سوز را | کہ از دیں منحو است آں روز را

---

۲ - ق ا: خود را سپرد - ۱۰ - ۱۲ ق ۲: ز اطراف - ق دس ا: ز در آزمای

بخصم آزمائی عَلَم بر کشید　　همه دشت در زیرِ لشکر کشید
بشیر افگنی قصدِ بدخواه کرد　　چو شیری که آهنگِ روباه کرد
شتابان دو شه از دو سوی درنگ　　دلِ هر دو جوشان ز صفرای جنگ
چنین تا زمین در میان تنگ ماند　　میانِ دو لشکر دو فرسنگ ماند
اجل فتنه را کارسازی نمود　　یزک بر یزک دست بازی نمود
فرود آمدند از دو جانب دو شاه　　کشیدند تا آسمان بارگاه
چو مه لشکرآرای شد بر سپهر　　زمین در میان کرد شمشیر مهر
برآورده شب چترِ عباسیان　　نگون کرد رایاتِ شماسیان
طلایه برون آمد از هر دو سوی　　بجاسوسیِ یکدگر گرم پوی
فروماند غوغای لشکر ز جوش　　بگردون شد از پاسبانان خروش
سکندر جهاندارِ لشکرشکن　　همه شب چو مه بود در انجمن
همی کرد ز احسانِ اسکندری　　بمقدارِ هر کس نوازش گری
بهر لشکرآرای و هر مرزبان　　گهی تیغ میداد گاهی زبان
فرو رفت هر کس ز سودای خویش　　در اندیشهٔ کارِ فردای خویش
ز یادِ سنان سینه می شد خراش　　همیزد دفره خواب را دورباش
یکی رخت می بست بهرِ گریز　　یکی تیغ و پیکان همی کرد تیز

۱۴- تیغ را فرمائے

یکی دامن از عالم افشانده بود یکی در غمِ جانِ خود مانده بود
بسی مرد نامردیابی بجنگ که همسایهٔ موش باشد پلنگ
همه کس ببازار جوید نبرد ولی گاهِ مردی شناسند مرد
نه در کوی جنگِ سواران بود که هنگامهٔ مشت خواران بود
شهِ چین دگر سوی با اهلِ راز به تدبیرِ فردا شده کارساز
خزینه ز گنجینه پرداخته درِ بارگه را برانداخته
ز زر تودها بر فلک بُرد سر بیک سوی آهن بیک سوی زر
همی جست مردانِ پولاد سنج باندازهٔ مرد میریخت گنج
چو از زر گران شد ترازوی شاه به آهن توی کرد بازوی شاه
بدینگونه از شام تا صبحگاه بزر آهنین کرد پشتِ سپاه
حشم را ز زر ساخت باید زره که اوّل بود قفلِ فتح از گره
چو تو قفلِ خود را ندانی کشاد درِ دیگری کی توانی کشاد
بیا ساقی آن جامِ شادی فزای که بنیادِ غم را درآرد ز پای
بمن ده که راحت بجانم دهد ز خون نابهٔ دهر امانم دهد
بیا مطرب آن بربطِ خوش نوا که بی مغزیش مغز را شد دوا
بزن تا که برباید از مغز هوش بدل جانِ نو ریزد از راهِ گوش

---

۲ - س ا: بینی - ۶ ق: یابی ۱۲ ۱۲ ا: چون توانی

گفتار در دواد و توسن فتح که عنانش در قبضهٔ قدرت فتّاح مطلق مقید ست تا در طرفی که جولانش دهد مجال سر پیچیدن نه باشد و جهد مجاهدان تا در جهاد شمشیر هندی را محرابی کنند و ذوالفقار هندی را تیغ حطب سازند

چو فیروزی مرد گردد پدید — در چاره را زود یابد کلید
فرس را بهر سو که پیچد عنان — گل فتح چیند ز خار سنان
بهر جا که شمشیر بیرون کشد — سر خصم زان آب در خون کشد
بچشم بداندیش در کار زار — یکی صد نماید نه بل صد هزار
ولی مرد باید بجولان خویش — که بر گیرد او دل ز جان خویش
چو مردم ز سرها هراسان بود — سر افگندن دشمن آسان بود
کسی کز سر خویش ترسد بجنگ — سر دیگری کی در آرد بچنگ
کسی را که دل شیر مردی دلیل — اگر پشه باشد خورد خون پیل
نه بیش از کلنگ ست شاهین بزر — که سیلی زنانش رساند بگور

---

۸ — ق: در جاه ۱۰ — س: ابهر سو

ولی گر عدو گشت در خوف غرق | مگس را انداند ز سیمرغ فرق
غلیواز از آن گشت مردارخوار | که مشکل بود زنده کردن شکار
چو از خون نشد دست رنگین بجنگ | به آبِ حنا بایدش کرد رنگ
تو گر بر عدو دست و پائی نهی | نه هست او هم از دست و پائی تهی
سر آنگه توان ز آبِ بیگانه شست | که از خونِ خود دست شوئی نخست
چو در خیلِ بدخواه تیغی بری | گر از جان هراسی چه کالا بری
نه زیباست بر مردِ با ترس و بیم | زن گو ز زر باش و خفتان بسیم
خرِ مانده کز ریش نالان بود | چو سود ار ز دیباش پالان بود
چو کاهل بود ناقه در خاستن | نشاید بخلخالش آراستن
بسا خودنمایانِ بیهوده گوی | که باشند در بزم گه رزم جوی
کسی را که مردی بود اندکی | اگر صد کند زان نگوید یکی
ز نیروی می لافِ گردن زنی | زنی دان به نزدیکِ مردان زنی
چو در کرده گفتن خجالت بود | بنا کرده گفتن چه حالت بود
چو تیغت ندارد زبان در مصاف | مکن رنجه تیغِ زبان را بلاف
بشمشیرِ پولاد به دست بُرد | که از خنجرِ گوسپین کس نه مرد
مگر کز پیِ خودنمائی و نام | نگردی بخونریزِ خود تیز گام
گهِ جنگ پرهیز باید فن ز دل | ولیکن نخندان که مانی ز بول

دلیری به هنجار کردن نکوست　　چو کارا فتد کار کردن نکوست
بهنجار کن سازِ هر پیشه　　که ناید فنِ سوزن از تیشه
بجای که هنجار باید نه زور　　شود شیر بیجان در دستِ مور
نه آسان توان رفت پیشِ دلیر　　که دشوار دیدن توان روی شیر
شتابنده کش نه باشد درنگ　　ز بی سنگیش پا در آید بسنگ
درنگی که آن نیز برجای نیست　　عدو را قوی کردن از رای نیست
شتاب و درنگی بهنگامِ خویش　　سلامت دهد مزد انجامِ خویش
دلاور که نه بود سلاح آزمای　　ز بی دستیِ خود در آید ز پای
چو کوشنده در کیں بود خشم ریز　　بود تازیانه بکف تیغِ تیز
چرا باید آن ترکش و تیغ بست　　که دشمن به سیلی ستاند ز دست
بزرگی چه بینی بشاخِ گوزن　　که شیرش بناخن کند پست وزن
چو لشکر بود نصرت افزون بود　　به تنهایی پیشِ صد چون بود
چو دستت سبک نیست در داوری　　کند تیغِ تو خصم را یاوری
سپه را بود تیغ و جوشن پناه　　بود جوشن و تیغِ شاهان سپاه
فروزان شود گرچه آتش ز باد　　چو یک شعله باشد نیارد ستاد
یکی تیر کآسانش دانی شکست　　چو باده شود چون توانی شکست

۱۶- ق: کے

ولیکن همه کوشش اندر قتال زپیرایهٔ فتح یابد جمال
مشو شیرگیر از کمند و کمان که هست این می از شیشهٔ آسمان
برزم ار ز فیروزی آید شمار کلوخی ز کوهی برآرد غبار
وگر یار نه بود ظفر با تنی سنان کار ندهد سر سوزنی
دلیری که نصرت بود یارِ او نیارد کسی تابِ دیدارِ او
ازان روی شیرست هیبت فزای که فیروزمند آفریدش خدای
نترسد ز نخچیرِ آهو کسی فراهم شوند ارچه یکجا بسی
زهی دولتِ مردِ فرخنده عزم که نصرت بود یارِ او روزِ رزم
نیاید ز جهد این سعادت بجیب که ناگه پدیدار گردد ز غیب

حکایت پادشاهی که بنام سنجر کوس میزد و نوبتش به نوبت گاهِ سنجر رسانید

شنیدم که سنجر ز بختِ بلند چو شد بر بسی ملک فیروزمند
ازانجا که رایت بر اختر کشید سوی خسروِ روم لشکر کشید
رسیداو هم از پیش بر عزمِ جنگ مگر آبی اندر میان بود تنگ
برود اندر از گرمیِ آفتاب بدان آتشِ تیز میداد آب

۲- ق: پیرایه تیغ

رسید از صفِ سنجرِ سخت کوش | خروشیدنِ ما دلیش بگوش
شهِ رومیان داشت فحلی بزیر | دونده چو آهو جهنده چو شیر
به تندی درون راند یکسر چنان | که کوشنده را بستد از کف عنان
بیک چشم زد تا کنارش ببرد | به بنگاه خصم آشکارش ببرد
چو سنجر زبختِ برومندِ خویش | بد اندیش را دید در بندِ خویش
ازاں فتح از بس که دل شاد کرد | بشکرانه فتحش آزاد کرد
تو مردانه کن رخشِ همت رواں | گرت فتح باشد خود آید دواں
گرت هست بازوی همت دراز | در آغوشِ تست آنچه داری نیاز
و گر همتت بر شکستن نشست | خود افگندی اندر صفِ خود شکست

کمند افگندنِ سکندر در خرگاه کرّه شموس یعنی کنیزک چینی در آں طویله طویلش بستهٔ دربارگاهِ حشمتِ خویش آوردن و کشادنِ سلاح نازکیش را معلوم گردانیدن و نوازش کردن و میدان یافتنِ آں ماهِ لطافت و جولانِ خویش را دست و پا نهادن و حیراں شدنِ اسکندر در نزادگی

۶- ق: ازاں پس کزاں فتح دل شاد کرد

اوواورا از برای خویش خوش کردن

گهرسنجِ تاریخِ اسکندری — چنین ریخت از خامهٔ دُرِّ دری
که چون گشت عزمِ دو خسرو درست — که باید بکوشش کمر کرده چست
همه شب در اندیشهٔ کارزار — نمودند تا روز ترتیبِ کار
چو صبح از افق تیغ بیرون کشید — همه دامنِ چرخ در خون کشید
در افگند شبدیزِ ظلمات نعل — بپوشید خورشید خفتانِ لعل
سکندر جهانگرد کشورگشای — به آرایشِ لشکر آورد رای
صطرلاب سنجانِ موزون قیاس — باندیشه گشتند ساعت شناس
بوقتیکه با فرّخی یار بود ق — نظرها بطالع سزاوار بود
برآمد بر آهوی توسن دلیر — چو خورشیدِ رخشنده بر پشتِ شیر
بگردون شد از نای زرین خروش — بدریای لشکر در افتاد جوش
دگر سوی خاقانِ لشکرشکن — چو کوهی سرافراخت شد تیغ زن
هزاهز در آمد بهر دو سپاه — روا رو بر آمد بخورشید و ماه
علم سر ز عیوق برتر کشید — سنان چشمِ سیاره را برکشید
بیابان همه بیشهٔ شیر گشت — جهانی پر از تیر و شمشیر گشت
ز لرزِ زمین زیرِ قلبِ روان — در اندام گاو آرد گشت استخوان

---

٦ - س ا :- خور - ١٣ - س ا :- آن پیلتن - ١٧ - س ا :- قلبِ گران

غبارِ زمیں کلّه بر ماه بست   نفس را درونِ گلو راه بست
چناں گشت روے ہوا گردناک   که سیاره گم کرد خود را بخاک
ز موجِ سلاح و ز گردِ زمیں   گلیں آسماں شد زمیں آہنیں
یلاں بند بر بست بر آبِ تیغ   که بے بند عالم نگیرد چو میغ
رسیده ز تیغ آبِ شاں تا کمر   ہماں آب بدخواه را تا بسر
سپاه از رهِ موج میزد بہ اوج   چو دریا که بادش درآرد بہ موج
بدریاے آہن جہاں گشت غرق   ہوا پر ز میغ و زمیں پر ز برق
ز ژوپین و پیکانِ سبز و سپید   جہاں گشت پر سوسن و برگ و بید
ز بانگِ ہیونانِ گیتی نورد   شده پر صدا گنبدِ لاجورد
خرامیدنِ بادپایاں بگشت   تزلزل درافگنده در کوه و دشت
عرق کردنِ توسناں در شتاب   ز طوفانِ آتش رواں کرد آب
شراره که زد نعل ہنگامِ رو   ستاره بروں ریخت از ماهِ نو
نمانده اماں زیرِ پیروزه کاخ   اجل را شده دستگاہے فراخ
نفیرِ زه از چاشنیِ کماں   شده چاشنی گیرِ جانِ جہاں
بلا زیں بناوک بر انداخته   چو طفلاں زنے بارگی ساخته
گره بر گره دستِ پیکاں زناں   زره بر زره پشتِ روئیں تناں
ز رخشیدنِ خشتِ زہر آبگوں   شده زہرهٔ مرد بد زہره خوں
ز ہر سو سناں ہاے خارا گزار   فرو بسته راهِ سلامت بخار
ز تیر و سپر ہا که در کار بود   بیاباں نیستان و گلزار بود

۴- ق: بداں

بزیرِ سپر تیغ رخشاں بتاب — چناں کز تهِ برگِ نیلوفر آب
درخشنده شمشیرهائے بنفش — زدیده بصری ربود از درفش
خروشیدنِ کوسِ روئینه کاس — فلک را ز رخنها کرده طاس
سپه از علمها شده سایه دار — دلیراں بر آشفته دیوانه وار
بهر سینهٔ نو شده کینها — گریزاں شده رحمت از سینها
جدا گشته دلها ز پیوندِ خویش — پدر تشنهٔ خونِ فرزندِ خویش
دو لشکر نگویم که دو کوه قاف — رسیدند در جلوگاهِ مصاف
سوئے میمنه در صفِ رومیاں — زرِیوند گسلی کمر بر میاں
قباد از سوے میسره گرم پوے — برآورده یک رویه تیغِ دو روے
دوالِ ملک در یزک پیش رو — دوالِ عناں کرده در خوں گرو
بپرواز خیلِ فرنگ از جناح — بساقه شده خونِ مصری مباح
بقلب اندر اسکندرِ نامدار — شده گردش از خشتِ آهن حصار
گروهے ز پیوند و از خویشِ او — بجاں ایستاده پس و پیشِ او
صفِ چینیاں نیز بر عزمِ کیں — بجوش آمده همچو دریائے چین
یزک دار در پیشِ تاتاریاں — بخوں تشنه چوں چشمِ فرخاریاں
سوے راستاں کرد فغفور خاست — امیرِ ختن سوئے چپ گشت راست
قراخاں بساقه شده سخت ساق — تبت را بسوئے جناح اتفاق
بقلب اندروں شاهِ توراں گروه — بگردش صفے بسته ترکاں چو کوه
چو گشت از دو جانب صف آراسته — سلامت شد از راه برخاسته

سواری بگرمی چو سوزان درخش | ز صف سکندر برون راند رخش
فرنکیش نامی که در دار و گیر | سپاهی شکستی بیک چوبه تیر
کشان در زمین نیزهٔ هژده بند | بکوهه زده هژده پیچ کمند
پلنگینه پوشی که در روز جنگ | نه شیر از بچشم آمدی نی پلنگ
بر آئین مردان بصحن نبرد | همی کرد جولان و میخواست مرد
نخست آفرین کرد بر کردگار | که فیروزی از دست در حمله کار
پس آنگه دعای جهاندار گفت | که شمشیر او باد با فتح جفت
وزان پس زبان تیغ فولاد کرد | ز پولاد هندی سخن یاد کرد
که از موکب لشکر آرای روم | سوارے غریبم درین مرز بوم
گرامی کشد دل بمهمان خویش | که نزل غریبی کند جان خویش
کسانیکه هستند ازین فن بلاف | در آیند بسم الله اینک مصاف
چو رومے بدینسان دمید آتشے | برون آمد از چینیان سرکشے
بتنگوی نامی چو غرنده شیر | نهنگی بدست اژدهاے بزیر
بحمله سوی رومی آورد روی | بترسید از و رومی کینه جوی
عنان در عنان هر دو در تاختند | سنانها بیکدیگر انداختند
چو بودند هر دو هنرمند چست | خراشے نیامد کسے را درست

۱- ق: برخشان - ۱۲، ۱۳- س ل: پلنگوے

نمودند بسیار جولان گری | کسی را نبود از هنر برتری
زنیزه به شمشیر بردند دست | هم از هر دو تن تار موی نخست
بدشمن فریبی یلِ روم زاد | گریزان شد از پیشِ چینی چو باد
بدنبالِ او چینیِ گرم کین | زگرمی بابُرو درآورده چین
چو نزدیک شد تا ز تیغ چو برق | گریزنده را زخم ریزد بفرق
درانداخت رومی کیانی کمند | کمرگاهِ چینی در آمد به بند
چنان کندش از بازوی زورناک | که بربود از باد و دادش بخاک
همیرفت پویان یلِ شیرگیر | به خاک اندرون شیرِ جنگی اسیر
به اسکندر آمد سوارِ دلیر | شکارِ خود افگند در پیشِ شیر
ملک را خود آن فال فرخ نمود | که فتح اوّل از سوی او رُخ نمود
بسی گنج دادش بفرخندگی | غنی کردش از گنج بخشندگی
چو لشکر بدید آن نوازشگری | بکین لشکری گشت هر لشکری
برون آمد از میمنه پُردلی | پُر از آتش و بادش آب و گلی
بر جوشنی سبز چون نوبهار | بزیر ابلقی تند چون روزگار
حمائل در افگنده تیغی بدوش | حریریش بر سر چو پرّ سروش
کمان بسته و ترکش آراسته | جوان شیری از نیستان خاسته

۷- س۲: بربودش

چو آشفته دیوی بدیوانگی — درآمد بمیدانِ فرزانگی
خدا را چو در دل نیایش نمود — خداوندِ خود را ستایش نمود
بس از پیش دستی سخن پیش کرد — حدیثِ تنومندیِ خویش کرد
که لشکرشکن طردِ رومی منم — که در حمله لشکری بشکنم
بهم دوزم از شستِ پیکان‌گشای — بسی چینیان را چو چینی قبای
که دارد سرِ من بکین گستری — که تا بی‌سری بیند از همسری
چو زین گفتنِ پر نهی گشت مرد — سراندازی از چینیان گشت فرد
فرس راند بر طرد چون اژدها — دلاور نکردش رسیدن رها
بیک ضربتش در عدم راه کرد — اجل را بدو راه کوتاه کرد
دگر چینی تاخت مردی بجنگ — بدانسان که بر صیدِ ماهی نهنگ
بتندی برآورد بالای دوش — یکی گرز شش پهلو و هفت جوش
چو بر طرد شد تا شود مرد کوب — گهِ کوبش آهن برون شد ز چوب
بشمشیر تا دست یازد شتاب — ز شمشیرِ طردش گذشت از سر آب
برون تاخت دیگر سواری دلیر — برو نیز شد طرد با زنده چیر
قلم کردش از تیغ سرتا زبن — نبشتش ز خون هدیهٔ لم یکن
برینگونه تا هفده ترکِ دلیر — ز پولادِ هندی درآمد بزیر

۲ ـ س: خدا را بصد دل. ـ ۱۳/۱۰ ـ ق: دست بازد

دگر چینه‌ئی تا گهِ نیم روز / نیامد برون تا شود کینه‌توز
فرستاد خاقان به نیروی خویش / دلاور سواری ز پهلوی خویش
نبرد آزمائی کنیفوی نام / کز آسیب او کوه کردی خرام
برون آمد آزاد سروی چو بید / چو بر پشتِ طاوس بازِ سفید
ز بهر هنر بسته نه از بهر لاف / سلاحی که کار آید اندر مصاف
بچشمش نیاورد طردِ دلیر / کشیده کمان سوی او شد چو شیر
بیفگند تیر و نه بر جا رسید / ز پولاد جبت دبخارا رسید
یلِ چینی از جوشِ صفرای خویش / برون راند رخشِ سبک‌پای خویش
چنان زد سنان بر تهی‌گاهِ طرد / که از باد پا اوفگندش بگرد
روان شد یکی دیگر از قلبِ روم / چو سروی ز پولاد نخلی ز موم
بیک ضربتِ نیزهٔ سینه دوز / بر او نیز شب گشت رخشنده روز
دلیر افگنی دیگرش گشت جفت / بیک جنبش او نیز در خاک خفت
چنین تا چهل مردِ سخت کوش / زیک مردِ چینی تهی شد ز هوش
دگر هیچ کس را نیامد هوس / که در معرکه پیش راند فرس
سکندر که دید آن چنان دستبرد / چو آتش برافروخت چون یخ فسرد
چو شمشیرِ خورشید شد در نیام / برون تاخت او هم سپهدارِ شام

---

۶ - س۲: آن تند شیر - ۱۳ - س۲: زیک مرد چینی روان شد ز هوش - ۱۶ - ق۱: لشکر

ز شب سایه بر چرخ والا رسید — علم زیر شد سایه بالا رسید
دو لشکر ز کوشش عنان تافتند — سوی بنگهٔ خویش بشتافتند
طلایه برون شد ز هر دو سپاه — شبیخون بدخواه را بست راه
سکندر که زانگونه فیروز بود — همه شب در اندیشهٔ روز بود
که فردا اگر اپیش اندر بجنگ — که پهلو زند با دلاور نهنگ
حریفان در آن بازی اندیشه‌مند — که بر پیل بایست بیذق فگند
وزان سوی خاقان ز بس چیرگی — شتابنده در خون بصد خیرگی
همی کرد بخشش سر انداز را — همی داد دل مرد جانباز را
اگر خفته و گر چه بیدار بود — همه شب در اندیشهٔ کار بود
چو در گنبد آمد براق سپهر — بهرّا ز زرین بیاراست چهر
چنان خورد شبدیز ظلمات دم — که نعلش بسفت و دو مسمار سم
دگر بار شیران بجوش آمدند — بشیر افگنی در خروش آمدند
کشیدند از قاف تا قاف صف — بکوشش نهادند جانها بکف
دو خسرو میان دو قلب سپاه — چپ و راست گردان لشکر پناه
همان پر دل دینه بر عزم کار — برانگیخت از صحن میدان غبار

---

٧. س۱: خیرگی. ـ ٧. ق۲: شتابنده درکین

٧. س۲: بصد تیرگی

سنانش ز خونریز پیشینه لعل — به پولاد غرق از کله تا به نعل
چو خود را و خاقان چین را ستود — بمردی مبارز طلب کرد زود
سواری برون آمد از رومیان — سپر بسته پس چست کرده میان
بگرمی بر آهیخت چون برق تیغ — که برق از نفس آب گشتی چو میغ
تگاور سیاهی بزیرش چو دود — بر آورد سر بر سپهر کبود
بگردن زنی تاخت بر هم ستیز — بینداخت بر گردنش تیغ تیز
کنیفوی تازنده خم خورد و جست — بزد نیزه و پهلوش را شکست
گذارا شد از پشت رومی سنان — ز دستش برون رفت یکسر عنان
دگر خونفشانی بخون جوش کرد — همان شربت اولین نوش کرد
نبرد آزمای دگر حمله برد — هم از مردی مرد مردانه مرد
چنین تا درید آن هنرور جوان — بنه حمله پهلوی نه پهلوان
دگر در سر کین نیفتاد پیش — که با همسر خود نهد پای خویش
سکندر بر آشفت زان داوری — که کم گشتش از یاوران یاوری
ز لشکر دلی بشکند خون بود — دل لشکری بشکند چون بود
حریف ار به شطرنج شد چیره دست — ببازنده چابک آرد شکست
بساط دلیری که بی رنج نیست — ببازی کم از نطع شطرنج نیست

۳- س۲: بهر بسته چین - ۱۲- س۱: در سر کس

گر از یکه با شیر دندان کشد ❊ دل از سینهٔ شیر خندان کشد
چو بازوی کوشندگان گشت سست ❊ مهینِ سواران عنان کرد چست
به تندی بردن جست کار شتاب ❊ بر آن موجِ آتش چو دریای آب
سرانِ سپه پوزشش انگیختند ❊ همه در عنانش درآمیختند
بصد عذر گفتند کای تاج بخش ❊ تو خورشیدِ ملکی مجنبان ز رخش
بسی دشمن و دوست اند در سپاه ❊ بدین دوست روی و ز دشمن نگاه
بود پادشاهی چو کوه از شکوه ❊ قیامت شود چون بجنبید کوه
اگر صد سر از پا بیفتد ز جای ❊ تو داری جهان را ابگیر بپای
وگر موی از فرقِ تو کم شود ❊ خرابی به بنیادِ عالم شود
یک امروز بنمای در کین درنگ ❊ که فردا شود بر عدو کار تنگ
بدین داوری شاه را داشتند ❊ عنانِ وی از دست نگذاشتند
چو در پردهٔ خواب رفت آفتاب ❊ روان کرد شب پرده از آن خواب
مکلل شد این نطعِ نیلوفری ❊ چو دیبا بر او رنگِ اسکندری
دو لشکر سوی خانه گشتند باز ❊ بساطِ وفا را نوشتند باز
طلایه روان شد بگردِ سپاه ❊ تباقی به پیرامنِ بارگاه

۹- س۱: اگر صد سر و پا بیفتد ز جای + تو داری سراسر جهان را بپای

۱۵- س۲: بادشاه

همه برشد از پاسبانان نفیر | شد از گوشه گیری فلک گوشه گیر
همه شب سکندر بجوشش اندرون | ز خشم بداندیش میخورد خون
همی گشت زان دشمن خیره چنگ | بسودا و صفرا از رنگی برنگ
ز گرمی برانگونه کز برق میغ | همی کرد آشام زوبین و تیغ
ز خجلت دلیران درگاه نیز | طمع برگرفته ز جان عزیز
بران دل که فردا چه ساز آورند | که بدخواه را سر بگاز آورند
چو اسکندر صبح برشد بلند | درانداخت بر کنگر مه کمند
شد از رنگ سرخی سر کوهسار | چو پیشانی پیل شنگرف وار
یکه تر سپهدار چین از غرور | زمین کرد چون عرصه گاه تنور
بعزمی که بر فتح گشتش دلیل | شد از خانهٔ زین بصندوق پیل
سوی رزمگاه آمد آراسته | نهیب حریف از دلش خاسته
دگر جانب اسکندر شیر زور | بتندی چو شیران بنخچیر گور
نه بیم از خدنگ و نه باک از سنان | قضا را بتسلیم داده عنان
بجنبید و آمد بسوی مصاف | بسختی پی افشرده چون کوه قاف
چو شد هر دو لشکر بترتیب راست | حریفان ز دو سو یکه گرد خواست
برون زد یکی چینی سخت کوش | سپر در پس و درع چینی بدوش
خرد پیر بود و بمبارز جوان | فرس پخته و خام برگستوان

ز پولاد چینی ناچخ ده منی — بگردن بر از بهر گردن زنی
در آمد بمیدان و جولان نمود — نمودار دعوی فراوان نمود
برون آمد از قلب رومی یلی — برآورده تا آسمان هیکلی
بزور و توانائی آهرمنی — ببازوی پولاد روئین تنی
یکی حربه در دست خاراشگاف — که بگشادی از نیفهٔ کوه ناف
رسید و زد آن حربهٔ نامدار — بسر ناچخی نیز خورد استوار
هم او را سر از ناچخ آمد بگرد — هم این خفت برجای کان حربه خورد
فتاده بیک جا دو رزم آزمای — بجا بوده هر دو در رفته زجای
ز رومی دگر جبّهٔ ساز کرد — بصحرای کین رفت و پرواز کرد
عمودی بگردن بر افراشته — گه بیستون بر ستون داشته
بر او تاخت چینی سواری چو پیل — زده جامه در ماتم خود به نیل
قزاگندی از رق کشیده بتن — که هم جوشنش بودی هم کفن
یکی نیزه بید برگ سپید — سنان بر سرش رسته چون برگ بید
چو بر یکدگر در نبرد آمدند — ز لرزه زمین زیر گرد آمدند
به سختی که زد رومی سخت زور — سرش را در آغوش کرد گور
بر اینگونه ده چینی تیز کین — زجان پاک گشتند چون نقش چین

۵- س۱: نیمه کوه قاف - ۱۳- ق۱: برکفت

دگر تا شب از چینیانِ زبول　　بمردی سوارے نیامد برول
سپر چوں بر آب افگند آفتاب　　بر آورد مہ ناچخ خود ز آب
شبِ تیرہ در صحنِ زنگار گوں　　چو ہندوی ناچخ زن آمد برول
دو لشکر بہ لشکرگہ آمد فراز　　یکی سرنگوں دیگری سرفراز
سکندر از آں خیرگیہای بیش　　شکیبا شد و لختے آمد بہ خویش
چو شب پرچمِ خویش در خوں کشید　　زمیں طاسِ خورشید بیروں کشید
شعاعی کہ رفت از اُفق تا بدور　　بزد نیزہ بالا سنانہای نور
دو دریا دگر بارہ جوشندہ گشت　　بہر سوی سیلے خروشندہ گشت
ازاں سیل کآفاق را درگرفت　　کراں تا کراں فوج و لشکر گرفت
زجولانگہِ رومیاں بیدرنگ　　کتابونِ رومی بروں شد بجنگ
ملوکانہ ترتیبے آراستہ　　پلنگے ز کوہِ رواں خاستہ
بکف کردہ قلّابیِ الماس گوں　　کزاں پیل را درکشیدی نگوں
بمیداں شد و چالش آغاز کرد　　بتحسینِ خسرو زباں باز کرد
چو لشکرِ سکندر بہ آواز گفت　　بنام آوری نامِ خود باز گفت
قرا نامِ چینی یلے پرستیز　　اجل را زباں دادہ از تیغِ تیز
ہمی خورد بر جانِ رومی دریغ　　بگردش درآمد چو بارندہ میغ

۱۱- سس دق ۲: گراں - ۱۵- سس: قراخاں -

به تیغی که بر وی زد از زور دست | قزاگند بدرید و اندام خست
چنان رومی انداخت قلّاب را | که چون برزد آویخت قصاب را
به زخمی گریبان گهش چاک زد | به بالا برآورد و بر خاک زد
قرارا چو در خود قراری نماند | دگر بیقراری فرس پیش راند
از آن دست زخم گز انگیخته | شد او نیز بر کنگر آویخته
دگر رهزنی کرد زان سو شتاب | شد او نیز زان زخمهٔ گز بی‌جواب
بر آنگونه تا سیزده پیل مست | به زخم گزک راست در خون نشست
دگر راست بازی نکرد ایستاد | که گز باز را گز تواند نهاد
چو قلّاب سیم از کمین زد هلال | بخون غرق شد ترک چینی جمال
شهاب از سر نیزهٔ دیوسوز | شد آتش فکن در سلیمان روز
دو لشکر به منزل شدند از مصاف | گروهی بخجلت گروهی بلاف
همه شب غنودند تا صبحدم | ازین سو بشادی ازان سو بغم
جهان را چنین فتنه با هر سریست | که رنج یکی راحت دیگریست
بط از بیم چون سازد آواز را | نوای چکاوک بود باز را
به تشویش جان رو دهد بیقرار | ملک را تماشا سگان را شکار
دگر روز کاشقر بر دن تاخت مهر | یک اسپه روان شد بر وی سپهر

۲- ق۱: قلّاب دار - ۲- ق۲: که بزرا برآویخت قصاب دار-

کمانِ مهِ نو که شد جفتِ تیر　　کشیدن نیار است گردونِ پیر
دو خسرو دگرباره گشتند تیز　　سلامت شد از چارسو در گریز
کشیدند صفها بمرد افگنی　　ز روئین تنان شد زمین آهنی
همان پیل جنگی کتابونِ گرد　　عنانِ نبرد اژدها را سپرد
بدستش همان رمح قلاب دار　　بخونریز هم تشنه هم آبدار
همان سرفگن تاخت از چینیان　　که سرپیش از آن در پشیمیان
به تندی فرس بر کتابون فگند　　ز حمله تزلزل به هامون فگند
کتابون در افگند قلاب را　　که بر سیلِ آتش زند آب را
چنان تیغ زد چینیِ تیزگرد　　که خطی قلم گشت در دستِ مرد
چو قلاب را قلبه زد چنان　　که هم نیزه بیکار شد هم سنان
بزد بر کتابون چنان برقِ تیغ　　کز و خون روان شد چو باران ز میغ
رگِ گردنش موج زد بر تنش　　همه خونِ او گرد در گردنش
کتابون گلوی ز شمشیر چاک　　ز توسن بغلطید در خون و خاک
خروشش از صفِ چین بر آمد بلند　　دلِ رومیان خسته گشت از گزند
مهِ رومیان چون چنان دید حال　　که لشکر هراسنده شد زان خیال
بدل دادنِ لشکرِ ناشکیب　　گران کرد بر خنگِ ختلی رکیب

---

۱۴ ا-س۲: شد زان ۱۵ - م و س۱: شه - ۱۵ ا-س۲: قتال

بخواهش گری نامداران عهد عنانش گرفتند و کردند جهد
که شاها تو شمعی مجه چون شرار به پروانگی کار بر ما گذار
چو باشد بسی باشه پرواز را چرا رنجه باید شدن باز را
گر از ما بر آرد جهان رستخیز از آن پس تو دانی و شمشیر تیز
وگر جامهٔ دشمن افتد به نیل به فیروزیِ شاه باشد دلیل
بسی زین نمط گردنانِ سپاه سخن تان کردند ز اخلاصِ شاه
چو بود آتشِ لفظ را شعله تیز فروزنده تر گشت از آن آب ریز
عنان بست و داد پوینده را قدم پیش زد راه جوینده را
چو شیران بر آهیخت بلبت دلیر دلِ خصم را داده زان موی شیر
تبارک ز پولادِ سبزش کلاه فرس خنگ و برگستوانش سیاه
بقامت یکی جوشنِ بی بها کمندی بکف کرده چون اژدها
جوانمردِ چینی که معنی در او بود شکستِ خود از خاطرش دور بود
نه کرد التفاتی بر آن شیرِ تند که جوشِ دلش اقتضا کرد کند
بگردش درآمد سکندر بکار بگردندگی گشت چون روزگار
کمند آن چنان کرد برتاب سخت که کند از بُن آن خسروانی درخت
کشانش سوی لشکرِ خویش بُرد هزیمت بقلبِ بداندیش برد

---

۶ - سسل: پردلان

برآمد یکی غلغل از رومیان | بخون چیست کردند هر سو میان
چو خاقان چنان دید رفت از شکوه | بجنبید با لشکر همچو کوه
به تندی سوی رومیان حمله برد | بخونریزی و کین کشی پی فشرد
سکندر چو بدخواه را گرم دید | بکوشش نه هنگام آزرم دید
سلیمان شد و باد را راند زود | چه بادی که هم پویه هم باد بود
سلیمانیش بین چو خنجر کشید | فرو رفته خورشید را بر کشید
صف روم را تیز آواز داد | فرس را بجولان عنان باز داد
دو دریای جوشان بهم بر خورد | قیامت در فتنه را باز کرد
سواران عنان در عنان تافتند | یلان روی بر روی بشتافتند
ز بس یکدگر جاش انگیختند | زمین و فلک باهم آمیختند
غو کوس کارامش از دل ربود | در افگند غلغل بچرخ کبود
دهل زان تهی مغز کاندر وی است | سخن گفت با فتنه در زیر پوست
ز جوشش درون مرد را پی به پی | ز هر موی خون جست بر جای خوی
هزاران تیر باران که آمد فرود | پلارک همی گشت و جان می ربود
ز باران تیر و ز تیزاب تیغ | بناهای گل رخنه شد بی دریغ
دو روزن که پیکان ز هر تن کشاد | دو دروازه مرگ در تن کشاد

۱- س ۲: تو گفتی نهادند جان در میان -- ۱۰- ق: ز بس گرد کز خاکش انگیختند.

سبک مرگ مهمان شد از یکدرش　　برون رفت جان از درِ دیگرش
ز شمشیرِ چاک افگنِ تابناک　　برآمد ز هر جانبی چاک چاک
طراقِ سر از گرزِ فولاد بند　　همی خواند اجل را به بانگِ بلند
مشبک شده سینها از سنان　　بلا زان مشبک تماشا کنان
ز غلطیدنِ کشتگان در مصاف　　شده پشته بر پشته چون کوهِ قاف
سراسر شده روی صحرای چین　　ز بس نقش بیجان چو دیبای چین
بهر سو ز آوازِ زاغِ کمان　　شتابان شده کرگسان ز آسمان
ز تنهای صد پارهٔ و شاخ شاخ　　شده طعمه بر گرگ و روبه فراخ
هراسندگان در آن رستخیز　　شد از سیلِ خون بسته راهِ گریز
بکوشش دلیرانِ شمشیرگیر　　برغبت در آن پیش شمشیر و تیر
سکندر خود آشفت چون اژدها　　عنان کرد بر صیدِ شیران رها
بهر حمله کز خشم بر زد سری　　شگافی در افگند در لشکری
بران تن که زد خنجر کینه کوش　　روان شد سرش پای کوبان ز دوش
بهر سو که شمشیرِ او کار کرد　　یکی را دو کرد و دو را چار کرد
چو دشمن دلی در سرِ خویش داشت　　زمانه سرش را همان پیش داشت
چو خاقان نگه کرد کان پیل زور　　بسی شیر را کرد مهمانِ گور

---

۱۲ - قا : زد بر ۱۳ - قا : سخت -

به تندی بران پیل تن راند پیل — چو ابری که آید بدریای نیل
در انداخت خرطوم را پیل مست — که در شیر جنگی برآرد شکست
دو دیدند فوج دلیران ز دم — چو طوفان آتش بتاراج موم
کشادند از آن گونه باران تیر — که از پیلبانان برآمد نفیر
دو والی ملک نیزه زد چنان — که شد غرق در کوه آهن سنان
شد آزرده پیل شکن یافته — به آزردگی راند رو تافته
در افتاد در لشکر خویشتن — شکست آن شه قلب خارا شکن
چو دیدند رومی سران حال شاه — در افتاد لشکر بدنبال شاه
تعاقب نمودن نه از راه بود — که مرد اندک و روز بیگاه بود
سکندر دران مطرح بی خلاص — بفیروزی بخت رست از قصاص
زیاران گرش نامدی یاوری — کجا رسته گشتی دران داوری
چه کار آید آن یار ناسازگار — که هنگام سختی نیاید به کار
بدشواریت یار شایان بود — به آسانیت خود فراوان بود
بهر کار بی یار مگذار کام — که بی یار کاری نگردد تمام
نه بینی که در کارگاه خراس — بیک سنگ نتوان علف کرد آس

۳- س۱: قوم ۵- ق۱: دالی
۷- س: آن همه ۱۲- س۲: مردی
۱۵- ق۲: نتوانی جو کرد آس

چو کار اوفتد حاجت آید بیار　　مرا با تو چون کار نفتد چه کار
همه روز تا شب دران رستخیز　　دو رویه همی رفت شمشیر تیز
چو خورشید بُرقع بُر خساره کرد　　فلک سُرمه در چشمِ سیاره کرد
کشید آسمان بهرمانِ کبود　　حریرِ معنبر بپوشید زود
دو لشکر ز خون ریز باز آمدند　　به تدبیر در حیله ساز آمدند
یکی خسته را مرهمِ ریش کرد　　یکی نوحهٔ مردهٔ خویش کرد
یکی شب ز اندیشه غایت گذاشت　　یکی در رهِ غائبان چشم داشت
یکی پرسشِ خسته را پی فشرد　　یکی زنده باز آمد امّا بمرد
سکندر چو باز آمد از رزمگاه　　بخلوتگهِ خسروی کرد راه
هژبرے که خود بستش اندر شکار　　درون خواند تا پرسدش سرِّ کار
جوانمرد را بسته بردند پیش　　سلاح و سلب هم بر آئینِ خویش
سلاحش بفرمود تا بر کشند　　زره از تن و خودش از سر کشند
کشادند چون پوششِ ابرفام　　بزیرش چه بینند ماهی تمام
بهشتی وشے رشکِ غلمان و حور　　که در وے نظر خیره گشتی ز نور
فریبنده بازی گرے چون پری　　پری را دُشش اُده در دلبری
ز زنجیرِ زلفِ سمن سای خویش　　خود افگند زنجیر در پاے خویش

١٣- ق ا: دیدند

بناگوشش از برگِ گل تازه تر — رُخ از مشتری عالی آوازه تر
چو باغِ شگفته بفصلِ بهار — پُر از لالهٔ و سوسن و سیب و نار
غزالے ز ہر غمزه شیر افگنے — ازیں شوخ چشمے و چشمک زنے
سر انداز چشمے چو ترکانِ مست — ز ہر غمزهٔ دور باشے بدست
کرشمه با غزالے خوں گردنش — بسے بارِ خوں داده در گردنش
ز ہر خندهٔ شورے انگیخته — ز ہر موئے جانے در آویخته
دہن تنگ و لبہائے یاقوت رنگ — جہانِ نمک و نمکدانِ تنگ
سکندر نگه کرد چوں سوے او — فرو شد به نظارهٔ روے او
تماشای او دید و بیخویش گشت — کش از بیش دیدن ہوس بیش گشت
گه از بیخودی لعلِ خنداں گزید — گه انگشتِ حیرت بدنداں گزید
عجب ماند ازاں داوری تا بدیر — که آہو چگونه شد آں شرزه شیر
نه آہو غزالی چو خورشید بود — که روشن تر از جامِ جمشید بود
چو دریافت سررشتهٔ عقل و ہوش — طلب کرد گوہر ز گوہر فروش
بدو گفت کاے شمعِ خوبانِ چین — غلط گفته ام کافتابِ زمیں
بگو تا کئی و نژادِ تو چیست — بدیں نیکوئی کارسازِ تو کیست
اگر مردی ایں حسن و زیب از کجاست — بشاخِ گلت نار و سیب از کجاست

۹- س۱: او کرد ۱۴- ق۲: غلطی کنم ۱۵- س۱: اوستاد

دگر زن شدی زن چنیں گر بود / که از تابِ او شیر در خوے بود
هزار آفریں بر چناں مادرے / کز و زاده شد چوں تو نیک اخترے
ببوسیدنِ مسندِ خسروان / بنفشه شد آزاد سروِ جوان
پس از پسته لختے شکرخند کرد / بساطِ دعا را پر از قند کرد
که شاها سرت زیورِ تاج باد / فلک را ز تختِ تو معراج باد
به فیروزیِ اقبالت آراسته / ز سهمِ تو جانِ عدو کاسته
ز من ماجرائے که در خواستی / جوابے ندانم به از راستی
من آں نازنیں سروِ نوخاستم / که در خاکِ چیں قامت آراستم
پدر داشتم چوں دلاور نهنگ / یگانه به چندیں هنرهاے جنگ
به پیکانِ چوں موے خار اشگاف / ندیده کسے پشتِ او در مصاف
بر آں دست بُردی که گاهِ نبرد / یکے صد کند زورِ بازوے مرد
نرینه نه بودش چو فرزند هیچ / به تعلیم گوشش مرا داد پیچ
چنانم در آموخت آئینِ کار / که چوں من نه شد دیگرے کامگار
برزمے که شد پیشِ همتاے خویش / مرا بُرد بهرِ تماشاے خویش
چناں کردم اوّل تماشاے او / که آخر نگه داشتم جاے او
طریقے کز و در نظر داشتم / یکے را ز صد بهره بر داشتم

۱۳ - ق دس ۲: برمن.

زبس چهره کرد از دلیر افگنی　　چو من آهوے را بشیر افگنی
به اندرز فرمود کاے نیک بخت　　ترا جلوه گه رخش زیبد نه تخت
تو مردی نه زن تا ز وسواس دیو　　بجوے زناں برنیاری غریو
بجاے که باشند مردان دلیر　　دلاور تر از نر بود ماده شیر
گرت خواستگار آید از همسرے　　ق　اگر شاه باشد اگر چاکرے
نخواهم که ناکرده دست آزمائے　　کنی گوهر خویش را دست سائے
کسے کت بمردی زبون آورد　　به تزویج خویشت درون آورد
من از پند آں کاردان کهن　　جز از شیر مردے نگفتم سخن
چو او رفت دوران روشن گذشت　　هنرهاے میراث برمن گذاشت
بسا نامور کز تمناے من　　بجالش گری گشت همتاے من
غرورش چناں کرد با خاک جفت　　کز آسیب همخوابه در خاک خفت
کسے برمن از کینه زخمے نه ریخت　　دگر ریخت یا کشته شد یا گریخت
ملک نیز دیدست در رزمگاه　　که از چند تارک ربودم کلاه
تو خود چوں به پیکار من تاختی　　کمندم بگردن در انداختی
چناں بانگ زد برمن اقبال خاص　　که جز جاں سپردن ندیدم خلاص
مرا بیں چه فرخنده بختی ست نیز　　که گشتم چو تو خسروے را کنیز

۴- ق وش‌ا: شیراں

چو پیوند پدر بود با گوهرم   ق   که بندندهٔ من بود شوهرم
کنون کایزد آن دُر بسلک تو بست   بسلک دگر چون تواند نشست
اگر درخورم خاص کن در نظر   وگرنه به تیغم ببیداز سر
وگر گرد رای تو زین تن گریز   دگر کس نه بیند مگر تیغ تیز
درین چاره خاقان بسی پی فشرد   میسّر نشد با منش دست برد
چو روزی ترا بود حلوای من   که یارد که گردد شکرخای من
هر آن لقمه کش دور داری ز گاز   ز روزی خوران کی توان داشت باز
چه خوش گفت دانا که دیرینه بود   که کس روزی کس نیارد ربود
اگرچه بکوشد نگهبان باغ   خورد عاقبت میوه گنجشک و زاغ
بسا جوزه کز باز بودش خلاص   بمهمانی گربه شب گشت خاص
سکندر که هم در نخستین نگاه   تمنای دل برده بودش ز راه
برون داد با ماه ناکاسته   جوابی بصد پوزش آراسته
که ای نازنین میهمان عزیز   ز رخ میزبان دلم گشته نیز
برینگونه کار است یزدان ترا   چرا دل نخواهد بصد جان ترا
نکوئی و چندین هنر در برت   که یارد جزین جز اسکندرت
به کدبانوی در شبستان گرای   که روی ترا بنده شد کدخدای

---

۱ - س۲: گیرنده - ۷ - ق۲: که روزی کسی چون توان داشت باز
۹ - س۱: باشد - ۱۰ - س۱: باشد.

بگفت این و فرمود تا میهمان — شد از بارگه سوی خرگه روان
صراحی طلب کرد و در می نشست — صنم ساقی و شاه ساقی پرست
کسی را که ساقی چنان مه بود — گر از می عنان تابد ابله بود
چو گردنده شد چند دور شراب — خرد خفت و رغبت در آمد بخواب
صنم غمزه‌ها را در افسون فگند — طلسم خود از پرده بیرون فگند
بر آهنگ رامش طلب کرد چنگ — بجادوگری در بر آورد تنگ
زهی زد که چون جای سازد بگوش — شود زنده بیهوش و مرده بهوش
چو زان نغمه شد شاه را گوش تر — دران بیهشی گشت بیهوش تر
هزار آفرین کرد بر کردگار — که داند بدین گونه بستن نگار
چنان گشت دلدادهٔ آن پری — که می داشت خود را بافسونگری
همه شب بافسونِ آن خوش نوا — همی کرد اندوهِ دل را دوا
چنان دل سوی عیش رامش نمود — که رغبت سوی خوابگاهش نمود
چنان ماند بر روی گل ناشکیب — که یادش نیامد ز خرما و سیب
نصیبش ز چندان بساطِ هوس — نشاطی و نظّاره بود و بس
بیا ساقی آن بادهٔ تلخ دام — که شیرینیِ عیش ریزد بکام
بده تا بشیرینی آرم به کار — که تلخی بسی دیدم از روزگار

---

۱۵ - س ۱: خام

بیا مطربا بر کش آوازِ تر / دماغِ مرا تر کن از سازِ تر
روان کن که خشک است رودِ رباب / ازان دست چون ابرِ بارانِ آب

در فضیلتِ فرو خوردنِ خارِ خارِ خشم که لذتِ کاظمین الغیظ به کام رساند و ستایشِ حمولات که زبونِ نفس گشته مهار نشوند و چون ناقهٔ صالح از سنگ نه جنبد

زد دولابِ چرخ آن کسان است آب / که آسان نیاید زند در خون شتاب
چو دشمن زبون گردد احسان کنند / بقدرت جوانمردیِ جان کنند
چو مجرم بخواری شود عذرخواه / برحمت کشند آستین بر گناه
توانا چو پیشِ تو شد ناتوان / مزن گرچه دشمن بود ناتوان
کرم کن چو دستِ تو بالاترست / که بخشایش از خشم والاترست
بگاهِ گنه غصه را زخنه بند / که خود بی گنه ایمن ست از گزند
تو امروز آن کن چو سود آرود / که بپسندی ار بر تو فردا رود
به آمرزشِ مجرمان کن شعار / گر امید داری به آمرزگار
ترا چون زیزدان بزرگی عطاست / تعجیل رسمِ سیاست خطاست

۱۲- ق۲: زیبا- ۱۶- س۲: کردن

گر اوّل توقف کنی در قصاص — توان کشتن آن را که ندهی خلاص
ولیکن چو قالب پراگنده گشت — نیارد بفرمانِ تو زنده گشت
چو از هم شد این خاکِ رنگین دو چیت — نگردد سفالِ شکسته درست
نگه کن که تا مادرِ مهر سنج — بر آن طفلِ خود چند بردست رنج
که جلّادِ خونی بیک تیغِ تیز — برآرد بیک لحظه زو رستخیز
کجا دید قصاب رنجِ شبان — تبرزن چه داند غمِ باغبان
چه باید بود از کس ای کینه ساز — متاعی که دیدن نیاریش باز
چه باید چنان پیکری خواستن — که نتوان از و موی آراستن
درختی که عمری برآید بلند — توان در یکی لحظه از بیخ کند
مگو مرد صد کشتم اندر نبرد — یکی زنده کن تات خوانند مرد
چو بر خود نداری روا نشتری — مکش تیغ بر گردنِ دیگری
نسوزد کسی را تپِ دیگران — مگر پشتِ دستی که ساید بر آن
هر جا نور زخمِ جانی مزن — چه جانی که خود تا توانی مزن
مکوش اندران کز تنی خون رود — که جان باز ناید چو بیرون رود
بخون ریز خلقی مشو فتنه دوست — ترا نیز خونی ست آخر بپوست
برزم آن کسی راشمر گرم خیز — که با همستیزی شود در ستیز

۵- ق دسس۲: بشمشیر تیز ۷- ق۲: دادن ۸- ق۱: کاستن ۱۴- ق۲: با همچو شیری شود در ستیز
۱۶- سس۲: که با شیر شرزه کند رستخیز

زبون گشته را تیغ و خنجر زدن — بود بر رگِ مرده نشتر زدن
بدنبالِ آهو چه پوئی چو تیر — اگر شیر مردی پئے شیر گیر
گهِ عزت ار خصم خوارت نمود — چو شد خوار، اگر خشم رانی چه سود
عزیزاں که خشمِ ذلیلاں خورند — شتر وار خارِ مغیلاں خورند
اگر چند مکرم بود غصه سنج — بداں کز فزوں خوردن آید برنج
اگر خنجر آشامد دور باش — گلوی مشعبد نیابد خراش
چو مرد از هنر هست مطلق عناں — نترسد ز بخشایشِ دشمناں
چو مارے به بند آورد مار گیر — نوازد چنیں خونئے را بشیر
تحمل بهنگامِ صفرا خوش ست — که صفرا بروں ریختن ناخوش ست
بلطف آنگهے کوش کائی بتاب — چو آتش نگیرد چه حاجت به آب
بر آں نیکبختاں هزار آفریں — کز افتادگاں دور دارند کیں
ز رستم فزوں بود سهرابِ گرد — که درمانده را دست در خوں نبرد
ستورے که در حمله پوید فراخ — بر افتاده زخمے نیارد ز شاخ
سگے کت بخوردن در آید شتاب — چو پیشش نشینی نشیند ز تاب
ستور و سگے کو زبوں هش بود — به از مردمے کو زبوں کش بود
بر آں تیغ زن کو بود تیغ گیر — که زالی بود رستمی بر اسیر
چو در بند و زنجیر باشد تنے — زند گردنِ پهلوانی زنے

نه در شیرماں از دلیری ست شور — که با شیر زنجیری آید به زور
اسیرے که در بندت افگنده تر — چو آزاد کردی شود بنده تر
اگر صوه را گذاری به کام — ازاں به که سیمرغ آری بدام
چو زر بخشی آمد همیں حد زیست — به بیں حد بخشیدنِ جاں که چیست

حکایت دو وزیر که یکی آتشِ خشمِ بادشاه را بدم تیز کرد و دیگری بآبِ دهاں فرو نشانده

یکے را ز شاهانِ صاحب سریر — توی دستے از دشمناں شد اسیر
به تدبیر گفت انچه هشیار تر — که دشمن بکشتن سزاوار تر
چو دستوری از رائے دستور جست — نه شد رخصتش بر سیاست درست
برغمِ دلِ فتنه زائے همه — سخن گفت بر عکسِ رائے همه
که در رسمِ شاهاں بامید بیم — قصاصِ عدد سنتے شد قدیم
اگر خسرو ایں حکم دارد روا — بود خسرے چوں دگر خسروا
وگر ز آفتے وارهاند سرے — نباشد ز شاهاں چو او دیگرے
خردمند کیں داستاں یاد کرد — ملک را ازخوں کردن آزاد کرد
بدیں یک نگارش بهنجارِ کار — هم ایں رسته گشت و هم او رستگار

۳ - م۱: ـ ز دام - ۱۴ - س۲: چو تو - ۱۶ - س۱: بهنگام

هزار آفرین بر چنان رهنمون — که پیشِ بزرگان نکو شد بجون

گرفتنِ سکندر سیمرغِ خاقان را چون مرغِ چینی و شکست افگندن در جناحِ او و صید را در چنگال گرفته سوی دستگاهِ شاهین باز شدن و آن را بحوصلهٔ فراخ فارغ البال گردانیدن و آزاد کردن

خجسته عمل رانِ این کارگاه — چنین پرده بردارد از بارگاه
که اسکندر از بختِ فیروزمند — چو آورد صیدی چنان در کمند
بر ویش لبِ عیش پرخنده داشت — بران زندگانی شبِ زنده داشت
چو زنگیِ شب دید روی سیاه — در آئینهٔ عالم آرای ماه
زد آئینهٔ ماه را بر زمین — بخندید ناگاه صبح از کمین
روان کرد شه تختِ جمشید را — بمنزل رها کرد خورشید را
بجولان گه آمد صف آراسته — بکوشش چو خورشید شد خاسته
وزان سوی خاقانِ شوریده مغز — ز نا آمدِ فتح در پای لغز
همه شب نیاسوده جانش به تن — ز سودای گم گشتهٔ خویشتن
درین غم که تا کی شب آید بروز — که چون شمع خود را رهاند ز سوز

۱۷ ا، س، ا: ــ بود

بزد کوس و بر پشتِ مرکب نشست | بصحرای رزم آمد از پویه مست
رسولی فرستاد بر شاهِ رُم | که تنگ آمد از دستت این مرز و بوم
چنین تا یکی صبحدم تا بشام | سپه در زره بارگی در لگام
دوتا گشت پشتِ هیونان ز بار | فرومانده بازوی مردان ز کار
بخوردن بود سیری از شهد و شیر | خصوصاً که از تیغ و پیکان و تیر
دوتا گشت در کشتِ دهقان گیاه | گریزنده شد کاروانها ز راه
رعیت بُدل شد ولایت خراب | نه آسودگی ماند کس را نه خواب
زبردست چون سر در آرد بجنگ | سرِ زیردستان در آید بسنگ
چو آشوبِ شمشیرگیران بود | فرومانده را خانه ویران بود
بجایی که کوشند پیلان بزور | غبارِ فنا جا برآید ز مور
دو توسن چو گیرند با هم ستیز | گیا را بود بر زمین رستخیز
تو ای تاجور کامدی در نبرد | بمردی کن این داوری نی بمرد
به پیکار اگر با منی کینه سنج | سپه را چه بیهوده داری برنج
چو کاری میانِ من و تست بس | چه جوییم فریادِ فریادرس
بیا تا بهم دست بیرون کنیم | زره در خوی و تیغ در خون کنیم
بکوشیم تا بخششِ کردگار | کرا بر سر آرد سرانجامِ کار

---

۶ - ق دم : تی - ۸ - دست یار د - ۱۳ - س : چون

زما هر دو تن هر که ماند بجای بود بر سر بزم و چین کدخدای
چو نزد سکندر رسید این پیام دران کامجوی دلش یافت کام
برون راند چوگانی خاص را شتابنده شبرنگ رقاص را
سوی حرب گه تاخت با ساز جنگ بر آنسان که نخچیر جوید پلنگ
میانجی بخاقان خبر گفت باز که اینک ز بزم آمد آن رزم ساز
دلش بود گرچه ز اندیشه پاک ازان پیش دستی شد اندیشناک
ولیکن چو خود خوانده بود تن به پیش چگونه عنان تابد از گفت خویش
روان شد بجولان گری ساخته ز رخت بقا خانه پرداخته
چو پیلان جنگی دران لعب گاه درآمد به شطرنج بازی دو شاه
نخست از کمان ناوک انداختند ز یکدیگر آماج گه ساختند
چو بودند هر دو هنرمند و چست نیامد بر آماج تیری درست
ز ناوک سوی نیزه بردند دست ز هر دو دران نیز موئی نخست
بشمشیر گشتند دست آزمای دران هم نشد قالبی رخنه سای
دو جنگی بدست آزمای شگرف همه زندگانی درین کرده صرف
چو کردند چندان که بود از هنر نگشتند فیروز بر یکدگر
به نیروی بازوی پولاد لخت دوال کمرها گرفتند سخت

۱- س۱: باشد- ۵- س۱: چین- ۶- گرچه بود دست ۸- س۲: مغان

چو پیلان که خرطوم در هم زنند — به پیچید خرطوم را خم زنند
تباب و توان در هم آمیختند — قیامت ز یکدیگر انگیختند
بسی دست بازی نمودند سخت — دو جانب نجنبید بیخ درخت
هم آخر قوی دست شد شاهِ روم — ز جا در ربودش چو نخلی ز موم
فرس تاخت بازو بر افراخته — ز بازو کسے را ستون ساخته
خروش از صف رومیان شد بابر — ز ترکانِ چینی تهی گشت صبر
در افتاد در قلبِ خاقان شکست — بر آورد رومی به تاراج دست
سکندر بفرمود تا بی دریغ — سلاح افگنان را برانند تیغ
به پیمانِ شه زینهاری کنند — بر آن زینهار استواری کنند
وگر کس بمردی برابر شود — نکوشند کز تیغ بی سر شود
به نیرنگ و هنجار اسیرش کنند — چو در ناید آماجِ تیرش کنند
چو رائین بدینگونه دمساز گشت — سپه نامزد کرد و خود باز گشت
سرافراز گشته بکارِ چنان — بدام او فگنده شکارِ چنان
بفیروزی آمد سوی بارگاه — بفیروزه گون چرخ بر زد کلاه
بفرمود تا جامه داران براز — قراگندِ مهمان کشادند باز
گرامی یکی جامهٔ شاهوار ق — که نی پودِ او بود پیدا نه تار

۳ـ سل۲: شاخ ۴ـ سل۲: به آخر

پس از شستن شخص خورشید تاب | کشیدند بر روی چو برگ گلاب
چو گرد سواری ز تن دور شد | تن خاکی آیینهٔ نور شد
ملک دست بگرفت و بالاش خواند | بهم زانوی بر سریرش نشاند
دلش داد و سوگندها خورد چند | که از جان او دور دارد گزند
همه روز با برگ و سازندگی | همی کرد مهمان نوازندگی
چو آمد شب تیره مهمان روز | برافروخت مه شمع گیتی فروز
فلک میزبان وار از جیب پر | بدامان مهمان فرو ریخت در
بفرمود فرماندهٔ روم و شام | که مهمان کند سوی بستر خرام
جهاندار خاقان بیداربخت | بخرگاه خواب آمد از اوج تخت
بخواب خوش آسوده شد بی‌هراس | که بودش امان سکندر بپاس
چنین شب بسی خفت و دلشاد خفت | بامید آزادی آزاد خفت
شب و روز با خسرو مهرتوز | ز عشرت ندانست شب را بروز
سپاه سکندر بر آنسان که خواست | بغارت همی تاخت بر چپ و راست
دران ره که یغما سر و تاج بود | سپه تا دو هفته بتاراج بود
همه لشکر چینی از بی‌سری | درآمد بزنهار اسکندری
گروهی خراشیدهٔ تیغ و تیر | گروهی بزنجیر خواری اسیر

٢- س ل: زدی ١٣- همه روز- ١٣- م ق٢: ز روز

به نگاهِ رومی گران تا گران — زمیں شد ز بارِ غنیمت گراں
ز بسیاریِ رخت و اسپ و شتر — دل و دیدهٔ مفلساں گشت پُر
کسی کو بخانه نقاعے نداشت — نهانخانهٔ بے متاعے نداشت
زمیں خیز چیں چیزهای غریب — که دل را ده قوت و جاں را نصیب
ز سیفور و دیبا و خز و حریر — ز کافور و عنبر ز مشک و عبیر
گرانمایه هاے ز غایت بروں — بدیدار زیبا بقیمت فزوں
زده توده بر توده در هر وطن — طرائف بخرمن جواهر بمن
نه سرمایه چنداں در آمد ببار — که دریابد آں را مهندس شمار
جداگانه گنجینهٔ شاهِ چیں — که خم شد ازاں بار پشتِ زمیں
به گنجِ سکندر فرو ریختند — دو عالم بیک دیگر آمیختند
چو آهسته شد لشکر از ترکتاز — کسے را بجنبش نیامد نیاز
سکندر بهیں روزے از بامداد — برادرنگ شد چوں جم و کیقباد
ز فرخنده رایانِ فرخ بیاں — برآراست بارے برسمِ کیاں
ستادند فرماں براں رو برو — بزرگاں کشیدند صف سو بسو
خروشِ رقیباں برآمد بماه — زمیں ساے شد خسرواں را کلاه
جو گشت انجمن ز انجم آراسته — فروزنده شد ماهِ ناکاسته

۱۵- ق دس۱: نقیباں

طلب کرد خاقانِ آفاق را ‌ ‌ ‌ گره باز کرد ابروی طاق را
چو آمد برادر زنگِ دلاشن چپت ‌ ‌ ‌ دو سرو از یکی بیخ شمشاد رُست
بفرمود تا هر چه در دزگین ‌ ‌ ‌ غنیمت بدست آمد از شاهِ چین
که دمه سوی بارگه آورند ‌ ‌ ‌ کم و بیش در پیشِ شه آورند
کسی کو کند رشته تابی نهان ‌ ‌ ‌ رسن در گلویش برند از جهان
چو فرمانِ شه سوی لشکر رسید ‌ ‌ ‌ غنیمت ز هر جانبی در رسید
ز کالای دا از مردم و چارپای ‌ ‌ ‌ بقدرِ سه فرسنگ پر گشت جای
چو ظاهر شد اسبابِ چین هر چه بود ‌ ‌ ‌ اسیرانِ چین را طلب کرد زود
نوازشش ز غایت فزدن کرد شان ‌ ‌ ‌ رسنها ز گردن برون کرد شان
بفرمود تا لشکرِ بی قیاس ‌ ‌ ‌ دهد رخت و کالا بکالاشناس
دویدند جویندگان تن به تن ‌ ‌ ‌ طلبگارِ سرمایهٔ خویشتن
ز هر جانب از رختِ دالای خویش ‌ ‌ ‌ بدست آوریدند کالای خویش
همه چینیان با همه برگ و ساز ‌ ‌ ‌ بدرگاهِ شه میرسیدند باز
چو شد بر سرِ رختِ خود هر یکی ‌ ‌ ‌ نشد هیچ ضایع مگر اندکی
پژدهنده در پیشِ فرمانِ شاه ‌ ‌ ‌ شد از خاصهٔ شاهِ چین عذرخواه
متاعی ز هر جنس بیش از شمار ق ‌ ‌ ‌ که در دفتر آورد دفترنگار

---

۷ ـ س ا: جوهر. ۸ ـ ق و س ا: چ حاضر

بخاصانِ خاقان اشارت نمود
که بر هم نمط باز جوییم زود

دویدند فرمان پذیران چو باد
نمط‌های گم گشته کردند یاد

جداگانه اسبابِ هر کارگاه
همه باز کردند از بارگاه

زری کان تلف شد بغارتگری
فزودندش از گنجِ اسکندری

گر افساری از توسنی گشت گم
فرس بود تا دانِ آن بسته دم

چو زان مردمیهای مردم فریب
رمیده دلان را در آمد شکیب

جهاندار برخاست از جای خود
بتعظیم شد پیشِ همتای خود

ز مهمان نوازی شمارش گرفت
نوازش کنان در کنارش گرفت

پس آنگه دهن چشمهٔ نوش کرد
ز لعلِ خودش حلقه در گوش کرد

بدو گفت کایمن شو ای تاجدار
که رامِ تو شد گردشِ روزگار

اگر ناگه از دورِ این سبز طاق
گرفتار شد اخترت در محاق

مه و خور که نوریست پیوستشان
گرفتاریِ عاقبت هستشان

دگر روشنان را که بینی جمال
هم ایمن نیند از هبوط و زوال

کسی را در آفاق صورت مبند
که دریابد آسایشِ بی گزند

جفا گر چه بی سیرِ افلاک نیست
چو من مشتری باشمت باک نیست

زمانه که دادت چنین بازیٔ نغز
درین تعبیه بازی داشت نغز

۲- سس۲ : بر حکم خط - ۷- سس۱و۲ : خویشش

که از کین بهرت روائی دهد | به اورنگ مات آشنائی دهد
زمین دور بودی گر این داوری | ترا کی شدی با من این یاوری
بسا کار کش رو بدشواری ست | چو بینی ز دولت برو یاری ست
کجا باز داند چو شد پای بست | که خواهد ابر دستِ سلطان نشست
چو بسته شود پیل ترسد ز مات | نداند که روغن خورد یا نبات
دو ور ذری که آزردی از بختِ خود | بیاداش وایافتی تختِ خود
چو من چین کشادم ز ابرزی کین | مبارک ز سر بادت اقلیم چین
بگفت این و فرمود کارند پیش | سلبهای شاهانه ز اندازه بیش
گرانمایهائی که شایان بود | ق سزاوارِ کشور خدایان بود
بیک چشم زد خازنِ گرم خیز | جهان در جهان کرد گنجینه ریز
چو شد دید جمع آنچه بایسته بود | روان کرد جای که شایسته بود
بخاقان یکی تاجِ زرین سپرد | که خورشید ازان روشنی رشک برد
ز گوهر مکلل یکی تختِ عاج | بهای دی اقلیم چین را خراج
سزاوارِ این پایه گنجِ شگرف | که عمری دراند خلش گشت صرف
تگاور هزار اسپِ تازی نژاد | بپای دوان دست برده ز باد

۱۱ - ق: چو شد جمع دید - ۱۱ - س: چو شد جمع گرد آنچه شائسته بود
۱۱ - سل: بائسته بود

ہزارِ دِگر اُشترِ سُرخ موے ‏ ‏ ‏ سبق بُردہ ز اندیشۂ گرم پوے
غلامانِ رومی و قبچاق و روس ‏ ‏ ‏ کنیزانِ آراستہ چون عروس
ز جنسِ حبش خادمانِ سرای ‏ ‏ ‏ ملوّن سیاہانِ قیمت فزاے
ہزارے ز ہر نوعِ زیبا و چیست ‏ ‏ ‏ کہ در حیرتِ آں خرد گشت سیست
ہمہ پیشِ فرمان دہِ چیں کشید ‏ ‏ ‏ سرش را ز رفعت بہ پروین کشید
بزرگانِ چیں را ز پا تا بفرق ‏ ‏ ‏ ز خلعت میانِ گہر کرد غرق
جُداگانہ بر ہر گرامایۂ ‏ ‏ ‏ کرم کرد بر قدرِ ہر پایۂ
بفرمود تا پس بداں عزّ و ناز ‏ ‏ ‏ رود میہماں جانبِ خانہ باز
سپہدارِ چیں زاں نوازندگی ‏ ‏ ‏ ز سربافت سرمایۂ زندگی
چناں گشت شرمندہ زاں احسانِ خاص ‏ ‏ ‏ کزاں بندگی خوش نبودش خلاص
فراواں دراں زحمتش بود و رنج ‏ ‏ ‏ چہ از بارِ منت چہ از بارِ گنج
ز بس کاندراں داوری شاد شد ‏ ‏ ‏ دلش صید گشت ار تن آزاد شد
ز بخشایش و بخششِ بے شمار ‏ ‏ ‏ زبانش ز پوزش نمیکرد کار
بصد شرمناکی و خجلت گری ‏ ‏ ‏ بغلطید بر نطعِ اسکندری
نوازندہ را معذرت ساز کرد ‏ ‏ ‏ بشکرِ نوازش زباں باز کرد
سزا باد بر وارثِ ملکِ جم ‏ ‏ ‏ کہ ویراں کند عالم آباد ہم

۱- ق: ہزاراں

اگر بر دلے داغ داند نهاد — برو مرهمی هم تواند نهاد
به خشم ار پشیزے ستاند ز کس — به احسانش گنجے دهد باز پس
دگر ملکے از تاجدارے ربود — دو چندانش بخشد بهنگامِ جود
چو دشمن قوی شد زبوں سازدش — دلی چوں زبوں گرد بنوازدش
بسا راه زن شیرِ مردم ربای — که گم گشتگاں را بود رهنمای
نباشد چو تو شاه در مهر و کیں — بکوشش چناں و به بخشش چنیں
کجا خسروے جز تو باشد چناں — که کوشد به جاں بخشیِ دشمناں
دگر شاه را در عدو سوختن — ز تو باید ایں بخشش آموختن
رهی کز تو در بندگی شاد گشت — کنوں بنده تر گشت کآزاد گشت
چنانم گلو بستی از طوقِ خاص — که تا روزِ محشر نیابم خلاص
چو بستی بقیدِ عطا گردنم — چه حاجت رسن در گلو کردنم
هر آں مرغ کآسوده گشت از فراغ — دلش را قفس خوشتر آید ز باغ
چو آهوے وحشی ز جو گشت رام — دگر آهواں را در آرد بدام
چو طاؤس را خانه شد بوستاں — دگر یاد نارد ز هندوستاں
دگر تو بشاهی نخوانی مرا — یکے بندهٔ خاص دانی مرا
ز بنیاد بر کنده بود اخترم — دگر ره تو کردی نهال از سرم

---

۱۱ - م: بستم ۱۵ - م: نگر تا به شاهی نخوانی مرا

درختی نشاندی به نیک اختری ‌‌ ‌‌ ‌‌ که امید باشد کزان برخوری

ازین پس من و خون خصمان شاه ‌‌ ‌‌ ‌‌ کز ایشان به سر نامم و نی کلاه

کسی را که باشد چو من چاکری ‌‌ ‌‌ ‌‌ بخصمش چه حاجت دگر لشکری

مخالف چو کین آورد شاد باش ‌‌ ‌‌ ‌‌ حوالت به من کن تو آزاد باش

گرم زندگانی دهد کردگار ‌‌ ‌‌ ‌‌ کنم روشن اخلاص با شهریار

چو زینگونه خاقان چین عذر خواست ‌‌ ‌‌ ‌‌ بر آهنگ رفتن عنان کرد راست

بپای سکندر بسی داد بوس ‌‌ ‌‌ ‌‌ پس آنگه روان گشت با پیل و کوس

بر آمد بفرخندگی بر سمند ‌‌ ‌‌ ‌‌ گراینده از بخت فیروزمند

ز سر ملک را رایت افراز گشت ‌‌ ‌‌ ‌‌ سوی دولت آباد چین باز گشت

سکندر بفرمود تا مهتران ‌‌ ‌‌ ‌‌ ز فرمان روایان و فرمان بران

بتعظیم دیباچه شاهیش ‌‌ ‌‌ ‌‌ گرایند لختی بهمراهیش

کسی کین کرم دید یا خود شنید ‌‌ ‌‌ ‌‌ تعجب کنان لب بدندان گزید

چو زان ناحیت حاصل آمد فراغ ‌‌ ‌‌ ‌‌ شد از مشک چین خلق مشکین دماغ

ستوده جهان - داور نیکنام ‌‌ ‌‌ ‌‌ بنام نکو کرد انجا خرام

تزلزل در اقلیم دیگر فگند ‌‌ ‌‌ ‌‌ گهی تاج بربود گه سر فگند

چو در ملک قادر بود پادشاه ‌‌ ‌‌ ‌‌ گهی سر زند گاه بخشد کلاه

---

۸ - س ۲: نوازنده - ۱۰ - س ۲: گذاران - ۱۳ - س ۲: خاک چین

چو ابرست فرمانده کامیاب | که بارد گهی آتش و گاه آب
بیا ساقی آن شربت خوشگوار | کزو بزم گردد چو خرم بهار
بده تا چو در تن در آرد توان | گل زرد من زو شود ارغوان
بیا مطرب اسباب می کن تمام | بدان ارغنون ساز طنبور نام
که گر چون عروسانش در بر نهی | مئی پر دهد از کدوی تهی

نصیحت به قوی بازوان که زبردستان را بقوت پنجه نگاه دارند و مجروحی که خونابهٔ او از خستگی بیرون تراود بر جراحت آن از سر لطف مرهم نهند

کسی کو به گیتی بود هوشمند | نیابد ز آسیب گیتی گزند
باندیشه بنیاد کاری کند | کز آن خویش را در حصاری کند
به پیغوله در کند جای خویش | که دارد و در پاس کالای خویش
گرش نیست کاری ز پیوستگان | گرفتی بر دنیست از خستگان
ولیکن گرش قومی اندر پی است | بهر نیک و بد عهد شان بر وی است
چو صد سر با سانیت زیر پاست | بسختی سر خویش گیری خطاست
غم دیگران خور چو دستیت هست | غم خویشتن خود خورد هر که هست

---

۱ - س: ببارد - ۱۴ - ق: فوجی - ۱۵ ایضاً س: بجمے

بزرگی کسے را دہد دستگاہ　　کہ دارد پناہندہ را پناہ
نہ زاں مایگاں کمتری در شمار　　کہ بر خوردگاں سازد از بر حصار
بزرگاں کہ کہتر نوازی کنند　　نہ رسمِ بزرگی ببازی کنند
سرِ مرد بہرِ سری کردن ست　　چو نبود سری بار بر گردن ست
ولیکن سراں را تواں کرد فرد　　کہ با زیر دستاں بود پاے مرد
کسے بر سرِ خلق زیبد امیر　　کہ اُفتادگاں را بود دستگیر
شرف کردنِ مردم از مردمی ست　　وگرنہ ہمہ آدمی آدمی ست
شد از بوے خوش نافۂ مشک دوست　　وگرنہ فراواں بود خون و پوست
بہ تنہا نہ باشد کسے سرفراز　　سر آں شد کہ باشد رعیت نواز
بزرگے کز و خورد بیروں شود　　وگر خود فریدوں بود دوں شود
عقابے کہ از بے پری شد زبوں　　ستونہ کند لیک ہم بر ستوں
برنگ ار چہ طاؤس باغے بود　　گرش دم بریزد کلاغے بود
پلنگے کہ بشکست پایش بسنگ　　سرش را برفتن بماند درنگ
پرستارِ کش خدمت کردنی ست　　ترا نیز تیمارِ او خوردنی ست
ز سر گرچہ پا زیر بار اندر ست　　چو می بنگری بار پا بر سر ست
بود پا بجا تا بود سر بجاے　　چو سر نیست پا اندر آید ز جاے

۱- ق: کہ آرد - ایضاً م - پناہندہ را در پناہ ۹- م: شہ آں شد ۱۰- ق: وگرچوں

مبین در حقیرِ بارِ بسیارِ او
تو بر گردنِ خواجگان بارِ او

چو پشتِ شتر گردد از کژ نگار
دلِ ساربان را کند خارخار

ز روی خرد مهتران را پسند
که از کهتران باز دارد گزند

گر از فتنه یک پایه بی‌تیشه نیست
چو داور قوی باشد اندیشه نیست

اگر میش در شهرِ گرگان بود
نرنجد چو زانِ بزرگان بود

چو سرسبزیِ خواجه باشد بجائے
چه اندیشه از دشمنِ سبز پائے

سگے خورد را داں شبانے بزرگ
که بزغاله را وارهاند ز گرگ

جهانداری آں را مسلّم بود
کز و رخنهٔ فتنه محکم بود

بهنگامِ فتنه مکن بی‌غمی
که باشد سرانجامِ او درهمی

چراغے که در خرمنے بر کنی
بکش ورنه خرمن دراں سر کنی

چو سیلابِ تند آید از برزنے
ز سوراخِ مورے کند روزنے

بغوغا و شورِ ابلهاں خوش بوند
دلے کاردانان مشوّش بوند

دُهل کاردش نوبتی در نفیر
بود شادیِ کودک و رنجِ پیر

مکن تکیه بر خاطرِ هوشمند
که زیرک تر از تست چرخِ بلند

بود پاسباں گرچه بیدارتر
همه حال از و دزد هُشیارتر

ز جورِ جهاں گر توئی تنگ‌خوے
جهاں کارِ خود کے گذارد بگوے

٣۔ س١: کنند۔ ٧۔ س٢: بزغاله‌ها را

غنی گو بغارت بہ بند د میاں | دراں بقعۂ خویش بنید زیاں
بداندیش گو با تو بد میکند | زیانت از پئے سودِ خود میکند
کدیور زباغ ار ندزدد ترنج | زبے نانیش مردہ باید بہ کنج
کہن گرگ ناشاد از خونِ میش | بود بیگماں تشنۂ خونِ خویش
چناں باید اندر جہاں زیستن | کہ از فتنہ ایمن تواں زیستن
اگر بر سرِ کہتراں سروری | حمایت قوی دار تا بر خوری
چو خوش خسپد اندر پناہت کسے | بداں خواب تو نیز خسپی بسے
دگر کہتری در پناہے گریز | کہ ہنگامِ خفتن نگوید کہ خیز
زدہرِ زبوں گیر چوں آگہی | رہانندہ جوے تا دار ہی

حکایت فریاد کردنِ اشترِ دہاں بستہ وبفریاد رسیدنِ موش بر سرِ وقتِ او

شگرف اشترے را بہنگامِ گشت | نگہ کرد موشے بہ پہنائے دشت
بدو گفت کائے رہروِ بُردبار | رسن چیست کن چوں گسستی مہار
کمیں ہاست اینجا بسے ز آسماں | ازآنِ کسے شو کہ یابی اماں
شتر بانگ بر زد کہ خاموش کن | بمقدارِ خود گفت باید سخن
وجودِ تو زینگونہ خورد و حقیر | مشو با بزرگے چو من خردہ گیر

شتر چون نکرد آن نصیحت بگوش ‏ ‏ ‏ ‏ دگان بست موشِ نصیحت فروش
بسوراخ رفت این غبار افگنان ‏ ‏ ‏ ‏ شد او سوے دیگر مهار افگنان
بهر شاخِ خارے که شد سر فراز ‏ ‏ ‏ ‏ بلا را همی داد رشته دراز
همی گشت شاخ افگن و خارکن ‏ ‏ ‏ ‏ که پیچیده گشتش بشاخے رسن
دو روز و دو شب ماند بیهوش و تاب ‏ ‏ ‏ ‏ اجل را همی دید هر دم بخواب
چو دل را از زبونی بریش آمدش ‏ ‏ ‏ ‏ نصیحت گرِ رفته پیش آمدش
بدو گفت چونی و زانِ که ‏ ‏ ‏ ‏ بدین چاشنی میهمانِ که
شتر گفت در یاب کانِ تو ام ‏ ‏ ‏ ‏ بنزلِ کرم میهمانِ تو ام
به ار بندهٔ خویش خوانی مرا ‏ ‏ ‏ ‏ ازین بندگی وا رهانی مرا
چو عجزِ چنان دید چاره سگال ‏ ‏ ‏ ‏ بعاجز رهائی بُریدش دوال
درین ره که در سر کلاهے ترست ‏ ‏ ‏ ‏ پناهندهٔ بے پناهے ترست

عزیمت کردنِ سکندر سوے دیولاخ یاجوج و ماجوج و بعض را به تیغ کوه شگاف در غار کشتن و درِ آن رخنهٔ بلا را از آهن گرانِ سنگ و خشتِ پولاد بستن

گزارش گرِ نفسِ دیرینه ساز ‏ ‏ ‏ ‏ چنان بند این پرنیان را طراز

۴- س: بخارے ۹- ق: کے- ۱۲- ق- م- س: نقش.

که چون چیره شد کارفرمای دم — بشرق درون بر بسی مرز و بوم
ازان دل که دولت سگال آمدش — عزیمت بسوی شمال آمدش
گرفت آن طرف نیز تکبیر زدور — بدریای خزران درافگند شور
ز طاعات آلانیان تاج داد — سر روسیان را بتاراج داد
چو بر عرصهٔ روشنی دست یافت — بتاریکی آب حیوان شتافت
چو زان چشمهٔ عمر لب تشنه ماند — جنیبت ز ظلمات بیرون جهاند
سوی چشمه از روشنی کرد روی — به بی‌آبی از خویشتن دست شوی
سخنگوی پیشینه جادوی پیش — که جادوگری کرد زاندازه بیش
بشرحی که بست این ورق را طراز — ازین بیش بیرون نیفگند راز
چو زین نکته راه معانی گشاد — نم از چشمهٔ زندگانی کشاد
ازان چشمه ره ماسیاهی گزاشت — گهر بسته در گوش ماهی گزاشت
چو نگذاشت ادمی بشیشه درون — من از شیشه شویم چه آید برون
چو تاراج شد زله بر خوان میر — من از ریزه چینی ندارم گزیر
چو دهقان کند خرمن از دانه پاک — بود عاقبت قوت موران بخاک
گل از بوستان باده نوشان برند — خس و خار هیزم فروشان برند
چو آمد جهاندار دریا درون — ز تاریکی آب حیوان برون

۹- ق ا: نگار - ایضاً - ق ا: بار ۱۰- س ا: زین گونه

دران ره که قطعی نه هموار داشت   سپه از روش رنج بسیار داشت

ز کوه و دره و بیشهٔ سنگلاخ   سم بادپایان شده شاخ شاخ

علف اچنان بر عدم شد برات   که نایاب شد نان چو آب حیات

فراخی ز مطبخ برون برد رنگ   ز تنگی دل همگنان گشت تنگ

کسی را که صد گنج و دینار بود   شکم خالی و دل گرانبار بود

بجای که باید شکم کرد پر   یکی دانه جو به ز انبار دُر

توانگر که ماشش جهانی بود   چو بینیش محتاج نانی بود

چو بی توشگی در تن آرد شکست   توانا تری را کند زیر دست

اگر آدمی پادشا یا رهی ست   دلش پرمدان گر تهیگه تهی ست

بمجلس می و میوه خالی بود   قدح بشکن ار شیشه خالی بود

دل شاه رنج از همه بیش داشت   که بار همه بر دل خویش داشت

از آن غم که کارش بسختی فتاد   رهانندهٔ خویش را کرد یاد

شبی شد ز همصحبتان گوشه گیر   به پوزش گری پیش پوزش پذیر

بخواهش نظر سوی بخشنده داشت   شب بندگی را بجان زنده داشت

چو با منعم خود بسی راز گفت   سر رشته پیدا ار گشت از نهفت

سکندر نشسته چو بی توشه   که دادش ز انگور نو خوشه

۱۰- ق:- کاسه

بدو گفت کآزاد باش از گزند که بر داشت دولت ز کارِ تو بند
ز بارانِ اشکے که چشمت کشاد برے داد زینگونه شاخِ مراد
نهادی چو در چشمهٔ عمر روے شدی آب نادیده زو دست شوے
بسے رنج دیدی به پویندگی بسے حیله کردی به جویندگی
خداے که در کارگاهِ مراد نکرد ست رنج کسے را بباد
چو بر قسمت رزق پروانه داد بپاداش آں آیت این دانه داد
گرت چاشنی بخشد این سلسبیل کنی چشمهٔ زندگانی سبیل
یکے خضر زاں چشمه شد زنده نام تو زیں عالمی زنده گرداں تمام
همه عمر این توشه یاری رس ست ترا و همه لشکرت را بس ست
صلا ده برین میوه هر جا که هست که هم نقل و هم باده داری بدست
درونِ تن این تحفهٔ جاں نواز بود تا بیک سال مهماں نواز
نه از خوردنش باشد این دانه فرد نه سالے خورش جوید آں کس که خورد
تنومند را تازه گردد رواں توانا شود مردمِ ناتواں
ولے چوں سپه یافت خورسندئے درآید بدلها تنومندئے
چنانست فرمانِ یزدانِ پاک که ساکن نمانی دریں تیره خاک
ازیں جا بجنبی چو دریاے آب سوے کوهِ یاجوج رانی شتاب

---

۳ - ناخورد - ایضاً ق: نادیده و دست شو - ۵ - س۲: نداد هست

جهاندار از آن روز نیکی‌قیاس — بسی گفت روزی‌رسان را سپاس
چو خورشید رخشنده بنمود تاج — برآمد چو خورشید بر تخت عاج
برآیین اسکندری داد بار — برافگنده پرده ز در پرده‌دار
بفرمود تا مردم از خاص و عام — ز لشکر کند سوی خرگه خرام
نوای نوازش بصحرا رسید — طلبگار گوهر بدریا رسید
بدرگاه راند آدمی فوج فوج — سپاهی چو دریا درآمد بموج
زمین زان نویدی که خوش کرد گوش — چو صحرای محشر درآمد بجوش
کسی کامد از پیر و برنا بخورد — بدست خودش دانه می‌سپرد
بدان دانه خلق شکم سوخته — شتابان چو گنجشک آموخته
کسی را که نوبت رسیدی فراز — ربودی ز مخدوم کهتر نواز
بدر دیده نفس دوزخ سرشت — سپردی بدوزخ نشان بهشت
ز پژمردگی زنده گشتی تنش — چو شمعی که افزون کند روغنش
جهاندار تا هفت روز تمام — بدان دانه آورد دلها بدام
سپه را که در ناله دُوای بود — شکم پر شد و خوشه بر جای بود
چو لشکر همه سیر گشت از خورش — گرفت از غذا سینه‌ها پرورش
ز آرامش معده دلشاد گشت — ز دام شکم گردن آزاد گشت

۴- س۲: صحرا ۵- س۱: ندای -۱۲- س: زنده کند

شہ مہرباں طبع۔ پاکیزہ خوے / بہ تیمارِ درماندگاں کرد روے
بفرمود تا مردم و چارپاے / کہ از ماندگی ماندہ باشد بجاے
خرامان و آہستہ زیں مرز و بوم / گرانید منزل بمنزل بروم
خود از کوچگہ کرّہ بیروں جہاند / جریدہ سوے کوہِ یاجوج راند
بدشت و بیابان و کوہ و درہ / بہنجار می شد سپہ یک سرہ
دراں رہ کہ شد زخم صد جاں ستیز / خضر پیشرو بود و الیاس نیز
پس از چار ماہہ گزندِ سفر / کشیدند در کوہِ یاجوج سر
چہ بینند محنت ستانے درشت / کہ بینندہ را زود تا گشت پشت
زمینے ز دوزخ غم انگیز تر / گلش خار و خار از سناں تیز تر
علم بردہ کوہ بر اوجِ میغ / ز ابرِ سیہ آب دادہ بہ تیغ
سر انداز و از تیغ گاہِ ستیز / کلہ می ربود از سر آں تیغ تیز
بہر کوہ و غارے چو دریاے ژرف / بہر غار در اژدہاے شگرف
چناں خاک دانِ عفونت سرشت / شد از موکبِ خسروے چوں بہشت
چو شاہ اندراں وادی پے فشرد / علم بر درِ غارِ یاجوج بُرد
بفرمود تا خیمۂ ہر گروہ / بدوزند دامن بدامانِ کوہ
برآورد دہلیز و برزد سریر / از انجا بقدرِ دو پرتاب تیر

۷۔ س۲: کوج ۸۔ س۱: چہ دیدند ۱۳۔ س وق۱: عقوبت

خبر شد با قصاے آں مرز بوم　　کہ بگذشت بر کوہ دریای روم
نواحی نشیں مردمِ آں دیار　ق　کہ بودند پنہاں بہر کنج و غار
ز یاجوجِ وحشی بجاں آمدہ　　ز بیدادِ شاں در فغاں آمدہ
چو دیدند کامد پدیدار نوی　　ستم دیدہ را داد بختے قوی
ازاں گوشہ گیری برہ آمدند　　تظلم کناں پیشِ شہ آمدند
بفریاد گفتند کاے دستگیر　　ز بیدادِ یاجوجِ ظالم نفیر
بروں می گرایند ازیں تنگنائے　　بہ تندی چو گرگانِ مردم ربائے
بچنگالِ شاں ہرچہ افتد کم ست　　اگر چارپا ست وگر مردم ست
کہ یازد کہ شاں را کند رخنہ سخت　　جز اقبالِ فرماندہِ تاج و تخت
مگر بختِ بیدار تست آرد شتاب　　کہ آں فتنہ را چشم بندد بخواب
چنیں کار نبود بہ بازوے کس　　جز اندازۂ بازوے تست و بس
بہ سیماے تست ایں سعادت پدید　　کہ سدے بر ایں در توانی کشید
بسے زیں نمط بازی انگیختند　　سر شکے بزاری فرو ریختند
ز بس زار نالیدنِ آں گروہ　　ببانگِ صدا نالہ می کرد کوہ
دل آزردہ شد خسروِ روم را　　نوازش بسے کرد مظلوم را
بامیدِ شاں کرد چوں تندرست　　خبرہاے آں وحشیاں باز جست

۱- س۲: ازاں کوہ ۱۰- چشم بندی - ۱۶- ق دس: بامیدِ چوں کرد شاں تندرست ایضاً- م: دل درست

که چونند و چندست مقدارشان | چه ره دار داندیشهٔ کارشان
شناسندهٔ رازِ آن کارگاه | جبین سود بر مفرشِ بارگاه
چو بر داشت سر زان سرافگندگی | سخن گفت بر قدرِ دانندگی
که گیتی پناها جهاندار باش | شب و روز چون بخت بیدار باش
جهان در پناهِ تو آسوده باد | بداندیش زاندیشه فرسوده باد
چراغِ جهان را ز روی تو نور | دمِ سردِ خصم از چراغِ تو دور
ازان دیوخویان چه رانم سخن | که دیوانه گردد سپهرِ کهن
گروهی بهر سو چو دیوان بگشت | گرُه بُرده در تنگِ زغولانِ دشت
فزون از شمردن گروها گروه | چو ریگِ بیابان و خاشاکِ کوه
مثل گر بدریا کنند آب خورد | بیکدم ز دریا بر آرند گرد
بهر سو که در پیش گیرند راه | نه گل ماند اندر زمین نی گیاه
بکوتاه چشمی سگ جیفه جوی | بگوشِ دراز از خران ده گوی
نه شرمی و نی بینشِ دل نواز | دران چشمِ کوتاه و گوشِ دراز
تهِ پا چو دامن فرو هشته گوش | نه زان دامنی کو بود عیب پوش
بهنگام خفتن بخسپند سیر | یکی گوش بالا و دیگر بزیر

---

۱ - ق ۱: - چونند - ایضاً س ۱: - چونست - ۲ - بر فرشِ آن
۱۴ - س ۲: - به آواز دارند چون خر خروش
۱۵ - س ۲: - یکی گوش زیر

قباشان ہمان ست و جوشن ہمان / حریر سر و حلهٔ تن ہمان
شکن بر شکن چینِ ابروی شان / کشان ریش تا زیرِ زانوی شان
گلیمی ز موی خشن بر وجود / مژه زرد و رو سرخ و دیده کبود
برون آمده پشتِ شان چون گراز / شکم پهن و پا خرد و ناخن دراز
برهنه بیکدیگر آیند گرم / ز فرزند و مادر ندارند شرم
ز بی دانشی ہمچو خرس و خروس / بخواهر زنی گشته مادر عروس
بشهوت شب و روز باهم بکار / نمیرد یکی تا نزاید ہزار
دران کوهِ بی میوه و جای شوم / که در وی ہمایون توان گفت بوم
نباشد چو چیزی دگر قوتِ شان / بود بهترین طعمه خر قوتِ شان
شهِ کاردان کان حکایت شنید / عجب ماند لب را بدندان گزید
ہوس گرم شد طبعِ جوشیده را / که بیند تماشای پوشیده را
ز لشکر گزین کرد مردِ ہزار / شتابنده چون باد در وقتِ کار
ز گوران سبق برده ہنگامِ گشت / گرفته به تنگ آهوان را ز دشت
ز گرمی جهنده برابرش چو برق / ز سر تا به پا زیرِ فولاد غرق
به پیکانِ چون موی خارا شگاف / ندیده کسی پشتِ شان در مصاف

۱- بر- ۳- سس :- گلیمی ز سر موی کشن بر وجود ، مژه سرخ رخ زرد دیده کبود
۸- سس ۲ :- ہمانرا توان.
۱۴- ق و سس ۲ :- قدم

چو شیرِ درنده بشمشیر و تیر — بمردی و مردافگنی بی‌نظیر
بفرمود تا هر همه یک سره — کمین ساختند از درونِ دره
بهر گوشهٔ غار پنهان شدند — بران فتنها فتنهٔ جان شدند
چو بکرِ فلک در عماری نشست — شبِ تیره در پرده داری نشست
عروسانِ شب زیور آراستند — فلک را بگوهر بر آراستند
فلک پرده زان لعبتان باز کرد — جهانبازیِ لعبت آغاز کرد
رسیدند بازی کنان فوج فوج — زد از دیو مردم همه دشت موج
چو طفلانِ همتاب بازی کنان — لب از آبِ بینی نمازی کنان
نشستند در زیرِ هر خاربُن — بهم ابسمن انجمن در سخن
چو دیدند نخچیر سازان ز راه — که نخچیر بیرون زد از صیدگاه
کمانها کشیده بر آهنگِ کین — چو شیران برون تاختند از کمین
دران وحش صحرا در آمیختند — گرفتند و کشتند و خون ریختند
بکشتند چندی به شمشیر و تیر — دگر زنده کردند لختی اسیر
ز چنگالِ آن قومِ بیباک نیز — فرو شد فراوان جوانِ عزیز
سراسیمه شد مرد از آن بدرگان — چو شیری که افتد میانِ سگان
بر آنگونه کندند پولاد را — که سنگینِ پولاد بنیاد را

۱- س ۲: - مردانگی - ۸ - س ۱: - به مهتاب ۱۵- س ۱: - گشتند.

بدنداں ہمہ حلقہاے زرہ ‏ ‏ ‏ ‏ بُریدند یک یک گرہ بر گرہ
ہمہ شب ہزبرانِ جنگی بپاے ‏ ‏ ‏ ‏ دراں فتنہ بودند دست آزماے
چو گلہاے سیارگاں بُرد باد ‏ ‏ ‏ ‏ پُر از سبزہ گشت ایں ہمایوں سواد
درخشندہ شد چشمۂ آفتاب ‏ ‏ ‏ ‏ زہر سوے قلعہ برآمد زخواب
ز زنبورکِ مردِ کابل بزور ‏ ‏ ‏ ‏ بزنبور خانہ درافتاد شور
بجوشش آمدند آں سگاں صد ہزار ‏ ‏ ‏ ‏ چو موراں زسوراخ ماراں زغار
برغبت شتابندہ سوے ہلاک ‏ ‏ ‏ ‏ نہ از دشنہ ترس و نہ از نیزہ باک
رواں سوے شمشیر و خنجر بہ لاغ ‏ ‏ ‏ ‏ چو پروانۂ کو زند بر چراغ
بہر حملہ صد وحشت انگیختند ‏ ‏ ‏ ‏ بہر مرد صد تن درآویختند
یلانے کہ رستم نشاں آمدند ‏ ‏ ‏ ‏ ازاں دیو بازی بجاں آمدند
باندازۂ زورِ بازوے مرد ‏ ‏ ‏ ‏ نمودند با دیو مردم نبرد
ولیکن چو موجِ بلا بود سخت ‏ ‏ ‏ ‏ بسیلابِ طوفاں در افتاد رخت
یکے تن کہ در پیشِ صد تن شود ‏ ‏ ‏ ‏ اگر خود تہمتن بود زن شود
بسا بچۂ شیر بر روے خاک ‏ ‏ ‏ ‏ کہ گردد زغوغاے موراں ہلاک
زچنداں بنرد آزماے سرہ ‏ ‏ ‏ ‏ چہل تن بروں آمدند از درہ
دگر حملہ خفتند بر نطعِ جنگ ‏ ‏ ‏ ‏ زآسیبِ دنداں و آزارِ چنگ

۷- تیغ - ۸- س ا :- دواں

زپولاد پوشانِ خنجر گزار   درِ رخنه را گشت ز آهن حصار
گروهے کزاں در برون تاختند   سرِ خویش در دستِ خود باختند
زبس تیغ راندن چو آبِ روال   فرو ماند بازوے مرد از توال
زخوں غرق شد گرچه کهسار و دشت   ز دریاے شاں قطرهٔ کم نه گشت
زبوں گشت شه اندراں داوری   باندیشه جست از خرد یاوری
در آئینهٔ راے بسیار دید   نشد صورتِ چاره بر رو پدید
به آخر براں یافت خاطر قرار   که رخنه به آتش کنند استوار
بفرمود تا در گذرگاهِ تنگ   ره از چوب کردند محکم چو سنگ
برافروختند آتشے تا سپهر   که از دودِ آں تیره شد ماه و مهر
رقیباں نشاندند تا صبح و شام   فروزنده دارند آتش مدام
همه مردم و چارپا و سپاه   بماندند از آں آتش اندر پناه
چو دروازهٔ فتنه شد ناپدید   درِ چاره را یافت دولت کلید
جهاں پادشاه بر سریرِ کیاں   برآمد بآئینِ فرخ پیاں
بزرگانِ درگاه را بار داد   پناهنده را رونقِ کار داد
اسیرانِ یاجوج را جست پیش   بدیدن هوس کرد ز اندازه بیش
دویدند جمعے ز نظّاره گاں   طلبگارِ آں آدمی خوارگاں

۱- بست - ۲- بردست - ایضاً - ق۲: - خون - ۱۵. س۱: - خواند

رسن بسته بر شاه بردندشان بخاصانِ درگه سپردندشان
سکندر ز نظارهٔ آن خیال بحیرت همی شد ز حالی بحال
بفرمود کز مطبخ آرند خورد ز بریانِ سرخ و ز حلوای زرد
فراوان فشاندند ازان جمله چیز بدلداریِ میهمانِ عزیز
چو آماده شد نزلِ مهمان تمام دلِ میهمانان درآمد بدام
نمودند ز انسان بخوردن شتاب که آتش بخاشاک و تشنه به آب
نه چون سگ بخوردن ادب پیشه‌ای نه زان بستگی در دل اندیشه‌ای
گه این روی آن را بناخن درید گه از پشت این را بدندان گزید
چنان خوانچه پُر ز چشمِ تهی بخوردند چون چشم بر هم نهی
بران گونه دندان زدند از توان کزان آسیا آرد گشت استخوان
در آئینِ شان خلق نظارگی بحیرت فرو ماند یکبارگی
چو نان خورده شد شاهِ مهمان نواز بریحانِ می گشت شان جان نواز
بفرمود تا همچو گردابِ ژرف نهادند پر می تغاری شگرف
بدان آب کاتش برآرد ز مغز نمودند رغبت حریفانِ نغز
چنان درکشیدند بیباک و شرم که بارانِ باریک ریگِ گرم
چو در مغزشان باده در کار گشت ز سر فتنهٔ خفته بیدار گشت

۲ - م ا :- آن جمال

از آن بوم خوئی فرود آمدند — چو زاغ و زغن در سرود آمدند
نشستند با هم بگفت و شنید — زبانها در خنده ها را کلید
ز می هر کلاغی شده بلبلی — فگنده دران بوستان غلغلی
ملک با دلِ حکمت اندوخته — دران تنگ چشمان نظر دوخته
بدشمن گزان گونه بیچاره بود — همه روز مشغولِ نظّاره بود
چو در سدِّ اسکندری رفت مهر — به یاجوج بازی در آمد سپهر
فروزنده شد ماهِ ناکاسته — چو اسکندری موکب آراسته
همه شب ملک شیشهٔ می بچنگ — همه ریخت گوهر به آوازِ چنگ
بهر جرعه گنجینهٔ می فشاند — غباری ز هر سینهٔ می نشاند
نوای چکاوک زِ رود و رباب — همی کرد خون در رگِ زهره آب
کرشمه کنان ساقیِ نیم مست — به خونریزِ مستان پیاله بدست
چو می داد ساغر نشیننده را — دل از دست می برد بیننده را
ندیمانِ خوش طبع بیدار مغز — غزل خوان شده بر نمطهای نغز
از آن بلبلانِ خوش نغز گوی — شده بزم چون بوستان تازه روی
ز بس شمع کان عالم افروز بود — شبِ تیره روشن تر از روز بود
چو اسپِ سحر زین شده هفت پوش — برآورد پولادِ رخشان بدوش
بکهتر جهاندار فیروزمند — براورنگِ شاهی برآمد بلند

---

۱۶ - م ۱: چو دشت سحر زین شده هفت جوش

عنان داده دل را به نیک اختری — باندیشهٔ سدّ اسکندری
بفرزانه فرمود کز هر دیار — مهیّا کند جمله اسباب کار
ارسطوی دانا فرو ریخت گنج — بدین داوری گشت سرمایه سنج
بهای متاعی که بایست بود — بدامان جوینده دادند زود
دویدند جویندگان سو بسوی — ز هر مس و آهن و سرب و روی
مسی گر بخروار زر یافتند — خریدند چندان که در یافتند
نه آهن زر آهن اگر بود ریم — چو آب روان می فشاندند سیم
دگر جای از روی باز آهنی — ق — شنیدند کانی و یا معدنی
چو آهن فشردند در سنگ پای — ربودند چون سنگ آهن ربای
ز هر اساس بدانگونه سخت — کشیدند شش مه بدرگاه رخت
چو ساز عمارت شد آراسته — ز دلها شد آن بار برخاسته
نشستند پولادکاران روم — که پولاد بر دست شان گشت موم
ز مالیدن پتک گر گشت گوش — ز سندان بعیوق بر شد خروش
دمی کو دم کوره را گرم کرد — نه آهن که الماس را نرم کرد
بفارغ دلی جا بجا تن زدند — همه روز و شب خشت آهن زدند
چو در کوره ها پخته شد کار خشت — جهان سکّهٔ گل بر آهن نبشت

۴- س ا: - بها را - ۱۰ - ق د س ا: - ز هر اسا سے - ۱۲ - س: - بود ۱۳ - ق ا: - بیل

خداوندِ فرمان بعزمِ درست　　به بنیادِ سنجی میان کرد چست
سپه جست و حشرے بانبوه کرد　　عزیمت بدروازهٔ کوه کرد
پس و پیش در کوشش آمد گروه　　چپ و راست در کاوش افتاد کوه
چنان تیشه زد مردِ پولاد چنگ　　که آتش برون آمد از نافِ سنگ
زبس کاهنش سنگ را تاب داد　　زتحت الثریٰ تیشه را آب داد
زکاویدنِ سنگها در شتاب　　نخست آتش آمد برون آنگه آب
زگرمیِ سنگ آتشے بود تیز　　شتابان تر از آب در آب خیز
چو آتش چنان دید پولاد را　　که در آب حل کرد بنیاد را
بفرمود کاهن در آتش نهند　　چو پولاد کز آتش آبش دهند
اساسے کز انسان به تمکین کنند　　بران خشتِ پولاد سنگین کنند
رسیدند بنیاد سنجان چو باد　　اساسے نهادند محکم نهاد
بهر روے فرشے که انگیختند　　برو روے حل کرده می ریختند
شگافے که در عرض و در طول بود　　بجائے گِلش روے محلول بود
نباش از کم و بیش طرزے نداشت　　چو پولاد یک لخت و رزی نداشت
نهانی به پیغولهٔ آن اساس　　دری برکشیدند عالی قیاس
گزے شصت و پنج از فراخیش ساز　　صد و پنجه اندر درازا دراز

۲-م: - سپه بجمعیت - ۱۱ - ق پولاد

یکی قفلِ شش پہلو انگیختند   بزنجیر دہ گز در آویختند
گزی ہشت کردہ کلیدش پدید   سہ گز چار دندان ہاے کلید
ہر آں طول و عرضے کہ درکار بود   باندازۂ خود گراں بار بود
چو سدِ سکندر شد آراستہ   شد آشوبِ خصم از میاں خاستہ
سکندر ز توفیقِ کارے چناں   ق   کہ برخاست از سینہ بارے چناں
دو روز و دو شب روے بر خاک سود   خداوندِ خود را پرستش نمود
سیوم روز کاسکندرِ صبح گاہ   ق   برآورد بر اوجِ گردوں کلاہ
جہاندار بر تختِ زرباردا د   بکوشندگاں گنجِ بسیار داد
کسانیکہ از بازوے چارہ سنج   ق   بہ بنیاد سنجی کشیدند رنج
نمود از درِ برگ سازندگی   بمقدارِ ہر کس نوازندگی
چو پاداشِ رنجِ کساں دادہ شد   بقدرِ عمل قیمت آمادہ شد
ز گردن فرازانِ لشکر سری   نشاند اندراں عرصہ با لشکری
کم و بیش آں کشوراں را اسیر   کہ ناید ازو فتنہ را دست برد
بضبط آورد کشور از طوق و باج   ز کشور نشیناں ستاند خراج
عمارت کند جملہ ویرانہا   ز دہقاں بکشت افگند دانہا
شب و روز دربانیِ سد کند   یکے سد بہ نیروے خود صد کند

---

۴ - س ۲: - خلق از جہاں - ۱۴ - س ۱: - تخت و تاج - ۱۶ - س ۲: - یکے را

کند نام زد مردم از روم و روس — که کوبند بر در شب و روز کوس
تغلغل در آرند کوس و درای — جهان کر کنند از دمِ کرّه نای
بدان تا دران حصنِ بے فتح باب — رود فتنه زان نغمهٔ خوش بخواب
چو دانند کانجاست خیل و سپاه — هراسنده باشند از آن کارگاه
چو زان کارشه را دل آسوده گشت — همان فتنهٔ بوده نابوده گشت
علم را سوئے روم پرواز داد — فرس را برفتن عنان باز داد
بیا ساقی آن بادهٔ چون عقیق — که هم کوثرش نام شد هم رحیق
فرو ریز تا چون بهشتی شود — خراباتی از وے بهشتی شود
بیا مطرب آن چاشنی بخش روح — که هم صبح از و خوش شود هم صبوح
فرو گوئے و مجلس پر آوازه کن — دل و جانِ میخوارگان تازه کن

در نصیحتِ گرد کنندگانِ دینار و درم که چون زخمِ تیرِ چرخ بخطا می بینند این مدّ و رات را بدست خود سپری کنند و دل در گرهِ سیم نه بندند بلکه این مس قلب را در دل گره نزنند که هیچ سرهٔ قلب را اگر نه بندد

زهی بختِ بیدارِ آن نیک بخت — که ننهد بد زدان درین خانه رخت

۵- م:- چناں

مزاجِ جہاں را کہ با کس نہ ساخت شناسد بد انساں کہ باید شناخت
چو دریابد از راہِ دانندگی کہ ہیچ ست سرمایۂ زندگی
فراہم کند محرمِ چند را گزارد بشادی دمِ چند را
خورد نقدِ خود با دمِ نای و کوس با فسوس خواراں گزارد فسوس
گزاں پس کہ شد خوابگہ در مغاک بجز خاک خوردی نہ باشد بخاک
بیا تا بشادی و فرخندگی برآریم با ہمدمِ زندگی
بہم صحبتاں دوستگانی دہیم نشینیم و دادِ جوانی دہیم
اگر باز کاویم بنیاد را بنا بر غم ست آدمی زاد را
چو غم را کرانہ پدیدار نیست بہ از شاد بودن دگر کار نیست
کسانیکہ رخت از جہاں بردہ اند ہمہ در غمِ زیستن مردہ اند
کہ و مہ طلبگار غم اند و بس کسے را بمردن نیاید ہوس
بقا را چو تنگ ست جاے درنگ چہ داریم دل را بہ بیہودہ تنگ
یک امروز در خوشدلی رہ دہیم غمِ دی و فردا بیک سو نہیم
دل امروز در بندِ فردا ہماں مگر تا بفردا نیابی اماں
بعمری کہ نقدست و از غم تہی ست غمِ عمر نسیہ خوری ابلہی ست
چو خواہی غم و شادمانی گزاشت جہاں خوش گزار ار توانی گزاشت

۱۴- س: - ہماں

بهی تازه گردان دلِ ریش را　　رها کن حسابِ کم و بیش را
متاعی که ده روز مهمانِ تست　　بخور کانچه خوردی همان آنِ تست
درم در جهان بهرِ خوش خوردن ست　　نه از بهرِ زیرِ زمین کردن ست
زری را که در گور کردی بزور　　چو گورت کند سر برآرد ز گور
نه بهتر ز تست آن گلِ زرد نمای　　که او ماند و تو نمانی بجای
گره گر تهی گشت بد خو مباش　　سفالِ دو سه در جهان گو مباش
کسی بر سفالی چه نالان بود　　که بازیچهٔ خورد سالان بود
دو درمی کزو ده دل ست آدمی　　بده تا پدید آیدت خرمی
درم چون توان داشت در دل نگاه　　که گر مشت بندی شود کف سیاه
درین روضه تخمِ عمل پیش کن　　کشاورزیِ دانهٔ خویش کن
بدل دانهٔ حرص چندان مکار　　که آخر پشیمانی آرد ببار
خود از بهرِ خود ده گرت هست چیز　　که ندهد کسی بهرِ تو یک پشیز
ستاننده هر جائی بینی بسی　　رساننده دشوار یابی کسی
جوانمرد از آن قبلهٔ مدخل ست　　که چیدن خوش و ریختن مشکل ست
خسان ذره ذره بیکجا نهند　　کسان توده توده بیغما دهند
بهم کردنِ تار جولاه راست　　چو دیبا شود بخششِ شاه راست
برد کشتبان خوشهٔ خود بداس　　دهد تنگ تنگ آسیابان بآس

خزینه باند وختن خاص نیست | که دُر در خورِ گوشِ غوّاص نیست
بمنعم نداد ست روزی رساں | مگر بهرِ آسایشِ مفلساں
درختے که دُور افگند برگ و شاخ | کند سایه بر زیر دستاں فراخ
کند کشت دهقاں چو بیخوشگی | جهانے بمیرد ز بے توشگی
اگر ابرِ بارنده گردد بخیل | نه بر آبِ خود دجله ماند نه نیل
کسے کز پے سیم کاں میکند | بمزدوریِ حرص جاں میکند
نگر تا چه خوں خوردی از حرص و آز | که نقدے بدامانت آید فراز
ازاں بار صد کوه بر گردنت | کم از صد یکی در شکم خوردنت
خرے را که بیکار خر بنده کشت | دو جو در شکم به که ده من به پشت
بخور آں کت امروز با هم بود | که روزِ دگر روزیِ هم بود
چو روزی خوری بهرِ فردا مپانے | که نا اعتمادی بود بر خدائے
اگر مایه داری چرا کم خوری | چو بخشنده داری چرا غم خوری
چو روزی نخواهد کم و بیش گشت | نشاید بهمت کم اندیش گشت
بران تنگ روزی بباید گریست | که از بیمِ تنگی بود تنگ زیست
ازیں غم که بے توشه ماندن بلاست | همه عمر بے توشه بودن خطاست

حکایت حریصے که با صد هزار دینارِ مغربی چوں خورشید

۱- س ا :- بدریاے چیں

همه شب در آرزوی قرص خور بودی بامداد که قرص خورشید اشد دو می دید و حسرت میخورد تا چند انکه در آرزوی قرص جان داد

درافتاد قحطی بشهری درون — که می مرد مردم ز غایت فزون
حریصی که دینار بودش هزار — بدر ویزه گردی دران روزگار
رسیدش چو برداشت از جان امید — پس از فاقه چند قرص سپید
همیکرد از دور در وی نگاه — بدانسان که مردم بخورشید و ماه
اگر چش تهی گه پر آزار بود — تهی چشمیش مانع کار بود
همه روز ازان حسرت آزرده ماند — شب او مرد وان لقمه ناخورده ماند
چو بی برزید مرد هنگام برگ — سبو سی نیرزد بهنگام مرگ

ساختن سکندر برگ مجلس در باغ و از نای و نوش لب چینی نوش دار و لبالب نوش کردن و چنگ زدن آن شاهین شاه شکار و دل ربودن از شاه و سیر کردن شاه او را از خلاصهٔ سرخاب و خون بط و گردن کلنگ

۶- ق: رفته

کشایندهٔ نافهٔ این سواد سر نافهٔ چین بدینسان گشاد
که چون فرخ اسکندر سرفراز بفیروزی از ملک چین گشت باز
بران شد که فارغ دل و شادکام ازان کام دل کام گیرد تمام
ز چین گرچه چندان غنیمت ببرد کنیفوی چین را غنیمت شمرد
بهین روزی از موسم نوبهار که گیتی شد از خرمی چون نگار
هم از اول بامداد آفتاب بفرخنده طالع در آمد ز خواب
ز باد بهاری هوا مشکبوی عروس جهان ز آب گل شسته روی
شده جلوه گر نازنینان باغ رخ آراسته هر یکی چون چراغ
بساط گل از سبزه گلشن شده چراغ گل از باد روشن شده
به لاله ز فردوس جام آمده ز رضوان بگلبن سلام آمده
شده مشکبو غنچه در زیر پوست چو تعویذ مشکین بیازوی دوست
بنفشه سر زلف را خم زده گره در دل غنچه محکم زده
گشاده گل لعل جلباب نور نظاره کنان چشم نرگس ز دور
ز بس تری اندام زیبای گل شده پاره پاره سراپای گل
شده سرخ گل مفرش بوستان بصحرا برون آمده دوستان
برون کرده سوسن زبان خموش همیکرد هر دم تقاضای نوش

۱۰- ق ۲: - بگلشن

هوا بر سرِ سبزه می ریخت سیم | مراغه همی کرد بر گل نسیم
بهر چشمه منقار بط آب گیر | چو مقراضِ زرّین بقطعِ حریر
بهر شاخ مرغ ارغنوان ساخته | بهر نغمه گلبن سر انداخته
ازان نغمه کو غارتِ هوش کرد | مغنّی ترنّم فراموش کرد
غزل خوانیِ بلبلِ صُبح خیز | تمنّاے میخوارگان کرد تیز
ز آوازِ درّاج و رقصِ تدرو | سبک گشت در خاستن پاے سرو
ز نالیدنِ قمریِ خوش نوا | کبوتر معلّق زنان در هوا
بروزِ چنیں خوب عشرت فزاے | سکندر سوے بوستاں کرد راے
کس از نامداران نه در پیش و پس | تنے چند خاص از غلامان و بس
بفرمود آشاقانِ درگاه را | زدن بر لبِ جوے خرگاه را
گل و میوه و نقل و مے خواستن | ملوکانه بزمے برآراستن
ولیکن بشرطیکه در بزم گاه | تهی کرد از خویش و بیگانه راه
کس از جنسِ مرداں نماند بباغ | بجز لعبتانِ برخ شب چراغ
کمر جست کردند آشاقانِ کار | بفرماں بری پیشِ فرماں گزار
مرادی که اشارت ز درگاه بود | بیک چشم زد در نظرگاه بود
برآمد سراپرده بر اوجِ ماه | سرِ نوبتی شد بابرِ سیاه

۱۳- ق دس ۲: - چو روشن چراغ

رسیدند شکرلبان در زماں چمن گشت خالی ز نامحرماں
نماند آنچہ خار است گردِ گلے دگر ماند ریحان و با سُنبلے
زخوباں زمیں جنّت آباد گشت گلستاں پُر از سروِ آزاد گشت
صنوبر قدانی چو گلنار تر برخسارہ خوں کردہ گل را جگر
بنا گوشِ شاں پر ز یاقوت دُر دہان و لباں نیز از اں مایہ پُر
لبے پُر مَی و در خوے انگیختہ گلاب و شکر باہم آمیختہ
ہمہ ناز پرورد و نازک خرام مہِ نیمہ و آفتابِ تمام
ز بیداریِ فتنہ خونخوار تر زخوابِ جوانی ستمگار تر
مسلسل بسے دل بہ گیسوی شاں معلق جہانی بہر موی شاں
نہفتہ بمعجز گلِ خویش را نظر بستہ چشمِ بد اندیش را
بہر بازی از نرگسِ پُرخمار خدنگ افگنانِ فرشتہ شکار
ہمہ نارِ پستان و ناریج خوے بہ بُردہ ز ناریج و نار آبروے
سخن گوی بربط زن و خوش سرود چو آبِ رواں دستِ ایشاں برود
خراماں و خوش پیشِ شہ آمدند چو پرویں بہ مہمانِ مہ آمدند
ز چنداں پری پیکرانِ چو ماہ ہماں ترکِ چیں بود مطبوعِ شاہ
کہ در جنگِ خاقاں بجنگ آمدش خرد فتنۂ چشمِ تنگ آمدش

۴۔ گلبرگ۔ ۷، س ۲:۔ یکے مہ یکے آفتاب تمام۔ ۱۰۔ ق:۔ معتبر

جہاں سوزے از مہ شب افروز تر　　زخورشید دیش جہاں تیز تر
بیک طرّہ صد شہر بر ہم زدہ　　بیک غمزہ بر ملک عالم زدہ
درآمد خرامندہ با ہمسراں　　چو مہ در صفِ مشتری پیکراں
بطاعت گہِ شاہ با صد نشاط　　زمیں بوسہ زد ہمچو نقشِ بساط
ز فرمانِ فرہنگِ دارائے خویش　　بصد ناز بنشست بر جائے خویش
دگر نازنینانِ گلچہرہ نیز　　بدامن کشیدند پائے عزیز
وشاقاں کہ بودند نزدیک دُور　　رمیدند یک یک چو سایہ ز نور
جہانِ سمن بانِ و سروِ جواں　　یکی شیر زیک بیشۂ آہواں
ازاں حور چہرانِ مردم سرشت　　شد آراستہ مجلسے چوں بہشت
نوائے بریشم برآمد براوج　　رحیق از صراحی بروں داد موج
زنالیدنِ چنگِ موزوں نوا　　فرشتہ درآمد چو مرغ از ہوا
فروتن شدہ چنگِ موزوں سرائے　　سرافگندہ وایستادہ بہ پائے
خوش آوازیِ ارغنون و رباب　　بمستاں ہمیداد داروئے خواب
بہ نغمہ چناں برکشیدند زیر　　کہ از زہرہ و مہ برآمد نفیر
کرشمہ کناں ساقیِ خوشخرام　　ہمیریخت خونِ صراحی بجام
قرابہ چناں خندہ زد سرنگوں　　کہ جستش بداں قوت از سینہ خوں

۱۔ ق: ۔ روشن۔ ۴۔ س۱: ۔ چوں سرہنا۔ ایضاً۔ س۲: ۔ زمیں بوسہ میداد با صد وداد۔ ۸۔ ق۲: ۔ پر ۱۲۔ نغمہ

بهرسو گل و غنچهٔ نوش خند — ملکِ رمیان همچو سروِ بلند
ببزم ارچه دلبر ز حد بیش بود — دلش همبراں دلبرِ خویش بود
نشانده صنم را به پهلوے خود — چو آئینه نزدیکِ زانوے خود
بهر دورش آں ساقیِ نیم خواب — ز لب نقل میداد و از کف شراب
بعشرت نشسته دو سروِ جواں — پیاپی شده دوستگانی رواں
ملکِ عاشقِ رویش از جان و تن — بر انساں که او عاشقِ خویشتن
گهی گل همی ریخت اندر کنار — گهی دست می سود بر سیب و نار
چو می رغبتِ عاشقاں تازه کرد — شکیب از میاں عزم دروازه کرد
چناں باده در نازنیں راه یافت — کز و شرم را دست کوتاه یافت
هوائے دلش قفلِ عصمت شکست — عنانِ تکلف ربودش ز دست
به افسوں گری چنگ را برگرفت — فسونش بدیو و پری درگرفت
ازاں نغمه کاندر پری خانه شد — سلیماں پری وار دیوانه شد
برآئینِ خوباں ز شوخی و ناز — سرودی برآورد عاشق نواز
برو تازه بود آں گلِ مشکبوے — که بویش جهاں را کند تازه روے
گه از رنگِ تر عشوه بازی کند — گه از بوے خوش دلنوازی کند
چو بشگفت گل خوش بود بوستاں — ولیکن بهمراهیِ دوستاں

۳۔ سں او ۲: ۔خویش (دو دامه و مصرعه) ۱۰۔ سں ۲: ۔ برون شد

چو بے صحبتِ ارجمنداں بود　　چمن دور ازیں جائے زنداں بود
کسے را کہ من باشم اندر کمند　　چہ حاجت بہ بالائے سرو بلند
چو سروِ جواں را کنم خوشخرام　　شود خواب و خور بر جواناں حرام
بیک غمزہ بر پارسایاں زنم　　بدیگر رہِ آشنایاں زنم
مشعبد کہ داند جہاں سوختن　　زمن بایدش بازی آموختن
جہاں فتنہ در بے شرابی کنم　　وگر مست باشم خرابی کنم
چو لب را کنم چاشنی گیرِ مے　　شکر پیش بیروں نیاید زنے
ہمہ خونِ خوباں بکش مے خورم　　دلی نوشش بادم کہ خوش میخورم
چو درہم شود گیسوے من بروے　　بخیزد براندامِ خورشید موے
چو شانہ زنم زلفِ آشفتہ را　　برقص آورم فتنۂ خفتہ را
بسیلے کنم سوے بستاں شتاب　　کہ خوں گرید ابرِ بہاری نہ آب
رخِ ہر صنم ناپدید از من ست　　صنم خانہا را کلید از من ست
بہ تیرے کزیں چشمِ مست افگنم　　صفِ توبہ را بشکست افگنم
کسے کش برحمت زبانے دہم　　بہر بوسہ تازہ جانے دہم
دلے کش بسپارم بیادِ ہلاک　　کنم چوں گریبانِ گل چاک چاک
چو یکسو کشم مقنع از طرفِ گوش　　کلاہ از سر اندازم و سر ز دوش

۳- س۲: - حریفاں۔ ۱۰- س۱: - کنم۔ ۱۶- س: کنم

پری گرچه باشد دل آویزتر　　نباشد ز من آفت انگیزتر
هر آن جادوے کامد اندر شمار　　شاگردیِ من شد استادِ کار
بهار ار کند عالمے مشکبوے　　دو عالم کنم من بیک تارِ موے
چو من دست خراشش کنم نازِ خویش　　گرا خون گرفتست کاید به پیش
هزبرے که آمد به نخچیرِ من　　بر دن نامدش بیش زنجیرِ من
سپهر آفتابِ زمین خواندم　　دگر ماه بیند همین خواندم
چو رفتم بیازارِ نیک اختری　　جمالِ مرا بنده شد مشتری
منم قبلهٔ روم و انجاز جم　　کرشمه مرا زیبد و ناز هم
قصب را چو ز اندام بخشم جمال　　کشم گردنِ ماه را در دوال
بغمزه ز کوهے برآرم نفیر　　دگر مو شود موشگافم به تیر
مرا زین مژه موشگافیست خوے　　که دیدست کو موشگافد بموے
چو بیننده در نارم آرد شتاب　　لبش خشک بینی و چشمش پر آب
بهشتےست این قامتِ چون نگار　　پر از سیب و بادام و نارنج و نار
دل آنگه پذیرم به نظارگی　　که جان ریزدم در سمِ بارگی
چو زلفم زنخ را بچوگان سپرد　　ببازی ز خورشید و مه گوے برد
ز سیمم نگر عنبر آمیخته　　هلالے ز خورشیدے آویخته

۴- س ا: به پاے - ۹- س ا: خردرا - ۱۰- س ا: بنغمه

بشوخی چو گیرم در آغوش چنگ　　بزخمهٔ رگِ خوں کشایم ز سنگ
بمستی چو رخساره شویم ز خوے　　دہم غسلِ پرہیزگاراں زمے
کسے را کہ من مست کردم خراب　　نہ بیند دگر ہوشیاری بخواب
چو ساقی شوم با چنیں زلف و خال　　بود بادہ چوں خونِ مستاں حلال
گل از رنگِ رویم گلستاں شود　　می از دستِ من آبِ حیواں شود
سکندر کہ گرد آبِ حیواں ہوس　　نظیرِ منش بود مقصود و بس
چو در روشنی چوں منی را نہ دید　　بتاریکیِ آبِ حیواں دوید
چو باز آمد آں مے بہ پیمانہ یافت　　بہ ویرانہ گم کردہ در خانہ یافت
منہ نامِ آں چشمہ ایں جوے را　　چہ نسبت بمن آں سیہ روے را
چو من کے بود آں کہ در ہر زمن　　تواں شست از دوست نتواں ز من
مگر شاہ زلفِ مرا در نیافت　　کہ در عینِ ظلمات چنداں شتافت
چو در خلوتِ من نہانی رسید　　بسر چشمۂ زندگانی رسید
گر از چشم راجع شد او را برات　　من اندر دہاں دارم آبِ حیات
گر انداز د او شیر و آہو بہ تیر　　من آں آہوم کو بود شیر گیر
گر او ہست کیخسرو و جام جوئے　　مرا جامِ گیتی نمائیست روئے
گر از مجلسِ او سمن میدمد　　مرا لالہ و گل ز تن میدمد
گر او پیل بندد بخمِ کمند　　من از تارِ موئے کنم پیل بند

گر او حربه بر جسم نبردان زند | رخِ من رہِ شیر مرداں زند
گر او اژدہاے ست در زیں دلیر | من آرم ز زیں اژدہا را بزیر
گر او گیتی از لشکر آرد بدام | خیالم بہ تنہا بگیرد تمام
گر او زنگ و چیں استد بیدرنگ | بہر موے من ہست صد چین و زنگ
گر او ہست بر تختِ زر پاے بست | مرا در دلِ اوست جاے نشست
گر او را کلاہ است بر آسماں | مرا صد کلاہ است بر آستاں
گر او باز خواہد ز شاہاں خراج | من از سروراں سر ستانم نہ تاج
گر او گنجِ زر ریختہ دارد تمام | مرا نیز گنجے ست از سیمِ خام
گر اقبال و دولت ورا یاورند | مرا ہر دو چوں کمتریں چاکرند
گر او جبرئیل ست با پرّ نور | منم قبلۂ خوبرویاں ز دور
گر او تخت گیرد ز کین چو شاہاں | من از پا زدے مہر گیرم جہاں
گر او دشمناں را بخوں خوردن است | مرا خونِ صد دست در گردن است
گر او را یک آئینہ بر کف نشست | دو آئینہ دارم من از پشتِ دست
علمہاے او گرچہ بالا رس ست | مرا یک علم ہم ز بالا بس ست
کمانِ وے ار صد شکار افگند | یک ابروے من صد ہزار افگند
کمندِ وے ار صید بند بدام | من آنم کہ صیاد گیرم بدام

۱- س: - حملہ - ۱۴ - س ۲: - مرا قامتِ سرو بالا بس ست

نگین وی از لعلِ ربّانی ست — نگینِ لبِ من سلیمانی ست
رخش گر جهان را مبارک نمود — من از روی مبارک ترم در وجود
لبم با لبِ شاه در خنده باد — رخم با چنان روی فرخنده باد
چو سازندهٔ ارغنوان نوش نوش — بدین رهزنی کرد تاراجِ هوش
ز سرها خرد رفت و سر مست رفت — ملک را عنانِ دل از دست رفت
بخوبانِ دیگر اشارت نمود — که هر یک بسوی چمیدند زود
چو پردین زهمراهیِ ماه راند — مه و آفتابی بحجره گاه ماند
تهی گشت حجره گاهِ شاهنشهی — ولیکن شه از خویشتن شد تهی
چو لختی از آن بیخودی بازگشت — ز مستیِ بیحد سر انداز گشت
حکیمِ الهی طلب کرد شاه — که بستند تا عقدِ خورشید و ماه
از آن مه که مهمانِ بر جیس بود — سکندر سلیمانِ بلقیس بود
ملک سرخوش و نازنین نیم مست — دو عاشق بیکدیگر آورده دست
رسانیده این خضرِ صافی صفات — به اسکندرِ تشنه آبِ حیات
چو نوشیدن از دستِ جانان بود — هر آبی که هست آبِ حیوان بود
ز بس کاو دریدش در آغوشِ تنگ — بنفشه دمید از گلی لاله رنگ
همای در افگند باز سپید — درآمیخت گلبرگ با مشک بید

---

۷ ـ به مهمانیِ ماه ماند. ـ ۱۲ ـ س ن : ـ ملک مست و آن نازنین نیز مست ـ ۱۶ ـ س ن : ـ در افگند

زشاخ گل و نخل خرمای تر ... گهی انگبین چید و گاهی شکر
گهی نار با سیب پیوسته بود ... گه از ناردان سیب را خسته بود
گرفته ز گل خرمنی در کنار ... همش نار بر دست و هم آب نار
ز ساعت کمر ساخت دلخواه را ... کشید از دوال قصب ماه را
بگنجینهٔ آرزو دست برد ... کلید خزینه بخازن سپرد
بکان گهر شاخ مرجان نشاند ... گهر سفت و یاقوت بیرون فشاند
چو خورشید را چشم در خواب رفت ... پیاله فتاد و می ناب رفت
به بربط زنی زهرهٔ پرده ساز ... شد از پردهٔ تار بربط نواز
به پرده درون خسرو پرده پوش ... بخاتون پرده نشین داد هوش
دران ره که هرگامش از دل برفت ... نشد مانده تا بست منزل برفت
چو زان می دل تشنه سیراب کرد ... ز سرمستی آسایش خواب کرد
چو شد رومی صبح رخساره شوی ... فرو شست خال سیه را ز روی
عروسانه خورشید چینی خیال ... نمود از پس چادر شب جمال
دگر ره مه چین و خورشید روم ... نشستند با هم چو دو نخل موم
همان عشرت دی ز سر تازه گشت ... همان ساز شب عالی آوازه گشت
رسیدند باز آن پری پیکران ... کشیدند صهبا کران تا کران

٣- س ٢:- آب ٦- س ١:- در کان فشاند

ز رود و سرود و گل و نقل و مے	فزاینده شد خرمی پے به پے
بشادی همه دُر ساغر زدند	گهے چنگ گه بربطِ تر زدند
بهنگامِ شب عاشقِ رفته هوش	بتِ دوش را بست پیمانِ دوش
بیک برج زینگونه تا چند گاه	قراں کرده بودند خورشید و ماه
همه عمر ازاں پس بتِ سیم ساق	نبودی ازاں جفتِ شائسته طاق
سکندر کزاں ساں جهاندار بود	پرستارِ خود را پرستار بود
بخرگاهِ ذوق و طربگاهِ بزم	بصحرائے نخچیر و میدانِ رزم
حریفے بدانگونه در خور نداشت	دگر داشت با او برابر نداشت
جهاں خورد و خوش خورد و بدرود کرد	بدیں مایه نامِ نکو سود کرد
تو نیز ار توانی همیں سود کن	جهاں را بخور شاد و بدرود کن
که فردات چوں خورد ندهد کسے	پشیمانیت خورد باید بسے
بخاک اندروں لقمه خور کرد نیست	بجز افسوس و حسرت دگر خورد نیست
بجامِ طرب زنده کن جانِ پاک	که محتاجِ جرعه است مرده بخاک
بیا ساقی آں گنج دانِ نشاط	ق که اندیشه‌ام درنوردد لباط
بده تا نشاطِ سخن نو کنیم	وزو مجلس آرائے خسرو کنیم
بیا مطربا ساز کن چنگ را	بنالش درآر آں پرآهنگ را

۱۔ س:۔ خوش۔ ۱۶۔ س:۔ بساط

زهی گیر کز ذوقِ آوازِ نے   حریفان نگردند محتاجِ مے

ستایشِ جوهریانی که از فعلِ ایشان متاعِ انفعال نریزد که پیش از آن درین کیف دیگران کم برده بودند و چون آن وضعِ ملکِ ایشان باشد بغیری مضاف نتوان کرد مثلاً گرده کس در ملکیت ست آن سخن گویند از آن مقولاتِ عشر جوهر همان یکی تواند موضوع در صنعت داده و دیگران را که چون اعراض اند چندان بقای نباشد

دلِ روشن آئینه شد زغیب   که هر دم بر آرد خیالے زجیب
هر اندیشهٔ پیکرِ نو کند   هر پیکرے زیورِ نو کند
هر صنعتے کاندیشش در گرفت   نموداری از خود بر آرد شگفت
چو بیکار نگذاری اندیشه را   تراشے دهی عاقبت تیشه را
زخود قالبے باید انگیختن   نه در قالبِ دیگران ریختن

مثل گر تو آهنگری در هنر — ز آرایش تیغ و پیکان سپر
چو این کهنه آمد نو دیگران — درین فن تو ئی پس رو دیگران
مثال دگر کن بهنجار خویش — که خلقی کنی پس رو کار خویش
چو هر صنعت آید ز دانا به تو — ببین تا چه فرق ست از و تا به تو
در انگیزش و ساخت فرق ست چند — که این نخل کار ست و آن نخلبند
بدلها بنا زاد استاد قوی ست — کز و هر زمان صنعتی را نوی ست
دگر نه بمرغان که تعلیم کرد — که باید پناه از پی بیم کرد
بموران که آموخت صحرا کنی — بموشان که فرمود نقب افگنی
بسی هست کنجشک باریک باف — که در خس تگانی بود موشگاف
بزنبور بین کز پی خورد و خواب — کند خانها صد هزار از لعاب
مگس کانگبین ست بنگاه وی — که هم خانه قی کرد و هم ساخت قی
بهر خانه بین عنکبوتان که چون — کشند از شکم خانهٔ خود برون
چراگاه پوید بهر خانه خوار — که او در شکم خانه دارد هزار
ازان جانور ساخت کاشانهٔ — که حاجت ندارد بهر خانهٔ
ولیک آدمی را بجز خانه نیز — به خانه است بایست بسیار چیز
بران می گمارد بنا چار هوش — که سازد هر آنچه بدل کرد جوش

۵ - س۲: - نخم - ۱۱ - س: - راست بنیاد وی

ہمہ خلق وضعِ گزیں پیش کرد | متاعے باندازۂ خویش کرد
کہ تا ماند از گردشِ روزگار | نمودارے از ہر یکے یادگار
زجمشید ماند آلتِ دار و گیر | سریر از سلیمانِ صاحب سریر
ز توراں کلہ و زکیاں تختِ عاج | درفش از فریدوں ز ہوشنگ تاج
زکیخسرو۔ آں گیتی افروز جام | کہ دیدے درو رازِ گیتی تمام
صطرلاب و آئینۂ گوہری | نمودارِ آئینِ اسکندری
چناں کز سراں ماند سازِ سراں | دگر سازہا ماند از دیگراں
ولے رختِ خاص ارچہ موزوں ترست | بکالاے کم حاجت افزوں ترست
مبیں شکلِ غربیلِ چوبیں پوست | ببیں چند باریک بیزے درست
دگر آسیای ست اندر خراس | دقیقہ نگر چند دار داساس
درآندم کہ گرد دشکم دام خواہ | گلیں دیگ بہتر ز زریں کلاہ
چو ترکِ گرسنہ خورش گم کند | کلہ در تہِ دیگ ہیزم کند
شنیدم کہ در روزگارِ نخست | ق کہ اندازِ ہر پیشہ می شد درست
ہمہ کس ز راہِ نیازے کہ داشت | ہمی ساخت آہنگ سازی کہ داشت
یلاں تیغ ترکاں کماں ساختند | زناں دوک۔ مرداں سناں ساختند
یکے پنبہ رشت از پئے جامہ را | یکے بافت پوشیدنِ عامہ را

١۔ س ا:۔ وصفے۔ ٥۔ س:۔ زکیخسرو گیتی۔ ١١۔ س:۔ یکے قرص جو بہتر از صد کلاہ

یکے بہرِ زیبِ خود آئینہ ساخت   یکے بہرِ آبے سفالینہ ساخت
یکے شمع افروخت از بہرِ تاب   یکے شیشہ ساخت بہرِ شراب
یکے پتک و سنداں زد از بہرِ کوب   یکے تیشہ آراست از بہرِ چوب
یکے دستہ بر صلایہ نہاد   یکے آسیا را دو پایہ نہاد
یکے گونہ گونہ برانگیخت خورد   یکے خوان و کاسہ پدیدار کرد
کنوں ہرچہ ایں مردماں می خورند   ہمہ پختۂ دیگراں می خورند
شد از ہر کس آرایشِ خاستہ   کہ ترتیبِ عالم شد آراستہ
برختے کہ باشد فراواں نیاز   چو بینی بکم خرچ آید فراز
چراغے بداں کے زند لافِ نور   ولے پاسِ صد گنج دارد ز دود
بود نرخِ چار دب فلسے و بس   کہ دہ خانہ را پاک دارد ز خس
گر ایں سازہا بیش جستے فراغ   بجز بادشا کس نکردے چراغ
چو کالاے و کار آمد اندر شمار   ہوس شد بکالاے افزوں بکار
گروہے بزمار و تار آمدند   گروہے بنقش و نگار آمدند
گروہے بہنگامہ گشتند فرد   گروہے کشیدند شطرنج نرد
گروہے بچوب و رسن بر شدند   گروہے بباز و کبوتر شدند
چناں کالتِ کارہا شد عزیز   ازاں بیشتر گشت بازیچہ نیز

۱- س:- یکے بہرِ زینے دو الینہ ساخت - ۱۲- س:- کم آمد

ازین نکته مقصودم آن ست و بس — که زاینده باید دلِ پُر هوس
ببین تا بزرگان چها ساختند — که کارِ تو پیش از تو پرداختند
توانی تو با این همه سرکشی — که یکسان زازین سان زخود برکشی
کسان کین خود این جمله فرموده اند — نه آخر چو ما آدمی بوده اند
چو انگیزشِ زیرک افزون فتد — دم اندر دمش وضعِ موزون فتد
عجب نبود از بی فسون و فسن — دماند بر از عاج و گل زآبنوس

حکایتِ دو تراشنده که یکی برنج از استخوان برون کشید و دیگرے کنجد از شاخ برآورد

تراشیده پیرے زطبعِ جوان — برنجی تراشیده از استخوان
بہ ہمچوں خودے بُرد و خواہش نمود — که این دانه را پخته پیش آر زود
شد مرد در دیگِ جوشاں فشاند — زمانی زپامیماں بر انشاند
چو کرد از پئے چاشنی کام تر — بُد آن دانه زاول بسے خام تر
زمانی دگر ماند چوں باز دید — بزیر نهیبِ همان راز دید
چو آن خام کارے گزشت از میان — زصنعت شد آگاه صنعت شناس

۱- سل :- مقصود آنست - ۷- (سرخی) ق :- از دندانِ ماهی - ۱۲- شد آن مرد.
۱۴- سس :- دگر چون چشید آن همان راز دید

کهن کنجدے داشت ناکاشته ... زبهرِ چنیں روز را داشته
بباریکی آزشاخ برکرده ساز ... که از کنجدش کس ندانست باز
بمهماں کفے داد کیں کن بکار ... دمے تا رسد لقمۂ خوشگوار
هنرمند کردش چو درکام جاے ... نشد چیره دندانِ پولاد خاے
برون برد آں خوردۂ دبازجست ... که ایں کنجد از کشت زارِ که رست
بگفتش نیوشندۂ پخته کار ... کزاں کشت کامد برنجت ببار
هنرپروراں کز هنرے برند ... یکے از یکے در هنر برتر اند

داستان ادواتی که خداوندانِ مرونهی ازبراے حال و استقبال وضع کردند مبنی برآنکه اسم ایشان ازاں فعل در حرف ماند و ذکر مصنوعاتیکه اسکندر بالهام الٰهی و قوت طبعی و صنعت ریاضی اختراع کرده و باشارات او بر قانونِ حکمت تمام گشته و مناظرۂ چینیان و رومیان که در نظرِ او بود- قصّهٔ سطرلاب که در آفتاب و گردش

۱- ق۲ :- روزش آراسته ۳- س۲ :- دگر- ۵- س۱ :- برون کرد
۷- س۱ :- که مرداں که گوے هنرے برند- ۷- س۲ :- بهتر

بُرهانِ روشن شدهٔ صورتِ حالِ آئینه وار داور نمود

نمایندهٔ صورتِ این جمال — چنین داد ز آئینه بیرون خیال
که اسکندر از راهِ پنهان روی — چو در رفت در غار کیخسروی
برادرنگِ کیخسروی سود پای — به کیخسروِ دیگر آراست جای
ستد جام بر دستِ بخشنده کرد — تماشای آن جامِ رخشنده کرد
جهان را در وی مدارا بدید — نهانِ جهان آشکارا بدید
بسی حل شدش مشکلِ روزگار — بسی راز پنهانش گشت آشکار
بسی یادِ آن شاه در دل نگاشت — کز آنسان عجب یادگاری گذاشت
دلش خواست از رای پوشیده‌بهر — کز و نیز ماند نشانی به دهر
چو گوهر برون آمد از تیرکان — فرو ریخت این قصه با زیرکان
کز آن دوربینی که دارم بهوش — چو کردم من این جام بی باده نوش
نهانهای این جامِ آئینه فام — درین جامِ رخشنده دیدم تمام
درودی دمیدم ز جانِ عزیز — بر آن جام و سازندهٔ جام نیز
کنون کان همه پادشاهی مراست — بزرگی ز مه تا بماهی مراست
حکیمان که من دارم از بیش و کم — نه کیخسرو آن داشت هرگز نه جم
چرا باید آخر که در روزگار — نشانی نماند ز من یادگار

زمین بوس دادند روشن دلان — نمودند کای قبلهٔ مقبلان
چه فرمود شاهِ کفایت شناس — که آن بر کفایت نگردیم اساس
هر آن فن که مقدارِ مردم بود — نه مردم بویم ار زما گم بود
بر این گفته با هم نشستند راست — که تا او کند انچه جوینده خواست
همه فیلسوفانِ هر پیشهٔ — نهادند روی اندر اندیشهٔ
همه کس دران از پوشیده حرف — باندیشه می کرد جهدی شگرف
چو هر کس مثالی زهر باب ساخت — ارسطوی دانا صطرلاب ساخت
بیونانی اصطرتراز بود — که در سکّهٔ عدل ساز او بود
دگر معنیم باز پرسی زلاب — بود هم بگفتارِ روم آفتاب
چو این نامها شد به پیوند راست — بترکیبِ موزون صطرلاب خاست
پس آن کو مرادِ صطرلاب جست — ترازوی خورشید باشد درست
دگر کاردانان دران داوری — دگرگون نمودند نام آوری
یکی گفت لاب ست نامِ حکیم — که او ساخت این پیکرِ مستقیم
اگر چش براسکندر انداختند — ولی پیش از اسکندرش ساختند
دگر گفت لابی کش این نور بود — ارسطوی فرزانه را پور بود
دگر گفت دیدم بتاریخِ عام — که شد پورِ ادریس را لاب نام

---

۴ - س ا :- بدینگونه - ۱۴ - س ا :- اگرچه باسکندر - ۱۶ - س ۲ :- که بد

ازاں بہرہ کو داشت اندر سپہر — بر آراست زیں ساں ترازوے مہر
برایں گونہ ایں ماجرا را کہ ہست — کند ہر کسے بر کسے باز بست
تحقیق چوں کردہ شد بارجست — درستی شدش ہم ز رسطو درست
غرض سالہا خسروِ کار سنج — بکارِ صطرلاب مے برد رنج
کہ ماہم بر آئینِ پیشینہ جام — بفرہنگِ فرزانہ گردد تمام
بخورشید سنجی چناں سر کشید — کہ در ثقبہ خورشید را بر کشید
سما کو چو پرِ مگس تاب داد — بُد آں عنکبوتِ صطرلاب زاد
ازاں تنگ سوراخ بینش فرو — شدش راز خورشید روشن چو پرو
ز آگاہیِ آں چناں رازہا — ہوس بیش گشتش دراں سازہا
شنیدم ز گویندۂ راست گوی — کہ در چند گہ شاہِ فرزانہ خوی
نشستے بفرزانگی با مہاں — مثالے بر آراستی در نہاں
چو گشتی نمود اری آراستہ — شدی پردہ از پیش برخاستہ
در آں پیکر از پیکر آرائے خویش — عمل یافتی در عملہائے خویش
ازیں ساں بسے سازہا کرد اساس — بنرخ اندک و در عمل بی قیاس
نشانہا کہ امروز ازاں مرکزست — ترازوی وکیلِ کیان گزشت
ہموں ریخت در طاسِ ساغر زلال — ہموں کوفت بر پنج نوبت دوال

۵ س ا: - تاہم - ۵ - م ۲: - گردش - ۸ - س ا: - دانش - ۱۱ - س: - بفرزانگانِ جہاں
۱۴ س ا: - کارہا - ۱۶ - س ا د ۲: - ہمہ - ۱۶ - ق: - ہم اد

چو بنیادِ نوبت سکندر نهاد   سه از وی شد و پنج سنجر نهاد
بماند این یک از چرخِ گردش نمای   سه و پنج شان در سپنجی سرای
سراپردهٔ و خیمه از گاهِ جم   ز گرگینه بود و پلنگینه هم
ازان رختها کز پئے عام ساخت   همه سازِ آن اهم از جام ساخت
ز فرهنگِ آن خسروِ روم و زنگ   بدل شد بگرپاسِ چرمِ پلنگ
هر آلت که پیش ست سویش نیاز   بدورانِ او بیشتر یافت ساز
نمطهای شاهی که جاوید ماند   ز آرایشِ رای جمشید ماند
ز اسکندر آن ماند در روزگار   که در حاجت و حکمت آید بکار
زبس کو فرو شد بهر پیشهٔ   خبر یافت هر جا یک اندیشهٔ
هنرپیشه مردم ز هر چار سوی   بسوی هنر جو نهادند روی
هنرپیش می برد هر کار سنج   باندازهٔ کار می یافت گنج
بفرخنده روزی خداوندِ تاج   بفرخندگی بود بر تختِ عاج
بزرگان کمر در کمر بافته   مسلسل چو زنجیرِ زر بافته
به کرسی نشسته قوی پایگان   گران کرده جای گران مایگان
ندیمان ز دانش سخن کرده ساز   حکیمان ز حکمت بیان کرده راز
ز هر هوشمندی و دانشوری   همی رفت گفتاری از هر دری

۲-ق:- نوبت - ۴- ق۱:- عامه - ایضاً - ق۱:- جامه - ۱۵- م۱:- زبان کرده باز

ز هر ماجرایی چو بگذشت کار   بصنعت گریها درآمد شمار

ز کار آزمایانِ نوتا کهن   همی گفت هر کاردانی سخن

چو گفتند هر کس ز هر گونه چیز   سخن گفت ارسطوی داننده نیز

که صنعت گرِ چیند باریک بین   بر دم آمدست اندر اقصای چین

ازان جا که شد دعویِ کارشان   برون ست ز اندازه گفتارشان

در ایوانِ شان خواند باید براز   که برهانِ دعوی نمایند باز

ملک گفت تا پیش خوانندشان   بترتیبِ صنعت نشانندشان

فرستاده تنگ زد از بارگاه   سبک حاضر آورد شان پیشِ شاه

طلب کرد زایشان شهنشاهِ دهر   که بیرون دهند آنچه دارند بهر

همان نقشبندانِ دانش پسند   شدند از مژه خاک را نقش بند

پس آنگه گشادند یکسر زبان   که جاوید بادا سرِ سروران

همیشه جهان زیرِ فرمانش باد   ز شمعِ خرد نور در جانش باد

هنرپیشه چند مانی خیال   ز چین آمدستیم صنعت سگال

که تمثالِ چینی چنان برکشیم   که بر حرفِ رومی قلم درکشیم

کی آید ز رومی نمودارِ ما   که گم گردد اندیشه در کارِ ما

هران نقش کز خامه شد رونمای   بدیوارِ ایوان نجنبد ز جای

---

۵ - س ۲ :- اندیشه - ایضاً - م ۱ :- زاندازه کاشان - ۱۱ - ں ۱ :- مرزبان

ولی نقشِ ها کان نه از خامه رست | بسیر و سکون ست چون ما درست
مُقابل بود جمله را رو برو | مشابه بود با همه مو بمو
کند هرچه در پیشِ رویش کنند | دهد پشت اگر پشت سویش کنند
چنان پیش آید که پیش آئیش | همه آن نماید که بنمائیش
ازینسان خیالی که داند نمود | که بی جان چنینها تواند نمود
نیابند اگر چند جویند چند | بر دم اندران نقش و آن نقشبند
شگفت آمد این ماجرا شاه را | بفرمود خاصانِ درگاه را
زهر جای پیکر نگاری بر دم | رسد پیشِ شه از همه مرز و بوم
چنان در هنر نقش مینی کند | که بر چینیان نکته چینی کند
نگارندگان جمله با ساز و رخت | بفرمان رسیدند در پیشِ تخت
اِشارت چنان آمد از بارگاه | که هر کس بجای کند کارگاه
کند رومی از نقشِ نو خاسته | جُداگانه ایوانی آراسته
به چینی هم ایوانِ دیگر دهند | که با خصم سازش برابر نهند
دگیلانِ ایوان نمودند جای | دوار زنگ را در دو ایوان سرای
گرفتند هر قوم با سازِ خویش | در ایوانِ خود پردهٔ رازِ خویش
خیالی که مردم هنر پیشه داشت | همی بست از آن سان که اندیشه داشت

---

۱۴ - س ۱ :- نهادند - ۱۶ - س ۲ :- ببست

چو شد حجت هر دو دعوی تمام — سپردند بر دستِ حاکم زمام
شهِ کاردان بهرِ آن باز جست — بایوانِ رومی در آمد نخست
صنم خانهٔ دید خاطر فریب — ربوده ز ارژنگ مانی شکیب
نگارے بصد رنگ چون نوبهار — خیالے بصد نقش چون روزگار
بسے رومیان استایش نمود — پس آنگه به چینی گرایش نمود
چو در شد به ایوان و بینش گماشت — چه بیند که خود تابِ دیدن نداشت
همه روے دیوار دید آهنی — سراسر زدوده بصد روشنی
دران روشنی عکسِ دیوارها — نموده چو صورت بدیوارها
اگر پس نظر کرد گر پیش دید — بهر جانبے پیکرِ خویش دید
جهت هاے ایوانِ صورت پذیر — دران بے نظیری نبودش نظیر
کسے کو بهمراهیِ شاه بود — بهر جا خیالش همراه بود
بران سان که جنبید هر کس ز جاے — نمود ازو بود جنبش نماے
چو شد شه دران لعبه نظارگی — شگفتی فرو ماند یکبارگی
بهر سو که نظارهٔ درگرفت — نیارست ازان جا نظر برگرفت
چو کم دیده بود آئینه پیش ازان — بدید آن و شد دستِ حیرت گزان
بپرسید کین سازِ آهن زداے — نخست انچه سان شد بچین رونماے

۱۵-م۲:- بدیدن شده

هنرپروران پاسخ آراستند — که آن زیرکان کین هنر خواستند
اساسِ هنر هر آن شد نخست — که روئے کژ لقوه گردد درست
ازان جا هر دستگاهی نشست — عروسانِ چین را شد افراز دست
خبر چون بصاحب کلاهان رسید — ز دستِ عروسان بشاهان رسید
سکندر چو بشنید کرد آفرین — چه بر چین چه بر کارسنجانِ چین
درین صورت آئینه در مرز بوم — ز چین گشت صورت نمائے روم
سخن کز درستی بشرح اندرست — اساسش ز خاقان نه ز اسکندرست
ولیکن سکندر درین داوری — بشانِ دگر یافت نام آوری
نگارنده زان گونه بست این نگار — که شه بود رونق بر اورنگ بار
دل آزردهٔ چند تاراجِ راه — رسیدند پوینده در بارگاه
نمودند کاے خسروِ نام جوے — نفیر از فرنگانِ بیداد خوے
گروہے ز گرمی چو بادِ سموم — بر آورده آتش ز دریائے روم
جزیره که خوانند قبرس بنام — شد این قومِ بے عاقبت را مقام
ازان جا بکشتی نشینند تند — بدنبالِ شان باد را پویه کند
پیاپے بصد گونه زشتی کنند — وزان گونه تاراجِ کشتی کنند
جهاز ار فزون ست ور اندکے — سلامت بساحل نیاید یکے

۱۴- س ۱: - نشیننده شد - ۱۴- س ۲: - باد پوینده شد

چو ما را بدیں جانب آمد جہاز رسیدند پیرامنِ ما فراز
نمودند در کشتیِ ما شتاب چو موجے کہ در کشتی اُفتد ز آب
با انبوہ در ما درآویختند گرفتند و خستند و خوں ریختند
ز شامیم با زارگانِ سہ چار با رمینیہ می کشیدیم بار
ز مغرب طرائف بسے داشتیم بپاداشِ سر حملہ بگذاشتیم
کسانیکہ کردند زور آوری سُپردند کالا و سر سرسری
چو شد کشتیِ ما ز زنجیر گاہ کنوں ما ز زنجیرِ دہلیزِ شاہ
متاعے کہ دزداں ز ما بردہ اند نہ از ما کہ از پادشا بردہ اند
چو شہ میرِ بحر و بیاباں بود بتاراجِ ما بر کہ تاواں بود
چو تو پاسبانے و غارت چنیں جہاں چوں پذیرد عمارت چنیں
چو تاراج گشت اشترِ ساربان چہ سود از توانائیِ کارباں
اگر دادِ ما داد شہ ورنہ پیش ستانیم داد از خداوندِ خویش
سکندر چو بشنید فریادِ شاں فرو شد باندیشۂ دادِ شاں
بخود گفت کآرے بہ بیگاہ و گاہ پناہندہ را شاہ باید پناہ
اگر چارۂ شاں من نہ سازم براز دگر کیست بیچارہ را چارہ ساز
بود واجب اُفتادہ را یارئے ولی دارد ایں کار دشوارئے

۲- در کشتن ما- ۴- ق۲:- کہ بارِ زمیں- ۱۱- ق۱:- اشتر از کارداں ایضاً- ق۲:- پاسباں- ایضاً- س۲: بکارداں
۱۴- ق۲:- باشد

گر این پویه بودے بصحرا و کوه | زمین گشتے از بارِ لشکر ستوه
چو نتوان بدریا فرس تاختن | بباید دگر چارهٔ ساختن
مرا دیر یا زست تا در دل ست | اساسے که ترتیبِ آن مشکل ست
بدان گونه کاندر سطرلاب ها | توان دید افلاک را باب ها
بسازیم شکلے دگر تابناک | که بینیم ازو رازِ دریا و خاک
شبے چند با فیلسوفانِ عهد | بانگیزشِ تازه می کرد جهد
چو با خود خیالے گرفتند راست | خیال آشکارا شد و پرده خاست
بفرمود شه تا خداوندِ رائے | هم آهن رساند هم آهن زدائے
چو سرمایهٔ کار شد ساخته | شد اندیشهٔ کار پرداخته
نمونه که از چینیان دیده بود | بدانا نمود آنچه سنجیده بود
بدان هم نمونی که فرمود شاه | نمونه نهادند در کارگاه
بتدبیر شکلے برداختند | ده اندر ده آئینه ساختند
طلسمے در آئینه کردند ساز | که روشن توان دید راهِ دراز
چو شد دیدگر روشنائی و تاب | درخشان شد آئینه چون آفتاب
بفرمود بر شطِ دریائے روم | مناره بر آرند چون نخلِ موم
دویدند معمارِ دنیا بکار | زبنیادِ گیتی بر آمد غبار

---

۱ - س۲ :- آهن - ۳ - س۲ :- بنیاد - ۸ - س۱ :- که آهن ستاند ز - ۱۲ - م۱ :- بتدبیر

بماهے کشیدند میلے بلند　　که در چشمِ انجم رساند گزند
مناره چو اندر هوا سر کشید　　شه آئینه را بر سرش بر کشید
دراں سطحِ روشن که بر کار گشت　　بسے عکسِ گیتی پدیدار گشت
نمود اندرو عکسِ دریا ز پیش　　باندازهٔ شصت فرسنگ بیش
جزیره که هست آں زمینِ فرنگ　　نماینده گشت اندر آں آبِ رنگ
بفرمود صد کشتی انگه شگرف　　که باشد مهیّا بدریاے ژرف
چو جنبش کند مردِ قبرس ز جاے　　شود عکس از آئینه پیکر نماے
بکشتی بود بد رفتن ساخته　　شتابنده زاں سوے پرداخته
براں رهگیراں زنند از کمیں　　بدریا بشویند از ایشاں زمیں
برینگونه چوں چند گه تاختند　　براں رهزناں رهزنی ساختند
ره ایمن شد از دزدِ بیداد مند　　خراماں شده راهرو بے گزند
چو انصافِ شه زد بدریا رقم　　سفینه نه گشت ابتر از باد هم
جهازِ شتابنده در هر گذر　　شد از کشتیِ نوح بے بیم تر
بماند آں مناره بسے روزگار　　هماں آئینه نیز بر عکسِ کار
چو دورِ سکندر بپایاں رسید　ق　جهاں بر دگر کدخدایاں رسید
هماں رسمِ پیشیں نگه داشتند　　بداں آئینه پاسِ ره داشتند

---

۴ ـ س ـ اندراں　۱۲ ـ س : علم

فرنگانِ رهزن زبیچارگی | فرومانده گشتند یکبارگی
نهانی بر آئینه داران شدند | بر آئینِ آئینه داران شدند
چو شد دزد با پاسبانان یکے | نماند اندر آئینه بردن شکے
شبے برمناره شدند از شتاب | کشادند و انداختندش در آب
همان شورِ دریا ز سر تازه گشت | همان رهزنی بیش زاندازه گشت
ازان پس چنان کاردانے نخاست | که داند چنان پیکرے کرد راست
زمانه که دزد دلیست بر کینها | بسے دید ازینگونه آئینها
بیا ساقیا زان مے دلنواز | دلِ آهنینِ من آئینه ساز
مے صاف کآید چو مارا به تن | توان دید جان آشکارا به تن
بیا مطربا نغمهٔ خوش برآر | بزاری یکے قولِ دلکش برآر
بزن زان زبان راهِ بابلی زنگ | که شد راهزن همچو تیغِ فرنگ

صفت دیوانه و آهنی گشتن زنجیر آب و بسته شدن چشمها از جنبش و ذکر روز بازار خورشید و گرمی نگاههای آتش و شور خلق در موسم و سوزن شدن موے بر تن پاره پیراهنان و گرم شدن پشت پوستین پوشان و تحریصِ معاشر

۱۰- س۱ :- نواز - ایضاً :- س۲ :- نواز

وخوش پوشی

خوشا خرگهِ گرم در ماه دے — هم از تابِ آتش هم از تابِ مے
مئے روشن و ساقیِ چون شکر — بریشم زنِ ساده زان خوبتر
کبابی و نقلے و جمخوابهٔ — که جانے ستاند بهر لابهٔ
کسے کیں تمنّاش همره بود — اگر بیش ازیں جوید ابله بود
مشو ابله اے مردِ عشرت پسند — ز عشرت دمے چند شو بهره مند
بکف گیر جامِ درفشنده را — در و ریز یاقوتِ رخشنده را
در آمد زمستان و شد تیر ماه — گرفتند هر کس بکنجے پناه
دے آمد بدیوانگی چون بهار — گسست آبِ زنجیر در جویبار
کفِ ابرِ رستم کمان گشت باز — خزان کرد بازوے بهمن دراز
چنان آهبا جان نو از نده گشت — که چون ژاله دندان گدا زنده گشت
بجوئے رواں دے چه تعلیم کرد — که سیمابِ لرزنده را سیم کرد
حصاری شده ماهیان زیرِ دد — بقعرِ زمین رفته ماران فرود
گریزنده شد مرغ ازان بوستان — ز سوے خراسان بهندوستان
بدشت آهو و شیرِ مسکین شده — بخانه زن و مرد پشمین شده
فنک بر فنک جبّهٔ کمتران — وشق بر وشق شقّهٔ مهتران

۷- س۲:- دران - ۱۰- م۲:- فراز - ۱۵- س۱:- گرگ - ۱۶- س۱:- جامه

نگر بیم شمشیر سرما که چون خزد شیر در چرم روبه درون
همه کس ز موئینه تن کرد نرم گلیمینه را گشت بازار گرم
ز توزے شده برد پاینده تر پلاس از کتان ها خوش آینده تر
بر آن کس که بادِ مخالف وزید مثل گرچه کوه است در مو خزید
ز بادِ مقام کشِ کینه کش مقامِ دوان دست کرده بکش
برهنه تنان را ز تن پوشش کم درون رفته زانو درونِ شکم
شب آن کو ندارد ز پوشش فراغ طلب کرده خورشید را در چراغ
فرومایه لرزنده چون بید بین همه جا یکے پوششِ خرشید بین
چو چشمِ خسان روز کوتاه باز چو سودای زر دوستان شب دراز
شب از کوتهی مرغِ بے بال بود کنون زلف گشت آن که او خال بود
بر آتش همه خلق هنگامه وار چو مرغانِ بستان به گل بے قرار
درین موسم آن را شمار آدمی که کارے ندارد بجز خرمی
بمقدارِ سرمایهٔ خویشتن نهد در طرب پایهٔ خویشتن
یکے لعلِ روشن فشاند بجام یکے در سفال افگند درِّ خام
یکے گوش دارد برود و رباب یکے بر لبِ رود نوشد شراب
یکے برّه و مرغ برخوان نهد یکے ترّه و ترب برنان نهد

---

۶ - س۲: - فرو - ۱۴ - س۲: - در دجام - ۱۵ - ق۲: - یکے در عجب زود

یکے منقلِ زر بر آتش کند یکے ہم بخاشاک جا خوش کند
یکے با حریفاں شود توشہ گیر یکے با نگارے بود گوشہ گیر
خورندہ کہ در بندِ خوش خوردن ست نہ از بیش و کم در خوشی کردن ست
نہ عشرت چنیں مایہ داراں کنند کہ نعمت بسے بذلِ یاراں کنند
گدائے کہ در گوشہ دُردی کش ست بہمدستیِ چوں خودے ہم خوش ست
چہ فرّخ شد آں مردِ عشرت پسند کہ از ہر چہ دارد شود بہرہ مند
بہ بسیار جوئی مشو بیش بیں بکم خو کن و بیغمی پیش بیں
چو جو جو بصد کوشش آری بچنگ فراخی کجا بینی از خوئے تنگ
چو جو جو شمرد آسیاباں ز راس علف کے رسد تا بہ را از خراس
چو از نوکِ سوزن کَنَد تشنہ چاہ بجاں کندنش مُردہ باید براہ
چو کم را نخوردی بامّیدِ بیش کمت نیز ترسم گریزد ز پیش
یکے بہرِ سکبا زِناں روزہ بست چو ناں خوردہ شد دیگِ سکبا شکست

حکایت سگے کہ گرفتہ را بر اُمّیدِ ناگرفتہ بگذاشت

سگِ پیر مردارے اندر دہن ہمی بر لبِ جوے شد پویہ زن
مگر ماہیئے دید خستہ ز جوئے تپیدہ بروئے زمیں سو بسوے

۵ - ق ۲: - بہمدستی - ۱۲ - ش ۱: - سگے

رہا کرد مردار و شد در شتاب | چو آں جا شد اُفتاد ماہی در آب
چو باز آمد و دیدہ واپس گماشت | غلیواز برد آنچہ واپس گزاشت
بخور کم میا از پئے بیش را | غنیمت شمار آں کمِ خویش را

مردے نمودن سکندر در عیش و عشرت و باشارت حاجت نقدہائے عین بمیل مئے و نغمہ با اہلِ الصبارت و زمرۂ خلافت دادن و بفکّہ نار در نار با مُخلصانِ جانی مشغول شدن و از میوۂ النار لنا فاکہتہ فی الشتاءُ مزۂ ناردان و نار برداشتن و تیرگی کیش مغاں از زبانِ آتشیں روشن گردانیدن و دریائے لشکر را بکشتنِ آتشہائے زرتشتیاں رواں کردن

زآتش فروزانِ بازند و ژند | روایت چنیں می کند ہوشمند
کہ روزے سکندر در ایامِ دے | نشاطے برآراست از مرغ و مے
نشستند فرمانروایانِ دہر | کہ از خرمی باز یابند بہر

---

۱۵ - س۲ :- لبساطے

بریشم زنان در سرود آمدند | در آزردن تار رود آمدند
چنان زیر و بالا شد آواز زیر | که از مرغ و ماهی بر آمد نفیر
پری پیکران ترنم سرای | بزخمه شدند از درون دل ربای
بهر زخمه راه صد جان زدند | بهر غمزه در سینه پیکان زدند
خرامنده شد ساقی انجمن | چو کبک دری در میان چمن
قدح داد بر زندگانی برات | صراحی سخن گفت ز آب حیات
دران دور ازین چرخ دولاب گرد | هوای نبارندگی بود سرد
بکافور پنهان شده قرص مهر | همی کرد کافورباری سپهر
بفرمود شاه آتش افروختن | حطب چون دل دشمنان سوختن
فروزنده شد گوهر تابناک | چو خورشید کو سر بر آرد ز خاک
گل انگیز شد شعله چون نوبهار | ز خوبی بر آورد گلنار نار
عجب میوهٔ رسته از چوب رز | که هم میوه خوانی و هم میوه پز
هم از شعله نعمت پزی رائگان | هم از دود غماز همسایگان
ز لطف زبان میزبان همه | زبانش صلا گوی خوان همه
بهر خانه شمع و مشعل فروز | گهی مشعل افروز گه خانه سوز

۱- س:- رقیبان بآواز - ۷- ق۱:- بادورمه - ۸- س۲:- بنیزی - ۱۰- ق۱:- گشت آتش
۱۱- س۲:- گلهائے ۱۵- س۲:- شعله

پرنده کزو رفته بر تاب زن دلش سوخته لیک بر خویشتن
زکالے که در وے درخشان شده سیه بود - لعلِ بدخشاں شده
مہے بر شبے پرتو انداختہ سیه روے را سُرخ رو ساختہ
زتابی کز آئینِ خویش آیدش کند ہیچو خود ہر چہ پیش آیدش
اگر کشته شد در فرو زنده گشت بمُرد از دم و ہم ز دم زنده گشت
بلند افسرے کز خسان شاذ زیست زبادے بمرد و ہم از باد زیست
نماند دمے زنده بے آب کس مگر او - که مرگش ز آب ست و بس
فرو میرد از آب و بیجاں بود وگر خود مثلِ آبِ حیواں بود
مراغه بر روغن کند جانِ او که روغن بود آبِ حیوانِ او
زسنگ و ز آہن بر آورد سر چو از سنگ یاقوت و ز آہن گہر
دہد لعل و یاقوت کان ناپدید تنش جمله جان و چو جاں ناپدید
زخارا و آہن شده گرم خیز درون رفته در ہر دو ز آہنگِ تیز
گہے از دخانے سحابے کند گہ از ذرّہ آفتابے کند
سر افرازے از تیرگی و دماں کلاهِ دخاں بُرده بر آسماں
زگرمی کره در ہوا ساختہ ہوا را در آغوشِ جاں ساختہ
کره کو زگرمی شده باده پاے زجولاں بروے ہوا کرده جاے

---

۱۱ - ق:- زکان لعل و یاقوت آمد پدید + تنش خار جان و چو جاں ناپدید

زعنصر سه جا خیمه برتر زده — بدهلیز اول علم بر زده
همین گوهرے روشن اجزا شده — گهر کو محیط سه دریا شده
سواد سیه نامهٔ چند ازو — سیه روئی زند و پازند ازو
مغش در خدائی فرو زنده کرد — خدائے که خود کشت و خود زنده کرد
برهمن همش در پرستش فروخت — که فرجام ازو دوزخی گشت و سوخت
براهیم را گشت بستان نور — شده لالهٔ موسے از کوه طور
چنین کهنه نورے بنو گوهری — شده مجلس افروز اسکندری
سکندر ز دانندگان باز جست — که چون گشت بازار آتش درست
که این آخشیج فروزنده چیست — که از آب میرد ز خاشاک زیست
نباید ازین جوهر تابدار — بجز پختن و سوختن هیچ کار
چه واجب کند کابلهے چند خام — برندش بمعبودی خویش نام
چه باید پرستیدن آن را بدرد — که مردم خودش کشت و خود زنده کرد
مرا کایزد از بهر آن داد تیغ — که خورشید حق را نپوشم به میغ
برانم که در آذر آبادگان — چرا باید این رسم مغ زادگان
که با هیربد زیر دستی کند — بگمراهی آتش پرستی کند
سپرده عنان موبدے چند را — گرفته بکف زند و پازند را

١- س٢: قلم - ٢- س٣: بگوهر محیطے - ٣- م٢: سیه کاری - ٩- س١: گرم طبع

شنیدم که آتش در آتشکده ‌‌ ‌ ‌ هم از عهد زرتشتیان شد زده
چنان زنده مانده است زآتش دلم ‌ ‌ ‌ ‌ که یکدم نه مرده است تا این زمان
سمندر گر از آتش بود بچه زائے ‌ ‌ ‌ ‌ توان یافت زان آتش دیرپائے
برانم که آن جانب آرم شتاب ‌ ‌ ‌ ‌ فشانم بر آن نار دیرینه آب
نمایم به آتشکده سوختن ‌ ‌ ‌ ‌ که آتش چنین باید افروختن
سر هیربد دیگ مطبخ کنم ‌ ‌ ‌ ‌ بر آن دوزخی خانه دوزخ کنم
بسوزد دل مغ هم از دود او ‌ ‌ ‌ ‌ بسوزانمش هم ز معبود او
بپاسخ بزرگان پاکیزه کیش ‌ ‌ ‌ ‌ سر بندگی را نهادند پیش
نمودند کاے داور روزگار ‌ ‌ ‌ ‌ هر دانشت دولت آموزگار
درست ست کان قوم ناهوشمند ‌ ‌ ‌ ‌ ندارد ز اندیشه راے بلند
نه از راه بینش نظر کرده اند ‌ ‌ ‌ ‌ که نظاره از چشم سر کرده اند
ز نورے و تابے که آتش نمود ‌ ‌ ‌ ‌ نمودند در پیش آتش سجود
ندانند کش چون پرستد کسے ‌ ‌ ‌ ‌ که او زنده گردد بچوب و خسے
دو قوم اند کز چشم کوتاه بین ‌ ‌ ‌ ‌ بخورشید و آتش شده راه بین
مغ و برهمن کین دو را شد صواب ‌ ‌ ‌ ‌ پرستیدن آتش و آفتاب
بهر دو ترا نیست حاجت گداز ‌ ‌ ‌ ‌ که او سوزش خویش خود کرد ساز

۱۶ـ ق و م ا: بهندو ـ ۱۶ ـ س ۲: که او سوزش خود بخود کرده ساز

چو زنده به آتش درون خوش رود   هم از راهِ آتش در آتش رود
ولیکن فرو سوز رختِ مغان   که تا خود کنند از بتِ خود فغان
شه از رای پاکان و آزادگان   شد از روم در آذر آبادگان
بفرمود مغ را بنا بر کنند   بهر خانهٔ آتش آتش زنند
بسوزند ناموسِ پاژند و ژند   گشایند زنّار ها را ز بند
پس آبی بر آتش فشانند زود   ز کانونِ آتش برآرند دود
دویدند فرمان پذیران ز پیش   بدستوریِ کار فرمای خویش
زدند آتشی در هر آتشکده   که گردون شد از دود آتش زده
دران آتشی تند کافروختند   مغ و هیربد را همی سوختند
در آتش چنان سوخت آن قومِ خس   که خاکستری ماند از ایشان و بس
فشاندند آن خاکهای خراب   ز طوفانِ آتش بدریای آب
ز زرتشتیان کس نماند آشکار   مگر در بیابان و در کوهسار
رهائی ندیدند آن دیگران   جز از راهِ نیکان و پیغمبران
همه خلقِ عهد اندران جستجوی   به ایزد پرستی نهادند روی
چنان سکهٔ راستی شد تمام   که کس کیشِ کژ راند الّا بنام
بیا ساقی آن بادهٔ خوشگوار   که تا اندُه و غم نهم بر کنار

---

۳ - س۲: بیامد سوی آذرِ بادگان - ۱۳ - ق وس وم: پاکان

بیا ساقیا ارمغانی شراب — کہ محراب زرتشتیاں شد زباب
بدہ تا بمستی کنم خوابِ خوش — کُشم آتشِ غم بداں آبِ خوش
بیا مطرب آں چنتہ کز یک فغاں — کند زاہداں را بکوئے مغاں
چناں زن کہ آتش زند سینہ را — ز سر نو کند داغِ دیرینہ را

نصیحت بہ اصحاب یمیں کہ در معاضدتِ اہالی السیف کوبند و سر و تنِ بیدینانِ فلسفہ را انیا میزند و دیرہا راہم بہ زمرۂ ایشاں قفا زنند و بخبر تیر قضا تیرے الٰہی ندانند و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی

چہ فرخ کسے کز دلِ ترسناک — گرایش کند سوئے یزدانِ پاک
بہ ہر سر فرازی و افگندگی — نہ پیچد سر از رشتۂ بندگی
ز پرہیزگاری برآرد نفس — کہ سرمایۂ ہستی این ست و بس
بہر پیشۂ کاندیشش در شمار — خدا را نگردد فراموشگار
گرش خشم پیش آید و گر نواخت — شناسد ز جائے کہ باید شناخت
چو او آفریدہ شد از خاک و باد — بعبرت کند ز آفرینندہ یاد

---

۵ - سرخی، ق: کوشند - ۱۲ - طاعت - ۱۵ - س ا: گداخت

درآگاهیِ خود ز نو تا کهن | ادب نگهدار اندر سخن
نگوید ز قانونِ دانندگی | سخن جز باندازهٔ بندگی
بسا ناتماماں که از خوے خام | ز معلول و علّت بر آرند نام
بدستِ هوس باز داده عناں | که ماده چنین ست صورت چناں
گه اثباتِ کلّی بقولِ حکیم | گه انکارِ جزئی بعلم قدیم
گهے در طبیعی طبیعت کشاے | گهے در ریاضی ریاضت نمائے
کسے را که چشمِ خرد پیش نیست | درین هرزه چنداں کم و بیش نیست
دلے چوں سخن در الٰهی فتاد | خیالِ خرد در تباهی فتاد
چو زین در کند فلسفی نکته راست | قفا زن که گردن زدن انسزاست
چه ابله کسے کاندرین نُه حجیب | خورد زین نمطهاے رنگین فریب
چه نازی بران علمِ ناسودمند | که پیدا اگر زندست و پنهاں گزند
چو حیه بدل زهر دارد تباه | چه بینی رُخِ سُرخ و خالِ سیاه
مبین رنگ و پیرایهٔ خویش را | شناسنده شو مایهٔ خویش را
چو طاؤس شو پیکر آراے خویش | ولیکن فرامش مکن پاے خویش
باندیشه باید سخن گسترید | کزیں پر بر افلاک بتواں پرید
سخن کز شریعت نویسد برات | دمِ خواجه تاشی زند تا حیات

۱۵- سا ۱ ۔ به اندازه

ازیں ہرزہ ہم بہ کہ پیچی عناں — کہ عنصر چنیں گرد و انجم چناں
سخن زیں زبوناں چگوید کسے — کہ ہستند عاجز تر از ما بسے
چہ بندی بر و مہر و آزار خویش — کہ باشد سراسیمہ در کارِ خویش
چو مرغے خود از دام نجہد مدام — دگر مرغ را کے رہاند ز دام
مگس کو بجلابِ تر گشت اسیر — کجا چوں خودے را شود دستگیر
طبیبے کہ پیوستہ بیمار ماند — نشاید ببالینِ بیمار خواند
سبک گیرد آں دیدہ را آبِ شور — کہ دارو ستاند ز کحالِ کور
بباید سر از رشتۂ چرخ تافت — کہ چرخ ایں سرِ رشتہ را در نیافت
چو پردہ است ز آگاہی خود تہی — ز پردہ نشیں کے دہد آگہی
چو شد پردگی پردۂ باز را — چہ دارد خبر پردۂ راز را
بسا کس کزیں پردہ گفتند راز — کزیں پردہ تارے نکردند باز
بدیں قلعہ بنگر کرا خود رہ است — کہ کنگر بلند و رسن کوتہ است
چہ فرخۂ مرغ در بیضہ زیست — کجا داند از بیضہ بیروں کہ چیست
کسے کو ندانست رازِ جہاں — جہاں آفریں را چہ داند نہاں
چہ پنداری اے ابلۂ تیرہ رائے — کہ گنجد در اندیشۂ تو خدائے
چو صانع بود در صفاتِ کمال — چہ مصنوع را گنجد اندر خیال

---

۹ - ق دس: ب- تہی - ۱۲ - بریں قلعہ رہ خواستن نہ از رہست

خدا کادمی را جهانی نهاد / درو آشکارا نهانی نهاد
چه روشن که در هر دلی راز چیست / بهر خاطر انجام و آغاز چیست
نداند شناسائے پنهان اساس / نهانخانهٔ آدمی از قیاس
نداند چو کس ز آدمی راز را / چه روشن کند آدمی ساز را
جهانیست گرچه آدمی هیچ هیچ / بدروازهٔ کبریا هست هیچ
چو هژده هزار اندرین ره گمست / چه اندازهٔ یک دلِ مردمست
ولیک این سفیهانِ بی رائے و هوش / دلِ بیخرد را نمالند گوش
بحرفِ دو گستاخ روئی کنند / بکارِ خدا نکته گوئی کنند
کسے را که سر رشته آمد بدست / لبش بر سخن مهرِ جاوید بست
رقم به که بر حرفِ ابتر کشند / زبیهوده گوئی زباں در کشند
ادب را نگهدار کز هیچ رائے / خدا را نداند کسے جز خدائے

حکایت زالے که زالے را بخدائے تعالیٰ راه نمود

یکے راز زالانِ پوشیده حرف / به نزدِ خدا بود کارے شگرف
خبر یافت زالے ز بازارِ او / در آمد بنظارهٔ کارِ او
همی کردش از چشمِ خواری نظر / که تا چیست این بیوهٔ بے خبر

---

۱۶ — سل: کوته

بپرسید از و زالِ والا گرای — که هان داری آگاهیی از خدای
بگفتا که ای کوزپشتِ کهن — نپرسید کس از چو من این سخن
که در ذاتِ صانع ز لفظِ چو دُر — شد از گفتِ من جمله آفاق پُر
بخندید فرتوت و بگریست زار — ق — بدو گفت کای غافل از سِرّ کار
دلت گر نشانی ز روی داشتی — زبان در سخن زهره کی داشتی
برای که کونین در روی گم است — چه جای سخن گفتنِ مردم است

پرتاب کردنِ سکندر راست روانِ کیشِ خود را که
بابستهٔ ره بودند همراهی پیکان سوی نشانه گاهِ یونانیان
که درونِ ایشان در روند و عقدهٔ عقیدهٔ باطلِ آنها را
بگشایند و پیش آمدنِ آن آهن دلان و رد کردنِ پیکان را
بسختی چشم و دل و بازگشتنِ آن فرستادگان با زبان
کند و سوهان شدنِ جبههٔ شاهِ روم از چینِ کین و بلند
کردنِ کمند بکمرِ کوهِ یونانیان و دراز دادنِ بازوی

دستِ راستِ لشکر را تا از شستِ سهمناک سهمی
بر ایشان زنند و حرب کردنِ یونانیان از تیغ کوه و روی
تافتنِ رومیان از زبانهٔ شمشیرِ ایشان و رِسکندر زدن
و گرم شدنِ سکندر از آتشِ غصّه و از سرِ غضب
کوه بُریدن و دریا برآن و زخیان فرو ریختن

طرازندهٔ قصهٔ روم و روس | چنین بست پیرایهٔ این عروس
که چون شد سکندر بالهامِ غیب | ز هر جنسِ مردم رقم شوی عیب
همه گمرهان ابرآسان که خواست | به شمشیرِ حجت همی کرد راست
چو زان گونه شد مردم از هر بلاد | که یا دین پذیرفت یا جزیه داد
حمایت سوی نیکرایان گرفت | به خنجر رهِ کژگرایان گرفت
به پیرایه رایت چو مهتاب کرد | سراپرده در پردهٔ آب کرد
چو گشت اندران ناحیت جای گیر | نشیننده را کرد فرمان پذیر
ازان جا شتابنده با کوس و پیل | روان کرد دریای لشکر به نیل
بخصم افگنی چیست کرده میان | ستیزنده در خونِ یونانیان

٨ ـ سس ا: گذارنده ـ ١٣ ـ م دق: سراپرده در بابِ بواب کرد

خبر داشت کاں ملتِ ناسپاس | ز یزداں ندارند در دل ہراس
بہ گستاخ گوئی زباں کردہ باز | کہ مارا کلیدے ست بر گنجِ راز
بہ نزدیکِ شاں فیلسوفِ کہن | نکوتر ز پیغمبرے در سخن
پیامِ آورے را ز کار آگہاں | رواں کرد نزدیکِ آں گمرہاں
پیامے کہ دیں را روائی دہد ق | بر آئینِ پاکاں گوائی دہد
بدو گفت تا باز گوید درست | کہ باید خیالِ کژ از سینہ شست
فرستندۂ راست نہ گزاشتن | فرستادۂ راست گو داشتن
کسے را کہ سوئے ہمائی ست رائے | ہم از تیغِ من ہم ز خشمِ خدائے
شود بہرہ مند از نشانِ صفا | بدہرہ زند دہریاں را قفا
بدینِ حنیفی گرائش کند | خدا را بدیں رہ نمائش کند
نشاند سرِ فلسفی بر سناں | ز معلول و علت بتابد عناں
دریں رہ نباشد کژ اندیشہ را | سزا بیند اندیشۂ خویش را
فرستادۂ شاہ برداشت راہ | بہ یوناں رسانید پیغامِ شاہ
سرے بود شاں را افلاطوں بنام | شدہ پختہ کار اندراں کارِ خام
ز بیہودہ گویاں زباں یافتہ | ز فرہنگ و فرماں عناں تافتہ
نگارندہ در سینۂ بے ہراس | خطی عور ناس و پری مہ لباس

---

۲ - س ل[1] ؛ روی - ۵ - ق[2] ؛ اسرار - ۱۰ - ق و س ل[2] ؛ ستائش - ایضاً - م ؛ نیائش -

به گمراهیِ خلق فتوی نگار   که پاینده شد گردشِ روزگار
سزا این و دیگر سزای گمست   بخوبی و زشتی جزای گمست
طلب نیست ز ایزد بر ایزد پرست   کند هر که هست از جهان هر چه هست
نیوشنده را از خیالِ چنان   بخود کامگی کرد مطلق عنان
همه مردم از رای سنگینِ او   یقین بست بر قولِ رنگینِ او
زد از یک سرائی درین خانه خشت   نه اندیشه از دوزخ و نه از بهشت
ز وسواسِ دیو اندرین دیولاخ   خرامنده هر یک بگامِ فراخ
چو برخاست از مردم امید و بیم   کجا ماند آئینِ عصمت سلیم
چو رفت از سرِ اسپ سرکش لگام   نه پویش بهنجار باشد نه گام
فلاطون چو بشنید پیغامِ شاه   بپاسخ نشد از زیرکان چاره خواه
ستیزنده پیرانِ یونان زمین   ز رومی در ابرو فگندند چین
کشادند ز اندیشهٔ نابکار   جوابی فرستاده بر شهریار
کز انجا که بینائیِ رای ماست   سرِ آسمان در تهِ پای ماست
دلِ ما که گشتست دانای راز   به پرسیدنِ کس ندارد نیاز
چه محتاج پیغمبرِ دیگریم   که ما بر سرِ خویش پیغمبریم
چراغی بجوید نظرگاهِ ما   خرد بس بود مشعلِ راهِ ما

۷. س ا: ب: سنگ لاخ

بنورِ خرد ره به یزدان بریم　　که سوی فرستادگان بنگریم
اگر همتِ ما خردمندی ست　　خردمند را چاره خرسندی ست
بدین آهوا رشاه شیری کند　　مگر آهو از سگ دلیری کند
اگر بگذری کارِ ما جنگ نیست　　فرودستیِ چون توی تنگ نیست
وگر با فرودست گیری ستیز　　چه چاره گریزنده را از گریز
چو با زورمندان فتد داوری　　گریزندگی به ز زورآوری
درین کوه پایه بیابان کم ست　　گزرگاهِ کشورخدایان کم ست
چگونه کند بی سپر شکرکش　　که صدلی سر آید صبا بر برش
مرا ره بکوه و ترا گنجِ زر　　کجا پیل بر کوه پوید چو مور
بهر خانه چون چاهِ بیژن گو است　　بهر گوشه صد غارِ کیخسرو است
مگر شه کزین سو گر آید همی　　بمهمانِ کیخسرو آید همی
سکندر گر از دستگاهِ چو میغ　ق　بکوه افگنی راند بر سنگ تیغ
هم آخر بکارے ست این کوهسار　　که بینی کمربسته و تیغدار
کلوخے مبین خوار کافتد براه　　کزو چون سر آئی بیفتد کلاه
رسانندهٔ نکتهٔ با صواب　　چو بشنید گفتارِ خود را جواب
بدرگاهِ اسکندر آمد فراز　　شنیده سخن را فرو گفت باز

۶ - س ا :- یادری - ۱۰ - ق ۲ :- بهرخانه - ۱۴ - س :- که آخر سران استاند کلاه

جهاندار ازاں پاسخِ تلخ وام — بہ تندی فرو ریخت تلخی زکام
بفرمود تا فوجے از قلبِ خاص — کند بستہ بر خصم راہِ خلاص
چناں لشکر اندر رحیل اوفتاد — کہ موجش گزارائے نیل اوفتاد
بفرمانِ فرماندہِ تاج و تخت — بزرگاں بکشتی کشیدند رخت
زمردانِ کوشندۂ کارزار — گذارا شد از نیل پنجہ ہزار
خدنگ افگنانے کہ ہنگامِ جنگ — نشانند سوفار در مغزِ سنگ
کمر بستہ و ترکش آراستہ — چو شیراں بصید افگنی خاستہ
بہ تیزی چو در کوہسار آمدند — بدامانِ کہسار خار آمدند
ہر سو سوارے ز فرزانگی — ہمی شد بمردی و مردانگی
ہمی آمد از کوہ بے سنگ زیر — بکوہِ گراں سنگ می شد دلیر
فرو جستن از چار و ناچار بود — کہ رہ بر شتابندہ دشوار بود
پیادہ بہر فرجۂ کوہ و سنگ — ہمی تاختند از کمیں چوں پلنگ
ہماں کوہیاں نیز از آہنگِ تیز — ستادند در کینہ گاہِ ستیز
نکردند سستی دراں کارِ سخت — فشردند در سنگ پا چوں درخت
چو مور و ملخ گشتہ پر شور و شر — ز مور و ملخ بلکہ انبوہ تر
طرف بر طرف بہر پیکار ہا — کمینہا بروں می زد از غارہا

---

۱۱ - ق و م و س :- فرو جستن ا ر بارہ ناچار بود - ۱۵ - م ۱ :- انبوہ سر

نشینندهٔ رہ دان و آیندهٔ گم بسے سو بسوی کشید اشتلم
ہمی موے در موے آویخت مرد چو موے کہ در یک دگر پیچ خورد
دراں مو بمو پیچشِ بے دریغ دو صف ہمچو دندانِ شانہ بہ تیغ
چناں گشت ہنگامۂ رزم گرم کہ خارا شد از تیغِ فولاد نرم
سناں در دلِ سختِ شیران نشست چو الماس کاندر آہن نشست
اجل عبرۂ خونِ ایشاں نوشت کہ سر می دروند و اندام کشت
چناں مرد بر پشتہا کشتہ گشت کہ بر روے یک پشتہ صد پشتہ گشت
زباراں بدنیساں کہ زد تیر تیز ہمہ سنگِ کہسار شد لالہ خیز
ز بس خوں تو گوئی کہ کوہِ بلند ز دل کانِ یاقوت بیروں فگند
دو رویہ ہمی رفت تیغِ دو روے نمی گشت یک رویہ کارِ دو روے
بکوشید دمی بکین تا بہ روز نشد چیرہ بر دشمنِ کینہ توز
چہارم کہ یونانی انبوہ گشت خس انبہ ترا ز سبزۂ کوہ گشت
سپاہِ سکندر نیاورد تاب ز فیروزیِ خصم شد روے تاب
یکے آں کہ در کنجِ غار درہ بسے سر زمیں دور شد یکسرہ
دوم آں کہ کوشندۂ رزم کیش ازیں سوے کم گشت از آں سوے بیش
ز رومی سپاہے کہ ناکشتہ ماند سر و سینہ خستہ بہر پشتہ ماند

---

۸ – س ا: تیغ تیز – ۱۰ – م ۲: نمی رفت یکرویہ کار را دو رو – ایضاً – ق و س: کار را دو سو – ۱۲ – م: آہن تر
۱۳ – ق ۲: بہرہ – ۱۴ – م ۲: ز بے روے

سران سپه اصواب آن نمود ‌‌ ‌ ‌ که واماندہ را بازیابند زود
سپه ابر حجت دلیل آمدند ‌ ‌ ‌ وزان چشم بد سوی نیل آمدند
نشستند گریان بر اهل رحیل ‌ ‌ ‌ زدند اندران سوگ جامه به نیل
گزشتند از نیل و رفتند باز ‌ ‌ ‌ سر افگنده پیش سکندر فراز
بسیمرغ گفتند از اندوه و تاب ‌ ‌ ‌ ستمگاری ماکیان بر عقاب
سکندر که ملک سلیمانش بود ‌ ‌ ‌ همه مرغ و ماهی بفرمانش بود
عجب ماند ازان سختی خشم و دل ‌ ‌ ‌ که تیر سکندر شد آن جا خجل
در اندیشه شد تا چه سازی کند ‌ ‌ ‌ که با کرگسان چیره بازی کند
اگر باز لشکر فرستد به جنگ ‌ ‌ ‌ روش مشکل ست و گزرگاه تنگ
وگر تن زند تاب چون آورد ‌ ‌ ‌ که مور اژدها را زبون آورد
چو رائیش در دل نیامد درست ‌ ‌ ‌ دران داوری از خضر رای جست
ازان جا که دانائی خضر بود ‌ ‌ ‌ به پرسنده گفت آنچه خواهش نمود
که هر کار دشوار کاید به پیش ‌ ‌ ‌ به آسانی آید بهنجار خویش
عدو گر به نیرو نگردد خراب ‌ ‌ ‌ به نیروی دانش فرو کن در آب
پس پشت کهسار این مرز و بوم ‌ ‌ ‌ کمرهای کوه است و دریای روم
سه فرسنگ باشد سطبری سنگ ‌ ‌ ‌ که یونانیان است در روی زنگ

---

۴ - ق۲: شه سرفراز - ۷ - ق۱: چشم - ۹ - م۲: ز بس

که آن ابنجار بتوان شکست   شود آتش فتنه از آب پست
ز سیلی که بر کوه ریزد توان   شود بر سر کوه کشتی روان
اگر خصم را عمر نوح ست بیش   بطوفان نوح افگند رخت خویش
سکندر که خضر رهش وا نمود   ره چشمه می جست دریا نمود
بفرمود با شد سپه تیز گام   بدنبالهٔ خضر خضرا خرام
کمر بست بر عزم کوه افگنی   بپولاد سختی و خارا کنی
بجای که شد خضر شان رهنمای   کشادند بازوی زور آزمای
بتعلیم رایش بکار آمدند   بسنگ اندر آهن گزار آمدند
ستون وار کوهی که بر ره نیافت   ستونی زد و بی ستونی شگافت
بهر گوشه می تا چو فرهاد چند   بهر تیشه جوئی چو فرهاد کند
بقرب سه مه قلب دارا شکن   دران تنگنا بود خارا شکن
ره سیل کردند زان گونه پست   که چون بشکند باز نتوانش بست
به نزدیک دریا ز کوهی چو ابر   تنک شیشهٔ ماند سنگ سطبر
دران پرده هیزم فرو ریختند   زدند آتش تند و بگریختند
گرفت آتش و راه در خاره کرد   بدامان که پرده را پاره کرد
ز نیروی دریا دران سنگلاخ   ره سیل شد همچو دریا فراخ

۱۱ – ق ا: بقدر سه مه – ۱۲ – م: ره سیل کردند زانگونه رست – ۱۴ – س: وزد

درافتاد سیلاب دریا به کوه / خروشنده شد موجِ دریا ستوه
جهان در جهان موجِ طوفان گرفت / اجل دامنِ فیلسوفان گرفت
نماند اندران غرقِ طوفانیان / نشانے زیونان و یونانیان
حکیمِ کهن بود در دور و پیش / زیونانیان علم او سوده بیش
درین ماجرا راز دانِ کهن / برآبِ دگر ریخت بیرون سخن
که سالے دو صد پیش از آن آبگیر / بیونان نیایش گرے بود پیر
زرختِ جهان خانه پرداخته / زبرگِ گیاہے خورش ساخته
خدا داده ره در حضورِ خودش / برافروخته دل بنورِ خودش
شنیده زغیب آنچه باید شنید / رسیده بجاے که باید رسید
هرآن شیشه کز حکمتش دیده دست / بسنگِ کرامت شکسته درست
درِ خرقِ عادات محکم زده / جنیبهاے معقول را کم زده
حکیمان زحیرانیِ کارِ او / شده معترف بر نمودارِ او
چو هنگامِ آن در رسیدش فراز / سخن گفت با کاروانانِ راز
که چون من بپردازم از خانه جائے / ق / گرایش کنم سوئے دیگر سرائے
چهل رس برآرند جائے بلند / بر و قبۀ چون سپهر ارجمند
درآن قبه سازندم آرام گاه / نجوید کسے سوئے آن خانه راه

۶- م ا: که سالے دو در پیش آن آبگیر - ۱۳- ق و س و م ا: رفتن - ۱۶- دخمه

بیایند زان پس صد و بیست سال | کنند آنچه در خاطر آید سوال
که تا هر یکی را از راه صواب | دهم زانچه پرسیده باشد جواب
دران روز کافتاد دریای روم | بیونان و دریا شد آن مرز بوم
ز دو بیست سال آخرین روز بود | که میعاد آن دانش افروز بود
چو بود این فسانه خبر بر خبر | رسیده بهر کس پدر بر پدر
بهم گشته بودند پیران عهد | بمیعاد مهدی شده سوی مهد
نشسته بپرسش گشاده زبان | ببالین آن خفتهٔ پاسبان
نظر داشته تا دران انتظار | ز پرده چه بیرون دهد پرده دار
طلب می نمودند راز نهان | که طوفان شد از چار سو ناگهان
همه غرق شد گردش از پیش و پس | همان قبه ماند از بلندی و بس
در آن حیرت اندیشهٔ زادشان | که اندر زد دانا شد از یادشان
چو گردید روشن کرامات پیر | که گشت اندران غرقه شان دستگیر
بدل گشت شان سر کارش درست | که آن روز را دیده بود از نخست
چو بود او پناه همه عهد خویش | پناهنده را خواند در مهد خویش
که راهش سوی آشنائی دهد | ز موج هلاکش رهائی دهد
یکی گفت کان وعده کز پیر خاست | اگر راست شد باز جوئیم راست

---

۳ - س: بیونان و در شد در آن مرز بوم - ۸ - م: نند

شناسنده گفتش بگو بیش و کم | که گفت سمان وزد امروز هم
سخن بی شک این بود زان بگرای | که یابی رهائی ز خشم خدای
نه آهسته بود این سخن نزد هوش | که دویست ساله ره آمد بگوش
حدیثی کش آفاق بشنید راست | اگر بشنوی تو غرامت کراست
دهد مرده پند و جهان بشنود | ولی زندهٔ کو که آن بشنود
عزیزان که در خاکِ کوی تواند | بدان خامشی پند گوی تواند
چو آن پند جویان شنیدند پند ق | ز خاموش گویان بهانگِ بلند
فگندند سر تا پی جان کنند | کز آن ژرفِ دریا کناره کنند
چو هنجارِ دیگر نیامد فراز | درِ قبه را پخته کردند باز
چهل مرد بود آن که بر قبه رفت | نشستند از آن جمله بر تخته هفت
تنومندی از دل برآورده تف | بدریا سپردند تن جان بکف
زده دست در آب و افتاده پست | ز خود هر زمان می بشستند دست
از آن هفت تن هم بیکِ موجِ سخت | چهارے دگر ریخت در آب رخت
سه تن ماند با سینهٔ پر فسوس | فلاطون و خرقیل و فرفیلقوس
چو شان آبخور بود باقی هنوز ق | قدح پر نمیداد ساقی هنوز
بصد رنج از آن غوطه گاهِ هلاک | رسیدند یک روز و یک شب بخاک

۱- م: گه گفتش - ۲- م: سخن اینک این بود کین سو گرای - ۶- ق.س.م: غریبان - ۹- ق۱: هنگام
۹- ق.م۲: تخته - ۱۰- م: بنومیدی - ۱۶- س: جرعه گاه

گرفتند ره با دلِ رنج بهر　　فلاطون به ویرانهٔ ایشان بشهر
ازین جمله مردم که فرمان نبرد　　جز آن هرسه تن چارمی جان نبرد
فرو ماندگان در آن ترس و بیم　　نه حکمت بکار آمده نی حکیم
چنان کوه کو تیغ بر مه کشید　　بیک لطمه دریاش در ته کشید
شنیدم که چون کشتی از هر مقام　　بدان آبِ رخشنده یابد خرام
توان دید یک یک عمارت در آب　　بر آنسان که در آبگینه شراب
ز خاصیتِ آن زمین سینها　　تخیّل کند همچو آئینها
بدل کرد اندیشهای پدید　　که اندیشه نتواند آن جا رسید
ز معنی شود سینه صورت پذیر　　ز حکمت در انگیزشش آید ضمیر
ازینها بدریای گردون بس است　　کزو بینشی در دلِ هر کس است
بسی کشتیان کاندرین دو نیل　　نشیننده راشد به حکمت دلیل
چو زین دو دِ خانه فراتر گذشت　　گذشتش ز سر هرچه بر سر گذشت
ز چندان ونده کزین در شتافت　　کسی غورِ طوفانِ او در نه یافت
پس آن به که غوکان درین چاه بن　　نگویند از موجِ دریا سخن
بیا ساقی آن ساغرِ دلگشای　　ق　　که صورت نمای ست و معنی فزای
بده تا دل از وی مصفا کنم　　دو دریای معنی بیک جا کنم

---

۲ ـ س: نه یک هیچ کس جان نبرد ـ ۷ ـ ق. س دم: شود در تخیلِ چو آئینه ها ـ ۱۱ ـ س: کشتها

بیا مطرب آں نائے را کن بدست ‏ کز و ارغنونہائے یونان شکست
چناں غلغلش کن کہ عنقائے روم ‏ ازاں باز گوید بہر مرز و بوم

وصیّت بہ موفقاں کہ در بخشش وفاق یدِ بیضا نمایند و از آرایشِ کاسۂ تخت نغزِ مائدہ سنج آرایند و فروماندگانِ صفِّ نعال عینِ عطلت و غفلت را در صدرِ اوتوا العلم درجات خوانند و از دعوتِ محمّدی نعمت چشانند

چہ والاست دانندگی را سریر ‏ کہ ہر کس نہ گردد برو جائے گیر
بریں پایہ آں کس بر آید بلند ‏ کہ بر تابد از رشتۂ جاں کمند
بکاں کندن آید زر از کانِ تنگ ‏ وزیں کاں بجاں کندن آید بچنگ
کسے دارد از علمِ عالم فراغ ‏ کہ او چوں قلم خورد دودِ چراغ
خردمند کیں سکہ با خویش یافت ‏ بہر دست گہ دستِ خود پیش یافت
ہمایوں کسے باشد از ہوش و رائے ‏ کزیں سایہ میموں شود چوں ہمائے

۲- س ا: بہ ساز نشے - ۲ - م۲: ازاں راغ

اگر زورمندست وگر ناتوان — بود در همه جای حکمش روان
همه کاروانان بد در و نهند — همه گوش بر گفتهٔ او نهند
چو رخشنده شد سینه زین آفتاب — دگر تیرگی را نه بینی بخواب
شناسد که در پرده هاراز چیست — بهفتار غنون فلک ساز چیست
چرا شکل تدویر دارد سپهر — اثر چیست در انجم و ماه و مهر
چرا دارد اختر بیک سو مسیر — چرا عنصرست استحالت پذیر
چرا شد پدر هفت و مادر چهار — چگونه سه فرزند شد آشکار
چو این هر سه زین یک پدر مادرند — چرا این نه مانند یک دیگرند
چرا بهتر از جامد آمد نبات — چرا برتر از هر دو شد ذی حیات
تن آدمی کز جهان برترست — سبب چیست کز همگنان برترست
چرا مردم از بینش نیک و بد — خردمند شد دیگران بے خرد
جماد از چه مُرد و نبات از چه زیست — چرا برق خندید و باران گریست
چگونه است جسم و چه چیزست جان — چرا این برهنه است پوشیده آن
چرا جوهر جان جسد پیشه نیست — سزاوار تقسیم اندیشه نیست
چگونه کنی حد هستی تمام — دو جوهر چه و هست نقطه کدام
مقولات کان نزد[۱۰] ده افزون بود — یکے جوهر و نه عرض چون بود
نیز از [۱۲]

۱۳- سس ا: بہ چگونہ است

چرا جوهر اعلیٰ ز اجناس گشت　　چرا جا نورِ جملہ اجناس گشت
چگونہ است در پنج فرد ارتباط　　چسان ست در چار شکل اختلاط
سخن را چگونہ دهند اختلاص　　در امکانِ عام و در امکانِ خاص
دلالت چسان ست در التزام　　تطابق کدام و تضمّن کدام
دراں حصّہ کز جنسِ خود نوع راست　　نشد فصلِ علّت ز بہرِ چراست
چہ چیز ست علّت کہ عقلِ حکیم　　بدیں حیلہ خواند جہاں را قدیم
کجائیم ما وین صنم خانہ چیست　　نگارندۂ این صنم خانہ کیست
گر این خانہ ما راست رفتن کراست　　وگر زانِ ما نیست بودن کجاست
غریبانِ این رہ کجا میروند　　چرا آمدند و چرا میروند
چسان نیر و این تختۂ خاک را　　کہ روشن کند را زِ افلاک را
چہ روشن دلے باشد اندیشہ سنج　　کزین در کلیدے رساند بہ گنج
در آموزد آن نکتہ کز راہ خودے　　شناسد کم و بیش کالائے خود
چو در خود خرد را شناسندہ ساخت　　خداوند را ہم تواند شناخت
ز ہر دانش آن شد پسندیدہ تر　　کہ تا ز بیمِ یزداں کند دیدہ تر
براہِ خدایت روائی دهد　　ز بندِ غرورت رہائی دهد

٢- چگونہ است در شکل و در اختلاط - ٤ - ق٢: تطالق کدام و تضمّن کدام - ایضاً - م: مطابق کدام
٦- سلیم - ٨ - س٢: چراست - ٩ - م١: کجائیم ١٢ - م، س٢: خویش در ہر دو مصراع ١٤ - س: ہمی

جز این هرچه خوانند ناخوانده به — قلمهاے بیهوده ناراند به

چنان خوان گرت حکمت است آرزو — که حجّت کنی علمِ او هم براو

نه زان گونه کان تیغ گردن زنی — ز دشمن ستانی و بر تن زنی

بخوان هرچه خوانی - ولیکن تمام — که ناپخته نیکوتر از نیم خام

مبین در متاعِ تهی مایگان — که جویند آزارِ همسایگان

بکم مایهٔ ناقص آید به شور — بود قطرهٔ آب طوفانِ مور

بهر نامه حرف از کسے جوی و بس — که با صد هنر بر نیارد نفس

کسے کو بدعوی سخن خواست گفت — مدان راست ار خود همه راست گفت

بسا کس که با جمله معلومِ خویش — زبون آمد از دعویِ شومِ خویش

حکایت فلسفی که اول زنخ زد و آخر بر ریش خود خندید

شنیدم که یونانیِ پرگزاف — همی زد ز دانائیِ خویش لاف

که بالاے گردون و زیرِ زمیں ق — درون و برون و همان و همیں

ز هرچه آشکار است یا در نقاب — بپرسید تا باز گویم جواب

یکے گفت بگذار پست و بلند — خبر ده که موے زنخدانت چند

---

۸ - م۲: بدان خواست - ایضاً - س: همه راست

نیوشنده زاں موئے در سخن | بہ پیچید چوں موے بر خویشتن
دمش باچناں دعوی برترے | بموئے فرو ماند چوں پیکرے
سخنہاے ابتر چہ گوید کسے | کزاں خندہ بر ریش بندید بسے

روان کردن سکندر کوہ بے سنگ را در سنگلاخِ کوہ بطلبِ گوہرِ افلاطون و دریافتن آن گوہر در کمرِ کوہسار و نگینِ دستگاہِ دولتِ خود ساختن و زیرِ دستِ خود نشاندن و از پرتوِ معادنِ الناس کمعادن الذہب والفضّہ دریافتن

شناسندۂ حرفِ دانندگی | چنیں کرد ازیں تختہ خوانندگی
کہ چوں بیروں آمد فلاطون ز آب | ق | تنِ خاکی از موجِ طوفاں خراب
نبودش سرِ یاریِ مردماں | رواں شد سوئے کوہ چوں بیگماں
زہر بوم بر داشت آہنگِ خویش | چو سیمرغ بنشست با سنگِ خویش
دہاں را ز آشام و خور بند کرد | بشاخِ گیا سینہ خرسند کرد

۲- م- ق۲: بنگری - ۱۲- م۱: نکتہ - ۱۳- س۱: کہ آمد چو بیروں - ۱۴- ق: ناگہاں

نیایش گر پردهٔ راز گشت   به باز اندران پرده دمساز گشت
نهانی ز کیش کژ آمد برون   سوی راستی شد دلش رهنمون
چنان گشت کوشنده در بندگی   که شد سرفراز از سرافگندگی
ز شب زنده داری دلش زنده شد   چراغش چو خورشید رخشنده شد
فروغ از درونش برون داد تاب   نماند اختر روشنش در نقاب
همه مردم از سکهٔ کار او   نمودند رغبت بدیدار او
برآمد میان همه خاص و عام   فلاطون حکیم الهیش نام
ز نامش که در شهر و کشور رسید   حکایت بگوش سکندر رسید
سکندر که بد در هنر بیش ازان   خبر داشت از کار او پیش ازان
که از کاردانان نو تا کهن   نیوشنده بود از فلاطون سخن
که بودند نازان بهر مرز و بوم   بشاگردیش فیلسوفان روم
ارسطو کزان گونه داننده بود   هم از لوح او حرف خواننده بود
هوس داشت اسکندر کاردان   بدیدار آن مرد بسیار دان
دلش ماند زین غم بتاب اندرون   که چون گشت حالش به آب اندرون
بیونان نگر چون تباهی رسید   کزان گونه مرغی به ماهی رسید
چو آگاه شد کان خردپیشه مرد   به آبش خور آمد ازان آب خورد

---

۲ ـ س ۲: ـ شده بر دلش راستی رهنمون ـ ۴ ـ م: ـ در هر دو مصراع: گشت بجای شد

هوس کرد کز سکهٔ سنگ و سیم — زند بر محک کیمیاے حکیم
بهمدستی خویش راهش دهد — بهمزانوئی دستگاهش دهد
نهد سنگش اندر ترازوے خود — کند وزنش از زورِ بازوے خود
فرو بُرد از آن جانِ حکمت شناس — نهان خانهٔ حکمتش را قیاس
خیالاتِ خام از سرش کم کند — به بُرهانِ عقلیش ملزم کند
دلش کز هوا تیر نمرد بود — بکیش برهمیش آرد فرود
فرستاد پنهان بلیناس را — که از کان برون آرد الماس را
بفرمانِ فرمان رواے جهان — روان گشت دانا چو کارآگهان
نشان جست و سوے فلاطون شتافت — نشیننده را از نشان باز یافت
پیامِ سکندر بدو گفت باز — که ما راست سویت بدیدن نیاز
سزد گر گرائی بهمانِ ما — ز دانش دهی بهرهٔ جانِ ما
ز اندیشه دادش فلاطون جواب — که ذره ندارد سرِ آفتاب
من اینجا که گشتم ز دل توشه گیر — ز غوغاے عالم شدم گوشه گیر
که تا چون ز دانش گرفتم درے — نکوبم بخواهش درِ دیگرے
چو همت بود بردرم پرده دار — سکندر نیابد درین پرده بار
چو درویش با شاه جوید نشست — عنانش از سلامت بباید گسست

---

۱۴ - س ل :- که تا چون گشایم بدانش درے - ایضاً - م :- که تا چون بدانش گرفتم درے

چو بارِ سلیماں ہوس کرد مور — شود کشتہ در زیرِ پائے ستور
چو گنجشک خواہد کہ بریاں شود — طلبگارِ گندم بسلطاں شود
بشہ گوئی کاے منظرت نور دار — گدا را دریں گوشہ معذور دار
مرا نے نیازِ کم و بیشِ تست — ترا گر نیاز ست رہ پیشِ تست
فرستادہ کوشش فراواں نمود — نیوشندہ را رائے رفتن نبود
بلیناس چوں دید کاں ہوشمند — کند وقتِ خود را بخود ارجمند
بشہ باز شد در جبیں خاک رفت — شنیدہ سخن یک بیک باز گفت
چو شہ رغبتِ دیدنش بیش داشت — ق — دل اندر پئے رغبتِ خویش داشت
سبکبارگی جست و بر داشت راہ — بہ بُرجِ عطارد رواں شد چو ماہ
نہ بود از بزرگاں بدنبال کس — جز از ہوشمنداں تنے چند و بس
سرِ کوہکن سوئے کہسار کرد — بکوہ آمد و رہ سوئے غار کرد
چو در غار شد گرد مرکب رہا — بغار اندروں رفت چوں اژدہا
دراں اژدہا خانہ مار پیچ — بجز مار پیچاں نمی دید ہیچ
بسے اژدہا زیر پا کرد پست — کہ تا یافت بر گنجِ پوشیدہ دست
نگہ کرد در کنجِ آں تنگ نائے — فرشتہ وشی دید مردم نمائے
گلیمے در آوردہ در گردِ دوش — خزیدہ چو روباہِ پشمینہ پوش

---

۶ — ن۲: ز خلق

کسے کنجش اندر سفالینه خُم | کلیدِ زباں در دهاں کرده گم
مبرّا شده دل ز غم خوردنش | مُصفّا شده تن ز کم خوردنش
رگ اندر تنش رو نما از صفا | نماینده چوں رشته در کهربا
ز تابِ درونِ دُر افشانِ اُو | حکایت کناں روے رخشانِ اُو
چو سیماے شه دید برخاست زود | برسمِ بزرگاں تواضع نمود
پس آنگاه گفت از دلِ عذرخواه | دعاے سزاوارِ تعظیمِ شاه
بپرسید کاقبالِ شاهِ جهاں | بریں سو چرا رنجه شد ناگهاں
چه آورد بر صعوه سیمرغ زور | کجا پیل گنجد بسوراخِ مور
بلے نبود از کارِ مهتاب دُور | که ویرانه را افروزد ز نور
جهاندار فرمود کز دیر باز | بدیدارِ تو بود ما را نیاز
بسے آرزو داشت راے بلند | که گردد ز دانائیت بهره مند
کنونم که آں آرزو دست داد | سرِ گنجِ پنهاں بباید کشاد
چو دانست داناے دریا قیاس | که آمد خریدارِ گوهر شناس
بمهماں نوازیش بگرفت دست | نشاندش به تعظیم و خود هم نشست
سخن را ز هر پردهٔ ساز کرد | ز رازِ نهاں پردهٔ را باز کرد
بهر باز پرسی که شه مے نمود | حکیمش باندیشه ره مے نمود

۱- م۱:- بسی - ۳- م۱:- دل اندر تنش رونماش از صفا

نخستش به پرسید کاے گنج راز | ازیں گوشه گیری چه داری نیاز
جهانے پُر از آرزو در ضمیر | بهشتے گیا چوں شدی خوذپذیر
چو گیتی پُر از بانگ و آوائے است | چنیں تنگ غارے چه ماوائے است
سبب چیست دست از جهاں داشتن | جهانے بگنجے نهاں داشتن
کند دیدهٔ عقلِ بیننده کور | بگور اندروں زنده رفتن چو مور
بداں چه آدمی را نوائے خوش است | نشاطے و خوردے و جائے خوش است
چو زینها کسے بهره مندی نه برد | چه فرق ست از و تا بداں کس که مُرد
نگیرد چو در بوم آباد جاے | نه سیمرغ کار آید و نے همائے
چو مُرغانِ ده یاد کن خانه را | رها کن پئے بوم ویرانه را
سزد گر سوے مهدی آئی ز مهد | کنی هُدهدی با سلیمانِ عهد
بروں آئے ازیں غار چوں اژدها | دگر غار گنج ست هم کن رها
گرت دل بریں گفته گیرد قرار | که بخرامی از غار با یارِ غار
بدستوریِ خویش دستت دهم | بهمدستیِ خود نشستت دهم
ارسطو که جز رائے والاش نیست | تو همتاش باشی که همتاش نیست
بسم آرزو بود کاندر نشست | نشانم دو دستور را در دو دست
کنونم که آں آرزو دست داد | مده آرزو را ز دستم بباد

---

۳ ـ ق۱ : ازنام ـ ۹ ـ س۱ : مُرغانِ خوش ـ ایضاً ـ س۲ : پس این

فلاطون چو بشنید گفتارِ شاه — فرو شد بکارِ خود از کارِ شاه
برون داد پاسخ بشرمندگی — که ای از تو آفاق را زندگی
از آن جا که رسمِ جهانداری است — جهان را هم از چو تو غمخواری است
کسی کو غمِ جمله عالم خورد — ز تیمارِ یک تن کجا غم خورد
گرم از نوازش کنی سرفراز — عجب نیست زان خلقِ کهتر نواز
توانم که من نیز از اقبالِ شاه — بگردونِ گردان رسانم کلاه
زهی دولتِ ذره کز تفّ و تاب — رود پایه کوبان سوی آفتاب
چو حربا بخورشید بیند ز دور — گر آن چشمه باید شود غرقِ نور
ولی گشت با غم خزان یافته — که دیو رشد از وی عنان تافته
درختی که بی آب شد رودِ او — دهن خوش نگردد ز امرودِ او
چو کالا کهن شد چه جویم سپاس — که نرزد چیزی نزدِ کالاشناس
نماند آن شگوفه به گلزارِ من — که آید بدان بو خریدارِ من
چه جنبانی آن نخل بن را بزور — که شد خارِ او تیر و خرماش گور
چو شاخِ تهی را کنی سنگسار — زبالا همان سنگ بارد نه بار
نگویم بدستوریم شاد کن — که دستوریم بخش و آزاد کن
سرم در سلام آمد از جای خویش — بجز خیر بادم چه مانده است پیش
شبم روز شد روزِ من شب کنون — عنان چون سپارم بمرکب کنون

شب از خانه بیرون نرفته ست کس — کسی کو رود دزد شد یا عسس

نه شب دزد را روز رهواری ست — نه شب کور را راهِ شب کاری ست

ز پرواز کاهل شد این مُرغِ پیر — ازاں گشت چوں شپرک گوشه گیر

بود شپرک نے کبوتر بود — که پرّنده خوانی و بے پر بود

چو بیدست و پا شد تنِ دیرپاے — چه بیهوده خود را نهم دست و پاے

ببیں مار کز کوشش آید برنج — نه بیدست و پائی دود سوے گنج

نه مَرد اژدها باشد آں کز نورد — کشد دست و پا چوں شود سال خورد

هماں کِرم کز گوشها می خزد — ز بسیاریِ دست و پا می خزد

مرا گاه آن ست ازیں جویبار — که در خود کشم دست و پا همچو مار

نه غولم که از شوخی و چشمِ باز — کنم دست و پا بر هر آبے دراز

پشیمانم از هر چه زیں پیش رفت — که کارے نه بر واجبِ خویش رفت

کنونم که هنگامِ عذر آوری ست — هماں پیشه گیرم نه از داوری ست

بکارِ جهاں چاره چنداں خوش ست — که از لذّتِ عیش دنداں خوش ست

حواصل نگر جمله کام و شکم — که بے رنجِ دنداں کنم فلتقم

چو بیکار شد معده ز آشام و خورد — چه باید هوسهاے بیهوده کرد

بهنجار باید دو تن لقمه گیر — یکے خورد خود و دگر پیر پیر

چو شکم ولایت بکافور داد — ز طبعت کنوں نافه نتواں کشاد

---

۹ - ق ۲: نافه دار - ۱۷ - ق ۲: زطیبت

چه فرمائی آشوبِ عالم مرا | چه بر دل نهی عالمِ غم مرا
دلی را که گشت آشنای نیاز | چه خوانی درین شهرِ بیگانه باز
بسی کرده ام بیزش این خاک را | برش نیست جز خار و خاشاک را
مبین گل که حالی دهد بوی مشک | که روزِ دگر کاه برگیست خشک
بران سبزه کو خوشتر اندر بهار | چو بینی خسی باشد انجامِ کار
کدام ست کو رزقِ عالم نخورد | ازین چند روزه بقا دم نخورد
ز دم خوردن آن کس که دلشاد ماند | دهن خالی و سینه پُر باد ماند
اگرچه دمش من هم افزون خورم | ولیکن چو دریافتم غم خورم
چو بشناختم راز گردون تمام | بدین پختگی چون شوم باز خام
شرابش کم از دل فراموش باد | مرا تلخ شد شاه را نوش باد
سکندر که با دانشش داوریست | خبر داشت کانچه او بر دلِ دیست
نشد سخت گیرش بکاری که داشت | زبان نرم کرد از شماری که داشت
بدو گفت کاری ز رای بلند | توقع همین باشد از هوشمند
ولیکن مرادِ من این بود و بس | که یکچند با تو برآرم نفس
ز دانائیت بهره پُر بر برم | ز دریا صدف وز صدف دُر برم
چو تو داشتی صحبت از ما دریغ | تواضع ز تو نیست ما را دریغ
گر از زحمتِ ما نیائی ستوه | کنون پنجه ما و دامانِ کوه

نه آن پادشاهم من از کبر و جاه | که تعظیمِ دانا ندارم نگاه
کسی کو خرد را بود جوهری | به بیند در اکلیلِ اسکندری
به از ملکِ من دانشت در ستیز | که این عاریت باشد آن خانه خیز
نکو رد که زیور نه بندد بدوش | بسی بهتر از زشت پیرایه پوش
کسی کش بگنجِ خرد ره بود | اگر گنجِ زر جوید ابله بود
دلت کو بهر نکته گنج افگنی ست | چه محتاجِ گنجینهٔ چون منی ست
ترا چون جهانی ست در دل نهان | کجا سر در آری بشغلِ جهان
چنانی بفرهنگِ خود سرفراز | که در دولتِ ما نداری نیاز
نیازِ تو گر تافت از ما زمام | تو هست ما را نیازِ تمام
به بین پایه چون داد اختر بتو | که محتاج باشد سکندر بتو
سزد گر درونِ چو دریا و میغ | ز تشنه نداری زلالی دریغ
دلم را ز نزلی که بر خوانِ تست | بده گرچه ناخوانده مهمانِ تست
در آموز آن نکته زاندرز و پند | که اینجا و آن جا بود سودمند
در آیینِ ملکم روائی دهد | در انجامِ کارم رهائی دهد
نهادست تاجِ مبارک مرا | همه بارِ عالم به تارک مرا
رهم پیش بارِ گران بر سرم | بگو کین گرانی بسر چون برم

---

۱۴ اسس: به حکم

طریقے نما از خبر داشتن — که تو انم ایں بار بر داشتن
بخشنودیِ کردگارم در آر — که خشنود باد از تو هم کردگار
حکیم از چناں خواهشِ زیرکال — بروں جست دشمن چو تیر از کماں
بپوزش گری گفت کاے کدخدا — ترا راست گویم به فرهنگ و راے
همه خسرواں را بمیلِ ضمیر — سخن خوش نیاید مگر دادگیر
بگیتی تو آں بادشاهی و بس — که خشنودیِ خلق خواهی و بس
نگر تا چساں فرخ آئیں بود — کسے کآرزوے دلش ایں بود
چو ایں در تو بے گفتِ کس میزنی — بگفتن چه محتاجِ پندِ منی
ترا نامهٔ کاردانی بجیب — ز تلقینِ اقبال و توفیقِ غیب
به آموزیت گر سرِ سوزنی ست — چه اندازهٔ دانشِ چوں منی ست
مه از نور اگرچند شد بی فراغ — نه از کرمِ شب تاب خواهد چراغ
چو خورشید تاب از سُها وام خواست — اگر صبح بر روے بخندد رواست
دلے مهتراں را که میلِ کسے ست — به کهتر نوازی بهانه بسے ست
مرا هم چو فرمانِ شه بردنی ست — نهم بار گردن که آں کردنی ست
اگر مایه کم دارم و گر شگرف — کشم قطرهٔ پیشِ دریاے ژرف
دمے رنجه کن سوے گوینده گوش — نکو خاص فرماے و بد را بپوش

---

۲ - م۲ ب: که خوشنود باد - ۱۴ - س۱ ب: مرا چونکه فرمانِ شه بردنی ست - ۱۶ - د م۲: زنده کن

زمام دادنِ فلاطون ناقهٔ معقول را از زیرِ دستِ محملهای استوارِ عقلی و سکندر را ریاضتِ مغازهٔ تجارب تعلیم کردن

نخست آن چه فرض ست بر شهریار — همان شد کز ایزد بود ترس کار
بهر شادمانی و تیمارها — به یزدان حوالت کند کارها
چو تیری زند جانِ بدکیش را — به بیند توانائیِ خویش را
دگر خورد زخمی بر و نیز ظن — ز ناوک رسائی به ناوک فگن
در آن حضرت از راهِ دانندگی — کند چون دگر بندگان بندگی
به نیرنگِ این پنج روزه خیال — که نادان نهد نامِ او ملک و مال
نیندازد اندر سر آن باد را — که زد لطمهٔ فرعون و شدّاد را
نه شاهی ست کز ماه تا ماهی ست — درِ بندگی زن که آن شاهی ست
ز ملکِ خدا داد دل شاد کن — ز مادر چه آوردهٔ یاد کن
چو دادت خدا آن چه داری بدست — خدا را پرست و مشو خود پرست
چو دانی که ایزد پرستی ست کار — نظر سوی ایزد پرستان گمار

---

۹ - س ل: به جاه

هر کار را زان کس طلب یاوری　　که دارد نهان با خدا داوری

توئی گرچه شاهنشه روم و زنگ　　مگر تا نداری ز درویش ننگ

که گرچه او چو گل زنده پیراهن ست　　ولی بوی او از دگر گلشن ست

در آن بزم شاهان چه معنی بود　　که پوشش ز مُردار دینی بود

شهی کش ولایت همه عالم ست　　ز درویش صاحب ولایت کم ست

بسا پشم پوشی که اندر جهان　　جهانی ست در زیر پوشش نهان

هر آن نافه کافزون بود بوی او　　چو آهو بود چرم آهو برد

مبین چتر شه کان برای شه است　　گزو بوریای گدائی به است

نه آن ست درویش مرد خدای　　که هر درم پیش شه شد بپای

بسیلیش پشمینه بر کش ز دوش　　که پوشیده دزدی ست پشمینه پوش

مبین کان گلیم ست تن پوش او　　که آن دام مال ست بر دوش او

چو دامی که برداشت ماهی فروش　　ز بهر درمهای ماهی بدوش

هم از دام ماهی دل این نکته بیخت　　چو ماهی که برداشت آتش بریخت

فقیری که نان از در شاه جست　　بباید ز آب خودش دست شست

بهشتی بود شاه درویش خواه　　کنشتی ست درویش در کوی شاه

مدد زان گدا جوی در نیک و بد　　که از پادشاهان نجوید مدد

از آن دیگ نوشت فراموش باد　　که تو میخوری او کند نوش باد

کسے کو بمی حسدِ شاہاں کند — نہ اندیشۂ نیک خواہاں کند
فریبندہ دزدے بود رخنہ جوے — کہ افیوں دہد پاسباں را بگوے
کسے کو خود از شربِ می شد خراب — ازو کے عمارت شود خاک و آب
زہی دورِ شاہنشۂ روم و رے — کہ عالم درو غرق۔ او غرقِ مے
بود بر ملک تکیۂ ہر کہ ہست — ستوں چوں بیفتد شود خانہ پست
کسے کز خود آگہ نباشد دمش — چہ آگاہی از جملۂ عالمش
جہاں گرچہ خالی ست از دشمناں — مدہ تا توانی بعشرت عناں
ہوس را گدائی کسے را کم ست — ہوسناکِ شاہی ہمہ عالم ست
چو از می سرِ خواجہ شد در سلام — کند بندگی خیر باد از غلام
چو سیل آمد و برد فرزانہ را — عمارت کند دیگرے خانہ را
نگویم کہ خمخانہ را بند کن — بہ ناں پارۂ معدہ خرسند کن
کس ایں خود نگوید بشاہِ جہاں — کہ مطلق بشو زیں حلاوت دہاں
ولیکن چناں خور گرت در خورد — کہ تو مے خوری نے ترا مے خورد
چو در جانش جا سازی از دستِ خود — مشو مستِ او بل کنش مستِ خود
چناں بادہ خور کز زبر دستیت — بہ از ہوشیاری بود مستیت
بود می زبر دستِ پیر و جواں — تو بر وے زبر دست شو گر تواں

۶- ق دم ا بنہ شد

چو شد کارفرمای ما رای تو — چرا می بود کارفرمای تو
مئی خور که بخشی ز رو بارگی — نه آن می کت آرد بخونخوارگی
باندازه خور می که کار آیدت — نه چندان که فردا خمار آیدت
بخور گر بمردی عنانت کشد — رها کن چو دل بر زیانت کشد
شکم را سپار آب حیوان بشست — ولیکن مریز آب حیوان ز پشت
نه دولابی از جنبش بی سکون — که بستانی و باز ریزی برون
نگر کانچه دولاب در جوی ریخت — کز این سو برآورد زان سو بریخت
چو هر جا که مردی پرستار تست — تو زن را پرستی زهی رای سست
سری بایدت تن بخونابه کن — زره بستر و تیغ همخوابه کن
چو خواب آیدت بر سر تخت خود — بیاموز بیداری از بخت خود
تو بیدار باش آشکار و نهان — که از پاست آباد خسپد جهان
مکن هرچه عالم خورد غم ز تو — تو در خواب بیدار عالم ز تو
چو شب را از دشمن یکی صد بود — کند خواب خوش دشمن خود بود
چو بیداری دشمن از راه خاست — تو نیز ار زمانی بخسپی رواست
چنان خسپ در دز که خسپی بسی — که خواب پریشان نه بیند کسی
بخسپ و بخواب جوانی مخسپ — دگر خود توان تا توانی مخسپ

---

۱۶ - م۲: دگر خود توانی تو هرگز مخسپ

حکیم آن سخن را نه برهرزه گفت | که شد فتنه بیدار چون شاه خفت

اگر شحنهٔ شهر خسپد خراب | بیک گوشمالش برآور ز خواب

وگر سگ نکو پاسبانی کند | شکم پر کنش تا شبانی کند

بزم آن که مست است هشیار کن | طرب با حریفان بیدار کن

دلیران بوند ارچه ز اندازه بیش | مکن دور دانندگان را ز خویش

چو خواهی که کم گردی اندیشمند | ز اندیشهٔ زیرکان گیر پند

چو پیش آید اندیشهٔ کارزار | بر اهل اندیشه اش پیش دار

به پرتاب داری رسد زخم تیر | بود تیر اندیشه آفاق گیر

بدانسان شو از کینه در کینه خواه | که نی تیغ رنجه شود نی سپاه

بمشت اندرون تیغ را جای کن | ولی رای را کارفرمای کن

ز آئینهٔ رای بینی جمال | در آئینهٔ تیغ نبود خیال

مکش سر ز رائی که بخرد زند | که پیل حرون بر صف خود زند

ورت دل ز یزدان بود زورمند | نه ای نیز محتاج رای بلند

توکل ز پیش است و لشکر ز پس | فرس زیر و نیزه بدنبال بس

علم خسروان را اگر از پس بود | علم در پس شیر دم بس بود

چو قادر شدی چیره را ریز خون | مزن دشنه بر بستگان زبون

مده تیغ را بر سیاست زبان | که آهسته باید بخون مرزبان

بجان این مثل زندگانی دہ است   کہ جان بخشی از جان ستانی بہ است
چو فیروزیت باید اندر مصاف   بکن گردِ خرگاہِ دلہا طواف
برآر از رہِ لطف گردِ ہمہ   باندازۂ کار گرد ہمہ
بہ تیمارِ خدمتگران کن بسیچ   ز بد خدمتان نیز دامن مپیچ
اگر مردِ بیدار پروردنی ست   گران خوابہ انیز غمخوردنی ست
سپہدار باید خداوندِ تخت   کہ بی برگ برکندہ باشد درخت
شہی کو نداند سپہ پروری   فرو افتد از پایۂ سروری
ز لشکر بود زورِ شاہنشہاں   کہ یک تن بہ تنہا نگیرد جہاں
مشو سخت گیر از خدا دادہ   کہ گردد غلامِ تو آزادہ
بمردی کند خدمتت بندہ وار   ولی رایگاں جاں دہد وقتِ کار
شنیدم کہ از کار پرداختن   کم آرام دارد شہ از تاختن
چو لشکر ز فرمانِ شہ یافت زور   ق   رود گرچہ بگیر بسوراخِ مور
ولی این ندانی کہ در اتفاق   نہ زیباست تکلیفِ ما لا یطاق
شنا بندہ راہست آخر ستاد   کہ خاک ست فرزندِ آدم نہ باد
ترا باد پایاں ز اندازہ بیش   بیندیش از آں لاشہ پشت ریش
ترا بارگاہِ بریشم طناب   خبر نہ از آں سوزشِ آفتاب

۸- ق ل ب- ز تنہا نگیرد - ۱۱- کم آرام گیرد سر از باختن

ترا توشه داں پُر ز حلواے تر　　نظر کن بہ بے توشۂ راہ بر
چو گنجینۂ صد ولایت تراست　　ہنوزت دویدن زبہرِ چراست
نہ رنجی کہ بر سینہ بار آیدت　　باندازۂ کن کہ کار آیدت
کسے رنج در حاصلے چوں برد　　کہ از رنجِ او دیگرے برخورد
خوش آں کیں ورق را چنیں داد پیچ　　کہ نگزاشت از بہرِ بیگانہ ہیچ
جہاں چوں خیالے ست آئینہ بست　　کہ بنماید اما نیاید بدست
اگر بادشا کامِ عالم گرفت　ق　وگر بے نوا بہرۂ کم گرفت
چو از بہرِ فرزانہ بردند ساز　　جہاں دیدہ نادیدہ گشتند باز
یکے خورد در خواب نان و کباب　　یکے را نیامد خود از فاقہ خواب
چو طبع از دروں راحت افزا بود　　شب ہر دو را فاقہ برجا بود
چو در خواب ساغر خورد بادہ خوار　　اگر مستیش نیست باشد خمار
متاعِ جہان ست بادِ رواں　　گرہ بر زدن باد را چوں تواں

حکایت مستے کہ از انبان لشت باد حاصل کرد و بباد داد

شنیدم یکے را ز اہلِ نشست　　کہ بادے ز زندانِ نوشندہ جست

۱- ق ۲: - باربر - ۳- م. ق ۱: - زرنجے کہ - ۱۰- م. ق ۱: - آتش

بخندید دزدیده رندی چو برق — بخوے شد نشیننده چون اغرق
بترسید ازاں رندِ هنگامه جوے — کفے بست و دادش که با کس مگوے
ستد رند و دادش بباد شمال — رساننده گفتش چه بود ایں خیال
جوابے بصد شوخیش باز داد — که باد آمد و دادمش هم بباد
هر آں کس کزیں حجره با زر رفت — تہی آمد و هم تہی باز رفت
چه باید گرفت از نشیب و فراز — که می باید آں را رہا کرد باز
چو خورشید باید جہاں گیر و داشت — که هر روز بگرفت و هر شب گزاشت
مگس هم نشیند به پشتِ کلنگ — و لے کی چو شاهینش دارد بچنگ
چه پیچی دریں چار گوشه سراے — که جز چار گز را نه کدخداے
چو یک مشتِ خاک آدمی را عطاست — زمیں جمله در مشت جوید خطاست
که دارد چناں دستگاهِ فراخ — که در مشتِ او گنجد ایں سنگلاخ
کساں کاندریں کوے ره داشتند — فراواں گرفتند و بگزاشتند
چو زیں جا نه بردند آں جا بہی — گزشتند ازیں جا و آں جا تہی
بسیماے تست آں نمودارِ بخت — کزیں هر دو بستاں برآری درخت
چو ایں را سراسر گرفتی به عهد — کنوں گوش کاں نیز گیری بجہد
چو در دخمهٔ خاک جا کردنی ست — رہا کن رہے کاں رہا کردنی ست

۲— س۱: بخندید — ۱۰— س۲: خوهد

رهی پیش گیر از خرد پیش از آن　　که دریابی آزادیِ خویش از آن
چو جان نیست با جانستان زورمند　　ازین شور و غوغای بیهوده چند
چو یکدم همه باد و دمها کمست　　چرا این همه باد از آن یکدمست
بسا غرّهٔ کز مردن ایمن نشست　　که تا چشم برهم زنی دیده بست
اگر تاجداری و گر سرفراز　　بتاج و سرِ خویش چندین مناز
که یک صدمه زین باغِ نیلوفری　　رباید سر و تاجِ سربرسری
چو دانی که حربِ فلک کردنیست　　کله کژ منه چون قفا خوردنیست
جهان خور غمِ زندگانی مخور　　فریبِ جهان تا توانی مخور
نشاید بدین ملک خرسند بود　　ببین تا چو تو در جهان چند بود
چه نازی بدان تختِ شاهنشهی　　که از تاجور خواست ماند تهی
چو هست آدمی رهگذر در مغاک　　چه اسکندر و چه یکی مشتِ خاک
نگر دورِ گردونت از یاد برد　　که تختِ سلیمان چسان باد بُرد
شنیدستی آخر که بهرامِ گور　　بدنبالهٔ گور شد چون بگور
نخواندی که کیخسروِ تاجدار　　چسان رفت در غار بی یارِ غار
بکاوس کو بر فلک شد ببین　　فلک بین کز آنجاش زد بر زمین
بضحاک بین تا چه حرمان رسید　　که از کامِ ماران بکرمان رسید

---

۱۰ - ق۲: ماندن - ۱۳ - چون شد

چه خسپی دریں خانهٔ فتنه سنج ‏ ‏ که دزد آشکارا فرستد به گنج
زهی دزد کز تیغِ جاری زباں ‏ ‏ سر شحنه زد و شهر با پاسباں
توان نقب هر خانه دیدن بسے ‏ ‏ ولی نقب زن را نه بیند کسے
ازاں دزدِ ایں خانه منظور نیست ‏ ‏ که در چشمِ خلق از خرد نور نیست
کسے کز خرد هست بینای کار ‏ ‏ نهانی همیں بیندش آشکار
تو گر یابی ایں بینش اندر نهاں ‏ ‏ دگر دل نه بندی بکارِ جهاں
نیفتی چو طفلاں دریں کهنه دیگ ‏ ‏ که ماند از پسِ مردماں مرده ریگ
زمیں هر چه داری بداں دل نهی ‏ ‏ نه هر روز رختے بمنزل نهی
بملک ایں قدر ضبط باید نهاں ‏ ‏ که آگه بوی زو چو کار آگهاں
چو یک خانه را کس نداند شمار ‏ ‏ چه باید زدن پنجه بر هر دیار
جهانگیری ارچه جهاں خواری ست ‏ ‏ ولی پادشاهی جهانداری ست
جهانگیر همچوں جهاں دار نیست ‏ ‏ کماں کش مخواں چوں کماں دار نیست
همیں فرق شد در دو صاحب کلاه ‏ ‏ که ایں پهلواں ست و آں پادشاه
نه آساں ست بر تخت ره داشتن ‏ ‏ جهاں را بیک تن نگه داشتن
ز شاه ارچه نعمت پیاپے بود ‏ ‏ به از ایمنی نعمتے کے بود
چو خورد از بزرگاں ندارد اماں ‏ ‏ رعیت هماں ست و سلطاں هماں

۷- ق۱:- مردگاں

اگر سایه بان سایه ندهد بسے / چرا زیر دستش نشیند کسے
ازان خیمهٔ پاره بگسل طناب / که نبود پنه ز ابر و از آفتاب
گر امروز موئے ز ایوان تست / بحشر حسابش ز دیوان تست
چو از شرق تا غرب فرمان تراست / به بین عهد چند حیوان تراست
نه از هوشمندی ست فرزانه را / میانجی شدن نزل بیگانه را
چو مرد آید از بار یک تن زبون / ز بار جهانے کے آید برون
پس آن به که در حجر و بر داشتن / بواجب بود بار بر داشتن
گر امروز نه بود ز فردا هراس / چه نیکوتر از دولت بی قیاس
چه آزاد مرغی که از بیش و کم / خورنده ندارد بجز یک شکم
شنیدم همه جانور کز زمی ست / به پرسش نه در عهد چون آدمی ست
دد و دام کافزون و کم می دوند / بجز دوری یک شکم می دوند
ندارد بجز آدمی این شمار / که یک تن دهد طعمهٔ صد هزار
اگر گرم خیز ست و گر خفته خیز / کس از نیم نانے ندارد گریز
چو شاهی کسے را بدوران خویش / مخسپان شکم خالی از نان خویش
بکن شکر آن را که در روزگار / تو لقمه دهی و جهان لقمه خوار
بواجب چنان ده قرار حشم / که افزون دهی زانچه گفتن نه کم
کسے را که دولت دهد پایه / به از راستی نیست پیرایه

شه آن به که از راستی دم زند　　که کس نانش از راستان کم زند

چو دریای جوشنده گرد سراب　　خورد تشنه از دیدهٔ خویش آب

دمِ صبحِ کاذب بود زود میر　　ولی صبحِ صادق شد آفاق گیر

اگر سکه قلب شد خانگی　　بدلها نهد مهرِ بیگانگی

ز بهرِ زبردست باشد غرور　　بزور ار نمائیش ماری بزور

چو این فتنه با زیردستان کنی　　چرا دعوی پوردستان کنی

بهر پایه ده راستان را توان　　کجک نه به پیشانیِ کژدمان

مکن جز نژاده بشغل ارجمند　　که تا در نیاید بدولت گزند

چو خس را در افگند در دیده کس　　ز خود بایدش گریه دفع ز خس

چو کردی کسی را بخود راه ده　　بیندیش و بنمایش آنگاه ده

کسی کن زبردست بر زیردست　　که در زیردستان نیارد شکست

اگر سنگ بر سینه دارد ستیز　　بسندانِ آهن کنش ریز ریز

در آهن کند سنگ را پست و نرم　　بسختیش را بانگشتِ گرم

عوان چون رشه عاملِ برزن ست　　فغان نی ز نشتر ز نشتر زن ست

چو سگ در رمه گشت بزغاله گیر　　شبان گو بسگ زن نه بر گرگ تیر

چو خون ریزِ خلق از سپاهان بود　　دیت بر سرِ پادشاهان بود

۱- س ۲ : بانگ بر - ۵- م ۲ : آزمایش - ۷- م ۲ : کژروان - ۱۰- م ۱ : خود - ۱۲- س دم : تیشه

مکن کد خداوندِ سلطاں فریب ۔۔۔ که مالِ او بہ دبر تو باشد حسیب
نهادے که ماند ز خونخوارگاں ۔۔۔ بود دست بر دستِ ہرکارگاں
بانصاف نہ سکّہ دادها ۔۔۔ ستم را بنید از بنیاد ها
چہ رانی ز دادِ فریدوں سخن ۔۔۔ تو نو باش گر شد فریدوں کہن
چہ تازه کنی نوبتِ پیش را ۔۔۔ بده تازگی نوبتِ خویش را
بزرگاں که داد دهش داشتند ۔۔۔ نبُردند بهرِ تو بگزاشتند
چناں نه تو ایں رسمِ پایندگاں ۔۔۔ که بگزاری از بهرِ آیندگاں
بعهدِ خود آں نغز به کایستی ۔۔۔ که در عهدهٔ دیگراں نیستی
ترا باید از باغِ خود بار جست ۔۔۔ دو جو بر تو کز کشتِ دهقاں برست
چناں باش کائینِ تو در جهاں ۔۔۔ شود سبقِ تعلیمِ شاهنشهاں
شہے کو شد از رسمِ تو مایه گیر ۔۔۔ بمعنے تو باشی نه او بر سریر
چو باشد بدورانِ او دادِ تو ۔۔۔ کند خلقے از دادِ او یادِ تو
چو حرف از تو بنید در شانِ او ۔۔۔ دعاے تو گوید نے زانِ او
منه بر بدی کارها را اساس ۔۔۔ که کس گاهِ نفریں نگوید سپاس
کسے کو بزرگ ست کارش بزرگ ۔۔۔ بہر پایه باشد شمارش بزرگ
یکے مردکش صد هزار ست کار ۔۔۔ یکے صد بود بلکه خود صد هزار

---

۶ - ق و م۲ : بر داور ره داشتند - ایضاً - م۲ : نگردند - ۹ - ق و م۱ : میوه جست
۵ - م۱ : ترا باید از [illegible] خود [illegible] کشته - ایضاً م۲ : [illegible]

چو هر جا رسد کارِ هنجارِ او جهان پر شود لابُد از کارِ اُو
گر او بد کند همگنان بد کنند ولی نیکی آرد یکے صد کنند
پس آں به که فرمانده از جهدِ خود کند خوے خوش زیورِ عهدِ خود
به قانونِ بد۔ بد شود حالِ دهر که آئینِ شاه است دستورِ شهر
چو در قالبِ کژ گزارند سیم نمودارِ پیکر نخیزد سلیم
شناسنده باید خداوندِ تاج که تاراج را نام ننهد خراج
مبیں گر ستم خیزدت عزه بیش که نتواں بره خورد چوں مردمیش
چو کردی درخت از پئے میوه پست جز آں میوه دیگر نیاید بدست
یکے را ازاں کردیزداں بلند که باشند از و دیگراں بے گزند
چو او خود کند کارِ دشمن بسے زبیدادِ دشمن چه نالد کسے
اگر باغباں تیشه دارد چو برق ازاں باغباں تا تبرزن چه فرق
ملک به که باشد نیاز و نیاز زبردست سوز و فرودست ساز
سراں حمله در جاے عالی برند خراں تاختن در حوالی برند
چو بر پیل نه توانی آورد زور چه باید لگد کوفت بر پشتِ مور
نه مردی بود۔ نقبِ خانه کناں بمالِ یتیمان و بیوه زناں
چو شیر از توانائی آید فرود به نخچیرِ غوکاں رُود سوے رود

---

۲ - م۲ : دگر

چو شد جرّہ را چشمِ ہمّت بخواب | بموشاں کند از کلنگاں شتاب
چو شاہیں بصیدِ ملخ زد پرے | نہ او سیر گردد نہ زو دیگرے
مپیچ از ستم دستِ بیچارگاں | ستم کن ولی بر ستمگارگاں
بروں کن ز پائے کسے خارِ خویش | کہ نتواندت گفتن آزارِ خویش
حذر کن ز تیرے کہ آں بد زنی | بغیرے کشائی و بر خود زنی
گر از آہنیں قلعہ داری پناہ | مباش ایمن از ناوکِ دادخواہ
ستمکش کہ دستے برآرد بشور | عناں بگسلد آسماں از بدر
ملک از خزینے کہ زیبا بود | نکوتر دعائے رعایا بود
چو ہر جا رسد راحت از سوئے او | ہمہ خلق گردد دعا گوئے او
چو زینگونہ در سینہا یافت جاے | شود تاجِ شاہی برو دیر پاے
نماند در ملک و دولت دراز | مگر زورمندانِ عاجز نواز

حکایت مورے کہ از سلیمان دستگاہ یافتہ

شنیدم کہ روزے سلیمان گذشت | سوارہ بسوراخِ مورے گزشت
فرس تا نہد بر سرِ مور پاے | فرود آمد و برگرفتش ز جاے
برآورد آں بے زباں را بدست | شد از رخش و بر تختِ شاہی نشست
بپرسش برآں خوردہ شد خوردہ بند | کہ چوں بینی ایں تختگاہِ بلند

بدانندگی داد مورش جواب　　　که ای ذره را برده بر آفتاب
اگر تختِ والا قدم جای تست　　　مرا جای بر دستِ والای تست
سزد گر کنی خود بدانش نگاه　　　که من برترم یا تو در دستگاه
رعیت که بر داد گر بارِ اوست　　　چه آسودگیها که در کارِ اوست
ز چندین نصیحت که راندم نفس　　　خلاصه همین یک دو حرفست و بس
بر آنگونه کن هر چه کارت بود　　　که خشنودیِ کردگارت بود
که ایزد جهان چون بدستت سپرد　　　بداند جهان کین نه کاریست خرد
چنان این زمان از خدا شرم دار　　　که فردا نمانی از و شرمسار
سکندر چو بشنید گفتارِ پیر　　　رقم کرد یک یک به لوحِ ضمیر
بسی آفرین کرد و بوسیده دست　　ق　پس آنگه بدو گفت کای حق پرست
ز نزلی که دادی بمهمانِ خویش　　　دل و جانش کردی گروگانِ خویش
کنون چون توان داشتن دل صبور　　　که از دولتِ چون تو مانیم دور
نواله نه بایست دادن بکام　　　چو دادی کنون سیر گردان تمام
نشاید بمیخواره دادن شراب　　　چو دادیش بُرده که گردد خراب
جگر تشنه را که دریا کش است　　　چو قطره دهی شعلهٔ آتش است
ز یزدان خود آن سرمه داری بچشم　　　که خاشاکِ ما را نیاری بچشم

۲ - سل ۱: اگر تخت بالا. ۱۰ - سل ۲: پس آن گاه گفتش که ای حق پرست. ۱۶ - ق ۱: تو خود ز ایزد

ولے رائے ما کارزومندِ تست — بدیں آرزو کے کند پنجه سست
ازیں سو که ما کامراں آمدیم — طلبگارِ گوهر بکاں آمدیم
چو دیدیم گوهر نه جائے نشست — که آساں تواں آوریدن بدست
وز آهنگ سوے تو هر دم کنیم — ترا وقتِ آسوده درهم کنیم
خود آموزگاری که در برجِ نور — عطارد نباشد ز خورشید دور
خردمند چوں خواهشِ شاه دید — ز خواهنده دوری نه از راه دید
فراوانش بستود آں گاه گفت — ق — که اے شاهِ بی جفت و با داد جفت
دلت جز بفرخنده فالی مباد — جهاں هیچ گاه از تو خالی مباد
کجا چوں تو شاهی بود در قیاس — که دانا تواں گفت و دانا شناس
نه من زاں شدم از جهاں گوشه گیر — که تنها ز یزداں شوم توشه گیر
کسے کو دهد دادِ طلعت بکوه — بصحرا ز دادن نیاید ستوه
ولے هست همچوں هراسندگاں — ق — گریزِ من از ناشناسندگاں
نرنجم من ار عالمے پر خرست — مگر زاں خرے کادمی پیکرست
مزاجِ سگاں را نگیرند نغز — که نزدیکِ شاں استخواں به ز مغز
چو گوهر نه بر آدمی سر بود — هماں سنگے از آدمی به بود
من اینجا بداں کرده بودم پناه — که دیگر نه بینم بخورشید و ماه

۷۔ ق ۲ ب: همچوں۔ ۱۱۔ ق ا ب: طاعت۔ مصرعه دوم ب: ز یزداں

ولی چوں شہم می کشند زیں مغاک ‌ ‌ ‌ ‌ چو خورشید گونم برآرد ز خاک
نہ زیبا بود نیز در دشمنداں ‌ ‌ ‌ ‌ کشیدن سر از طاعتِ مقبلاں
پذیر فتم از بختِ والاے شاہ ‌ ‌ ‌ ‌ کہ بوسم درِ دولتش گاہ گاہ
بشرطیکہ داراے خدمت پذیر ‌ ‌ ‌ ‌ نہ باشد دراں خدمتم سخت گیر
گر آیم کند جانم از لطف شاد ‌ ‌ ‌ ‌ دگر نیز تایم نیارد بہ یاد
ملک گفت ما را رضاے تو بس ‌ ‌ ‌ ‌ بیا و برو۔ بر نیارم نفس
مگر یک نفس کاں برآوردنی ست ‌ ‌ ‌ ‌ ترا نیز گفتارِ من کردنی ست
چو من ربعِ مسکوں گرفتم بزور ‌ ‌ ‌ ‌ کنوں شور دارم بدریاے شور
حکیمانِ دانا و پیغمبراں ‌ ‌ ‌ ‌ بسے ہمعنانِ من اند اندراں
تو ہم چوں بزرگی دریں داوری ‌ ‌ ‌ ‌ ز تو نیز میخواھم ایں یاوری
بخندید ازاں گفتِ دانا چو برق ‌ ‌ ‌ ‌ بگفتا مکن غرقہ را باز غرق
چو یکرہ فگندی بدریا درم ‌ ‌ ‌ ‌ مدہ یاد ازاں آشنا دیگرم
دوبارہ بیفتاد کورے بچاہ ‌ ‌ ‌ ‌ چو بینا بدریا فتد نیست راہ
دلِ من چو زیں خانہ کردم کنار ‌ ‌ ‌ ‌ چہ مرگم بدریا چہ در کوہسار
بجاے کہ شد با بزرگانِ دہر ‌ ‌ ‌ ‌ بدریا دروں باک گردد چہ بہر
گر آسودہ چوں مے لوشناک ‌ ‌ ‌ ‌ بہ دریا دروں پاک گردد چہ باک
رضا دادم ایں بندگی را بجاں ‌ ‌ ‌ ‌ کہ آیم بدنبالِ شاہِ جہاں

۱۰۔ س ق م ا: پاکاں

هر سو که روشن کند راه را　　کمر بسته‌ام خدمتِ شاه را
بدان وعده چون شاه دمساز گشت　　سبک دستِ او بوسه زد باز گشت
ازان پس که گه گاه دانا زکوه　　رسیدے سوے شاهِ دریا شکوه
بسے نکته و پندِ دانش فزاے　　فرو گفتے و باز گشتے بجاے
چو شد وقت کاید خلل در اساس　　نه دانند ماند نه داناشناس
بیا ساقی آن سلسبیلِ حیات　　که شوید همه تیرگیها ز ذات
بده تا چو منزل بجا کم کشد　　ز آلایشِ خاک پا کم کشد
بیا مطرب آن علمِ باریک را　　که روشن کند جانِ تاریک را
فرو گوے زان گونه سوزان‌تر　　که دستارِ عالم رباید ز سر

در تجربهٔ کارِ عالمِ پر الم و کامیاب شدن از چاشنیِ زهر و نبات و روشن کردنِ دقایقِ انوارِ نجومِ آسمان و زمین و فرق کردنِ ریاحین از تراب و از عینِ عبرت بدریا و رودِ ژرف نگریستن و در ماهیتِ بحر و حوت تعمّق نمودن

---

۷ — م و ق و س بہ (در هر دو مصراع) کند - بجاے کشد

چه زیباست رای خردمند را　　گشادن ز چشمِ خرد بند را
جهان را به پیشِ نظر داشتن　　ز هر نیک و بد بهره برداشتن
به هر منزلی کردن آرامشی　　به هر مجلسی ساختن رامشی
هوس پیشه چون آدمی نیست کس　　که دارد بنادیده دیدن هوس
دد و دام هستند زین شیوه فرد　　که کاری ندارند جز خواب و خورد
بخواب و خورش چون سر آید زمان　　بهایم همانست مردم همان
خر و گاو را نیز هست از گزاف　　بصحرا، این قطعِ رنگین طواف
چو مردم نگردد به هر نکته غرق　　ازان گاو و خر تا بمردم چه فرق
ز مردم همانست مردانگی　　که گیرد جهان را بفرزانگی
تماشای این باغِ رنگین کند　　به هر شربتی کام شیرین کند
جهان هر چه پیش آرد از خاک و آب　　همان را پذیرد که بیند صواب
بسا ساده دل کز سپهرِ کبود　　نهادند پا بر بساطِ وجود
جهان جمله دیدند شیب و فراز　　چو دیدند نادیده گشتند باز
بدانگونه کن گردِ گیتی خرام　　که دریابی اسرارِ گیتی تمام
مشو چشم بسته چو گاوِ خراس　　که نفگند جز دانه را در آس
بغفلت مکن طوفِ این یولاخ　　که تنگ آید از تو جهانِ فراخ

۶- ق۲ ÷ همانند - ۱۴- س۲ ÷ عالم

چو بر مست مهمان شوی روزه دار / ترا درد سر گیرد او را خمار
به پرهیز چون در خرامی بباغ / تو حسرت خوری میوه گنجشک و زاغ
چه فرّخ کسانی که بالا و پست / جهان را بدیدند از انسان که هست
بکارِ خرد رنجه کردند پای / ز هر در دسر قلبِ مرد آزمای
فزون گردد ار چه از سفر درد مرد / همان پختگی بس بود سودِ مرد
بکان کندن ار دستِ تو گشت ریش / مخور غم که سود از زیان ست بیش
ولیک این گمان هم ز هنجار نیست / که جز با سفر تجربت یار نیست
نه این مایه کم داشت آن بختیار / که بر جنبش آرام کرد اختیار
بسا گوشه گیرانِ ثابت نمای / کز اندیشه بر چرخ سایند پای
چو سر در گریبانِ دل خم کنند / نشسته تماشای عالم کنند
اگر سالکی ور دوی پیش و پس / همه سوی معنی نظر دار و بس
هر آن پیکری کایدت در خیال / طرازی ست از کارگاهِ کمال
اگر جمله مغزست و گر جمله پوست / باندیشه در هر چه بینی نکوست
بروی زمین هر چه سنگ و گیاست / جداگانه در هر یکی کیمیاست
زر ار از سنگ اگر چه مکرّم ترست / نه زو سنگ در خاصیت کمترست
زری را که نرخ آشکارا کنند / عیارِ وی از سنگِ خارا کنند

---

۱۵ - ق۲: زرار سنگ

مبین آبگینه که لعل و سیاه — که نرخش چوبے نیست در عرصه گاه
اگر لعل سرخ ست و یاقوت زرد — نه شانِ اگرانی همان گونه کرد
مدان بد بران بدنمائے که هست — که آن نیز نیکوست جائے که هست
سیه مار کز کفچه شد زهر سنج — زرِ ریخته هم بخشد از دیگِ گنج
همان زهر کو دشمنِ جان بود — بسا دردها را که درمان بود
هران خار کو نشترِ پائے تست — نواله پزِ صحنِ حلوائے تست
چو نشتر کند سرخ چرمِ سپید — زبانش بصحت رساند نوید
خسے کافتِ چشمِ گیتی نماست — فروزندهٔ دیدهٔ چارپاست
دگر در تو نقشے به نیکی نه بست — خیالِ دگرگون درو نیز هست
گلابی کزو دردِ سر شد حرام — بود مایهٔ دردِ سر در زکام
شکر کو حلاوت بجان آورد — چو در تپ خورندش زیان آورد
چراغے که او خانه روشن کند — بر رخت افتد کارِ دشمن کند
دلی مرد باید که در خوب و زشت — تماشائے آئینه بیند بخشت
تو این بشنوی کت خرد اندکیست — که زر تیغ و زر نزدِ طفلان یکیست
شناسندگانے که در عالم اند — همه جا بے نقش بینی کم اند
بهر کوچگاهی که منزل کنند — تماشا به بینائیِ دل کنند

۱- س ۲: در کارگاه

چو در کارِ بینش نهی روے را ‏ میالخی مکن چشمِ بدگوے را
بسا چشمِ سرکو به نقصانِ نور ‏ کم و بیش بیند ز نزدیک دُور
اگر دیدہ چندست بینش پذیر ‏ نه بیند فزون از دو پرتاب تیر
نہ دل که از آسمان تا زمیں ‏ بیک لحظه بیند ہمان و ہمیں
بسرمه توان نورِ چشم آزمود ‏ چو دل کور باشد ز سرمه چه سود
به بینائیِ دل نگر کز فروغ ‏ نگوید بہنگامِ دیدن دروغ

حکایت بصیرت کوراں که اعمی صفت کور کردند

شنیدم که کوری دو سه بی دلیل ‏ نمودند رغبت بدیدارِ پیل
چو گشتند بر ہیکلش دست سائے ‏ ز دندان و خرطوم تا دست و پائے
کسے کو گرایش بخرطوم کرد ‏ شگرف اژدہائیش معلوم کرد
دگر کو ز دندان نشانی کشید ‏ خیالش نخشنک استخوانی کشید
ستون خواند ساینده پا و دست ‏ شکم سائی بر بے ستونیش بست
چو بر داور افتاد گفتارِ شان ‏ بزد بر غلط سکۂ کارِ شان
دروغے که بینائیِ دل نمود ‏ بتحقیق چون دیده شد راست بود

۶- ق۲: به گفتن.

انجمن ساختن سکندر با دوستان کوه کبهٔ خویش و ازان
انجم مسعود راهنمونیِ دریا کردن و برشمردنِ ایشان
حضیض و هبوطِ درجاتِ آبی و درجعتِ آن اختر بلند
کوشیدن و استقامت نمودن بر نقل و حرکتِ خویش
و بطالعِ سعد اهلِ افلاک منزلِ خاکی تمام کردن و
در خانهٔ سرطان و حوت تحت الشعاع شامِ خویش
سریع السیر گردانیدن و فرو رفتنِ آن آفتابِ آفاق
در دریای مغرب نزدیکِ شام

نگارندهٔ لوحِ این داستان　　چنین راست کرد از خطِ راستان
که چون فتحِ اسکندرِ چیره دست　　در آورد گردن کشان را شکست
بفیروزی آفاق را کرد رام　　بشمشیر بگرفت عالم تمام

---

۱۵ — س ۱: فرخ

چو از ربعِ مسکون بپرداخت کار   تمنّای دریاش گشت آشکار
بر آن شد که در ترّی آرد شتاب   تماشا کند قعرِ دریا در آب
در آن حال کز بختِ فرخنده فال   دلش را عنان‌گیر گشت این خیال
برون برد ازین خطّهٔ خاک بخش   بدریای مغرب رسانید رخش
سراپرده بر شطِّ دریا زدند   سرِ بارگه بر ثریا زدند
جهان‌دیدگان را طلب کرد پیش   سخن گفت زاندازهٔ کارِ خویش
که چون من به نیروی یزدانِ پاک   قوی‌دست گشتم برین نطعِ خاک
بگوئی زمین دست بردم به پیش   بچوگانِ همّت کشیدم بخویش
بهر کشور از بختِ فیروزمند   دو نوبت زدم پنج نوبت بلند
بنظّارهٔ این نو آئین بساط   دل و دیده را تازه کردم نشاط
نماند از بساطِ زمین هیچ جای   که نه سپرد شبرنگِ من زیرِ پای
کنونم خیال در دل آمد هوس   که در جویم از قعرِ دریا و بس
نشینم بآب اندرون چند گاه   کنم در عجب‌هاے دریا نگاه
بباید ز همّت مدد خواستن   طلسمی بحکمت بر آراستن
بدانش ز صافی‌ترین جوهرے   مصفّا برانگیختن پیکرے
که در وی کند چون نشیننده جای   جهان بیند از جامِ گیتی‌نمای

۱۲- م۲: چنینم

حکیماں بفرمانِ شاہِ جہاں — بہ پورشس گری تازہ کردند شاں
بزرگاں نہادند بر خاک سر — ستایشس گرفتند بر تاجور
بگفتند کاے شاہِ فیروزہ بخت — سرافراز باشی بہ تاج و بہ تخت
کہ اے خاک بوسِ جنابِ تو بخت — زپائے تو نیروے بازوے تخت
ہمہ نیکی انجامِ کارِ تو باد — خدا در ہمہ کار یارِ تو باد
زما ہرچہ اے ملک باز خواست — بزنہار جانا ز گوئیم راست
دو نوبت گرفتن سراسر زمیں — نہ باشد در اندازِ آدمیں
بدیں پس کن و زیں زیادت مپوے — ہمہ آرزو را نہایت مجوے
کسے را شمار دخر دیارِ خویش — کہ بشناسد اندازۂ کارِ خویش
ز مردم نیاید کہ چوں ماہیاں — تواند گرفتن در آب آشیاں
اگر بودے امکانِ بودن در آب — نماندے بر اسرارِ دریا نقاب
چو دل را برفتن نیاز آمدے — ہمہ کس برفتے و باز آمدے
چو در آب نتواں نظر کرد باز — چہ روشن تواں کرد زیں پردہ راز
ز دریا کسے دید غواص کور — کہ گوہر بروں آرد از آبِ شور
ہمہ چیز ہا را ز مقدار ہا — بقانونِ حکمت رسد کار ہا
اگر ماہی آرد بہ خشکی شتاب — بجان کندن افتد چو مردم در آب

۶۔ س ۱: گرفتی ۔ ۷۔ س ۲: نگنجد در اندیشۂ آدمیں ۔ ۱۵۔ س م: رود۔

بکن آتش و باد خود در افزون | که خاکی نگنجد بآب اندرون
هر آن کارگر نیک گر بد کند | همه کس بداند از خود کند
چو پرکار در جنبد از جای خویش | برون ناید از دایره پای خویش
تهی دان سر آن کس از رای هوش | که جوشش هوس را نمالید گوش
سکندر به پاسخ زبان برگشاد | ز درج دهن کان گوهر گشاد
که اقبال چون گشت هم پشت من | کلید جهان داد در مشت من
بسی پی فشردم بجویندگی | که شویم لب از چشمهٔ زندگی
سرانجام من چون بپایست مرد | زمانه بدان آبخور ره نبرد
بروزی توان باده زین طاس خورد | که اسکندرش حسرت الیاس خورد
گرم جاودان کردی ایزد برات | نماندی لبم تشنه زاب حیات
چو بر مرگ من بود تقدیر غیب | ز محرومی آب حیوان چه عیب
چه می بایدم رفت زین کاروان | تماشا کنم عمر چه یاری توان
چو مردم ندارد گریز از هلاک | چه در قعر دریا چه بر روی خاک
نه من به ز کیخسروم کز سریر | بزندان غاری شد آرام گیر
اگر او درین غار بربست بار | بن غار من قعر دریا شمار
نیایم ازین پند بیهوده تنگ | که از موج دریا نترسد نهنگ

۳- س: ز اندازه ننهد برون پای خویش - ۱۰- ق د س: بذات

چو دانندگان را یقین گشت حال | که در مغز شه محکم ست این خیال
زدند از ضمیر خردمند خویش | نفس بر مزاج خداوند خویش
که دولت پناها جوان بخت باش | به بخت جوان بر سر تخت باش
ز فرق تو اکلیل دولت بلند | سر دشمنانت بخمِّ کمند
بهر کار اقبالت آرد شتاب | نباشد سر انجام او جز صواب
بهر رسم در رای اختیار آن بود | که اندیشهٔ بختیاران بود
بعزمی که در رای هشیار تست | کمر چست کن کآسمان یار تست
ز تو بر محیط آشکار ازدن | ز ما غوطه در قعر دریا زدن
نه آب ار چه طوفان آتش بود | بهمراهی چون توی خوش بود
اگر با تو گرد زمین تاختیم | غبار ترا کیمیا ساختیم
ازین بس که در آب لشکر کنیم | اگر خشک جایست هم تر کنیم
چه کار آید آن جان بی اعتبار | که بهر چنین روز ناید بکار
بدین جان که پیشت فدا کرده ایم | چه منت بود چون دیت خورده ایم
بزرگان که بر بنده فرمان دهند | باندازهٔ خدمتش نان دهند
علف بهر آن یافت گاو خراس | که کار خداوند خود داشت پاس
ازان غازی ذوفاخون بریز | که در حمله کندست و در لقمه تیز

---

۱۰ ـ س۲: توتیا ـ ۱۳ ـ س۲ بدین الخ
گندم اسس

۱۵ ـ م۲: که خر آسیا را کند

خرِ پیرزاں رخشِ توسن فزود | که در جو حریص است در تنگ بود
سکندر چو بشنید گفتارِ شان | نوازش گری کرد بسیار شان
به بخشش درِ گنج را باز کرد | زر افشاند و بخشیدن آغاز کرد
ازاں سیم و زر کز عدد بیش بود | تونگر شد آں کس که درویش بود
چو لشکر غنی شد ز گوهر کشی | درآمد ز زر ناخوشاں را خوشی
بفرمود تا سازِ دریا کنند | متاعے که باید مهیا کنند
بفرمانِ فرماندهِ روزگار | ارسطوے دانا درآمد بکار
بهر سو بسے تیشه زن را نشاند | کز آهن تواند گوهر فشاند
بسے چوبِ زیبا سبک تر ز گل | که از وے بدریا تواں بست پل
بفرمود کاسبابِ کشتی کنند | نشیننده را زو بهشتی کنند
هنرپیشگاں پیشه بر داشتند | نمودند هرچ از هنر داشتند
کشیدند کشتی بدریا کنار | بسالِ کم و بیش بیش از هزار
اساسے که برآب بود استاد | شتابنده کوهے ز آسیبِ باد
مهندس ز پیوندش آگه نه بود | که در درزِ او موے را ره نه بود
چو از چوب کاری قوی شد اساس | بقاروره سنجی درآمد قیاس
نشستند میناگراران روم | که بے آتش از سنگ سازند موم
بدانساں که رسطو اشارت نمود | زجاجه بر آتش فشاندند زود

چو حل شد بقالب فرو ریختند / درخشنده صندوقی انگیختند
بوزن از گلِ تر سبکسازتر / بلطف از دلِ ساده غمسازتر
نشیننده بیرون نمودے بجال / بدانسان که در آبِ روشن جمال
بتری گزے صافی و آبدار / به پهنا سه گز در درازی چهار
مربّع بصورت مطوّل بساخت / که بتوان درو خفتن و سر فراخت
پس از جوزِ هندی کشادند پوست / کشیدند ازو آنچه مقبولِ اوست
رسنهاے صندوق کردند ساز / که یکماهه ره بود هر یک دراز
جز اسبابِ دیگر که در کار بود / صد و پنج کشتی رسن بار بود
چو شد جمله اسبابِ کشتی تمام / شتابنده شهنشاهِ دریا خرام
ز آب آزمایانِ دریا پژوه / طلب کرد هشیارے از هر گروه
نخست از معلّم خبر جست باز / که گو تا چه داری درین پرده راز
درین آشنائی که شد عمر صرف / عجائب چه دیدی بدریاے ژرف
چه خواندی درین تختهٔ میخ دوز / که صد بار شستی و شوئی هنوز
در احکام تو جاے این از هست / که چندین توان زیرِ دریا نشست
بپاسخ نیوشندهٔ کاردان / سخن گفت با شاهِ بسیار دان
که این داوری کاختیارِ من ست / پدر بر پدر کسب کارِ من ست

---

۸ - س ۲: به صدد بست

بچندیں کتب کش ندانند نام | فرو خواندم اسرارِ دریا تمام
نه شد روشنم کادمی هیچ گاه | بدریا فرو رفت یک ذره راه
ز ملاح چوں حل نگشت ایں سوال | به پیرانِ غواص گفتند حال
ازیشاں یکے پیرِ بیدار مغز | پژوهنده را پاسخے داد نغز
که شاها دریں آب کارے که هست | مرا ماهیاں گزشته ز شست
چو از روے دریا نشینم بزیر | توانم که مانم زمانی نه دیر
ازاں بیش کردن نیارم درنگ | بدریا که نی ماهیم نی نهنگ
مرا با چنیں خو که کردم در آب | چو بودن بجز لحظهٔ نیست تاب
بدریا درون نفسِ ناخو پذیر | ازیں بیش چوں باشد آرام گیر
شه از پاسخ مردِ گوهر فروش | صدف وار لختے فروهشت گوش
ولی چوں قضا می کشیدش کمند | نصیحت نیامد برو سودمند
بفرمود تا پیشوایانِ تخت | ز صحرا بدریا کشیدند رخت
چهل ساله ترتیب راهِ دراز | که باشد بداں آدمی را نیاز
ز حیوان و از مردم و از گیا | اگر شیر و مرغ ست اگر کیمیا
خبر کش بسے مرغِ گردوں گراے | سبق بُرده ز اندیشهٔ تیز پاے
کزیشاں همه سه عقابِ سیاه | که روئے شتابندهٔ یکماهه راه

---

۱۲ - م۲: به کشتی

سه سالِ تمام انچه پر داختند | سه ماهش بکشتی در انداختند
چو بر عزمِ آں شد خداوندِ تاج | ق | که بر تختِ چوب آید از تختِ عاج
بزرگانِ درگاه را پیش خواند | ز دل راز پوشیده بیروں فشاند
که تقدیر بر ما چو ایں در کشاد | که بر آب رانیم توسن چو باد
چناں خواهم از مخلصانِ حضور | که از حسنِ غیبت نه باشند دور
کسانیکه با ما دریں داوری | نمایند چوں یاوراں یاوری
اگر سوے اخلاص راے آورند | سه اندرزِ ما را بجاے آورند
نخست آنکه در غیبتِ تاجور | ز آئینِ خدمت نه پیچند سر
کنند آنچه باشد سلامت دل را | بغوغا نکوشند چوں بے سراں
فزاینده دارند در جان و تن | وفاے ولی نعمتِ خویشتن
دوم آں که از بودنِ بی ملال | رهِ ما یه بینند تا لبت سال
گرائیم ازیں کوچ گاهِ دراز | بهم جانبِ خانه گردیم باز
اگر وعدهٔ ما شد از جاے خود | گرایند هر کس بما ولے خود
چو در خانه آیند ازیں مرز و بوم | دردے رسانند از ما بر و م
سیوم آنکه گر ما الٰهی شویم | ق | به آب اندروں خوردِ ماهی شویم
سزد گر مقیمانِ پیوندِ ما | نه پیچند گردن ز فرزندِ ما
سپارند آراسته چوں عروس | سریرِ سکندر با سکندروس

که آن زاده کآرایش مهد ماست — براو رنگ دولت ولیعهد ماست
همه سرفرازان بصد گونه جهد — وثیقت نمودند و بستند عهد
چو شه را زاندیشهٔ کارشان — دل آسود بر صدق گفتارشان
کسی را که دید از تردد خلاص — بهمراهی خویشتن کرد خاص
گراینده راسوی دریای شور — برغبت روان کرد بر راه دور
بفارغ دلی زان بهشتی سواد — توکل کنان پا بکشتی نهاد
چپ و راستش خضر و الیاس هم — پس و پیش ارسطو و بلیناس هم
فلاطون و دانندگان دگر — بهمراهی خاص بسته کمر
مهندس برین سوی شد تخته سای — منجم دگر سوی مدخل گشای
حکیمان دانا ورق سنج راز — ز قانون حکمت گره کرد باز
حریفان سبک در قدح ریختن — طبیبان بشربت در آمیختن
ندیمان موزون فسانه سگال — نظیری روان کرد بر حسب حال
سران هر یک از روم و بلغار و روس — جهانی بر آراسته چون عروس
ترنم سرایان رومی سرود — بگردون رسانیده آواز رود
بدین شادمانی و نیک اختری — روان گشت اورنگ اسکندری
بجنبید کشتی از آسیب موج — بر آمد سر بادبانها باوج

---

۴ - س ا ب: کسانرا که خود داده بود اختصاص

زمہرِ سکندر کہ پایاں نداشت — دراں مہلکہ کس غمِ جاں نداشت
گروہے بہر جانب اندر شتاب — ہمی تاختند اسپ چوبیں بر آب
تگاور شدہ بادپائے چناں — بدستِ صبا باز دادہ عناں
چو رفتند زانگونہ بارو دو جام — بدریا درون پنج سالہ تمام
بفرمود دارائے تاج و سریر — کہ احوال بر کاغذ آرد دبیر
زرہ دُوریِ غائبانِ حضور — نویدِ سلامت رساند ز دُور
دبیر آمد و شرحِ مقصود کرد — سرِ خامہ را عنبر آلود کرد
فرو ریخت بر رسم رائے کہ بود — بدریا درون ماجرائے کہ بود

نوشتنِ سکندر سرگزشتِ امواجِ بحر و اوصافِ نہنگان و صندوق و الطافِ معلّم و مضاحک و ندانِ نہنگان و حملۂ آفت زائے ماہیاں و غلغلۂ سلاسلِ آب و رطب و یابس جزائرِ آباد و ویران و ماجرائے مُرغانِ آبی و شاہیانِ بحری و کلنگانِ مائی و ایں حاصلِ حوصلِ اصل رابیلے عقاب سوے بازماندگانِ

تختگاه روان کردن

سخن را نخست از رهِ دین و داد — بنامِ جهان آفرین کرد یاد
خدائے که بر مردمِ پر خرد — پدید آرد اندیشۀ نیک و بد
یکے را دهد سوئے خشکی شتاب — یکے را کند غرق در قعرِ آب
کسے را که کرد او بصحرا روان — بدریا فرستادنش چوں تواں
وگر خواست کس را به خشکی هلاک — ز دریا کشانش برد سوئے خاک
ز تری و خشکی ز حکمش بکار — نه تنها منم بل چو من صد هزار
بهر جانبے کادمی را پے است — گرایش نه از خویشتن از وے است
پس آں به بود در ره یابنده را — که معذور دارد شتابنده را
چو شد گفته هر چه آں بود ناگزیر — کنوں باز گوئیم رازِ ضمیر
ببیں اخترِ دولت اسکندروس — کز و گشت روشن همه روم و روس
درین نامه با آرزوئے تمام — ز اقبالِ ما در پذیرد سلام
سلامے که از جاں بر آرد خروش — گواهی دهد زاندهِ سینه جوش
بداند که چوں ما به نیروئے بخت — ز خشکی بدریا کشیدیم رخت
نه ما را خود افتاد ایں سو خرام — که تقدیر برد از کفِ ما زمام
توانا کشاں می برد چوں دواں — تواند که باز ایستد ناتواں
بد و نیکِ عمر آنچه سنجیدنی است — چگونه نه بینم که چوں دیدنی است

هر آنچه آسمان هست با در نقاب ‌‌ ‌ نهان داشت آورد اینک بر آب
ز غیب آنچه بر جبهٔ ماست حرف ‌ کجا شسته گردد بدریای ژرف
بخاک از اجل کرد هر کس شتاب ‌ کشان برد ما را اجل سوی آب
شدیم آرزومند خاک سیاه ‌ بیک میل سرمه نه یک میل راه
نداریم بر میل سرمه هوس ‌ هوس میلی از خاک داریم و بس
اگر خاک بینم یکی میل پیش ‌ دو دو مردم چشم صد میل بیش
چنانست در دیده تعظیم خاک ‌ که چشم از هزار آب شستیم پاک
کجا خاک در دیدهٔ ما کنون ‌ تیمم کند چشم بدریا درون
چه بازیچه گشتیم بچشم کسان ‌ که بر آب بازی کنم چون خسان
ملک بودم اول همه خاک را ‌ کنون حاکمم لیک خاشاک را
چگونه نگردم درین شرم غرق ‌ که نبود ز من تا بخس هیچ فرق
بدریا فرو رفته به خاک من ‌ که خر مهره شد گوهر پاک من
بزرگی گوهر نگر ز اخترم ‌ که گم گشته نه بحر در گوهرم
کجا ابر دارد خبر زین گهر ‌ که در گوش ماهی رساند خبر
نه ابر اینچنین گوهرے ساز کرد ‌ کز آوازه گوش صدف باز کرد
چنان پیش ازین رایت افراختم ‌ که از پیله بر پیل جل ساختم

۱- یک یک - ۴- زیک میل راه - ۶- ق ب: اگر خاک ده میل بینم به پیش ۱۵- م۱ ب: نه ابرے چنین

کنون مرده به اژدهای چو من | که از جامهٔ غوک سازد کفن
چه شاهم که بر غیر پایانِ آب | زدم خیمه همچون سواران بر آب
شتابنده کشتی چو تیر از کمان | زبر آسمان نیز زیر آسمان
زبانهای کشتی ز موجِ بلند | بابرِ سیه چاکِ دامان فگند
دگر از تهش موج بالا شده | صدف دار در قعرِ دریا شده
معلّم گزین تخته شد حرف سنج | نیاموخت ما را بجز حرفِ رنج
جفا بین ز گردونِ بیدادمند | که چون من شهی ساخته تخته بند
اگر تختِ جم رفت بر خاکِ سخت | مرا باد پاینده حمّالِ تخت
چو فرمان نویسیم بر آبِ ژرف | ز بادِ صبا وام خواهیم حرف
دگر سکهٔ بادشاهی زنیم | رقم بر درمهای ماهی زنیم
محیطِ هوا گیرِ موجش چو دود | بابرِ سیه داد آبِ کبود
ز همواری سطحِ آئینه رنگ | ازین سوی چین بین وزان سوی زنگ
نه از مرغ آید بگوشی نوا | نه بینیم پرّنده در هوا
روان کشتی از ماهیان گوشه گیر | چو میشِ جوان پیشِ قصّابِ پیر
هراسنده مرد از نهنگِ دوان | چو منعم ز همسایگانِ عوان
دهانِ نهنگان شده موج گیر | چو مقراضِ آهن بقطعِ حریر

۱ ـ س ۱: بر بحرِ ناپای آب ـ ۲ ـ س ۲: بزیر آب باشد زبر آسمان ۷ ـ م. ق. س: چو من خسرو در چنین تخته بند
۸ ـ م: بر باد سخت

فلک بین کہ چون داد جاے درنگ | چو من گوہرے را بکامِ نہنگ
تنِ ما ز تلخ آبِ دریا بسلخ | دہن تلخ بل عیشِ ما نیز تلخ
شدہ تارِ رخسارِ ما آبیے | ہماے چو من گشت مرغابیے
درخت ارچہ سبزش کند آبخورد | شود نیز از افزونیِ آب زرد
چو ما را از خضر آبخوردی نمود | بما لابد این آب زردے نمود
چہ حال آدمی را درین ناخوش آب | کزو زرد شد چشمۂ آفتاب
زجان ہمدران رہ ز شستیم دست | کہ ما را بدل جوشِ دریا نشست
عجب نیست رفتن بدریا فراز | عجب این توان گفت کائیم باز
چو بے پردہ شد تا بدین جایگاہ | زرہ نیست واگشتن از نیم راہ
گر آبی ز جوئے شود رہ گراے | نماند بجا تا رسیدہ بجاے
دگر دودے از شعلہ بالا شدہ | فرو ناید از ابر برنا شدہ
اگر تیرے از شست پرواز یافت | نیارد سر از نیم رہ باز تافت
گزشت آن کہ رہ باز پس داشتیم | برفت آنچہ در سر ہوس داشتیم
چراغ سحرے چو من از نیمِ جان | بجاے رسیدہ بتابد عنان
کنون ما درین راہِ دور و دراز | گرائیم یا خود نیائیم باز
کسانیکہ دارند در صبح و شام | ق بدیدارِ ما آرزوے تمام

۲- س ا: تنِ ز تلخ آبِ دریاے سلخ

سزد گر ز دل و چشم چون برق و میغ دعائی ندارند از ما دریغ
مگر کز دعاهای اهلِ نیاز رُخِ مهربانان توان دید باز
کز آن رفته کش کم نشان یافتند عنانش بدستِ دعا تافتند
خدا عمر بخشاد عمری چنان که نستاند از ما حوادث عنان
که تا سوی خویشان بهر تمام دعای خود آریم خود والسلام
چو نامه بهر اندر آمد شتاب در آویختندش بپای عقاب
شتابنده شد مُرغِ آموخته دو دیده بمیعادگه دوخته
رهی را که رفتند در پنج سال دو هفته گذشتش به نیروی بال
به لشکرگه آمد شتابان چو باد خورشگاهِ دیرینه را کرد یاد
بهر حرف از موجِ دریای پُر بگوشِ نیوشنده میریخت دُر
فرود آمد آن جا که خو کرده بود دلِ تیهو و مغزِ بط خورده بود
دویدند بینندگان سوی او کسانی که بودند ره جوی او
بدلجوئیِ طعمهٔ دلپذیر گرفتند و بردند سوی سریر
ملکزاده زان پیکِ راحت رسان ثنا گفت بر مونسِ بیکسان
نثاری بر آن مرغِ میمون فشاند به تعظیم بر پشتِ دستش نشاند
گرامی ترش داشت از صد همای گهی بر سرش بوسه زد گه بپای
بر و از مژه گوهر انداز کرد پس از پای او نامه را باز کرد

دبیر آمد و نامه را سر کشاد | سرِ گنجِ پوشیده را در کشاد
چو نامِ سکندر در آمد بگوش | جگرگوشه را خون در آمد بجوش
نخست از جدائی بزاری گریست | خود از چرخ بی گریه زار کیست
پس از شادیِ مژدهٔ زندگی | بیاراست بزمی بفرخندگی
طلب کرد نام آورانِ سپاه | ز آیندگان تنگ شد بارگاه
نشستند بر فرشِ دیبا چو خز | چو گل تازه کردند رخ ز آبِ رز
صراحی در آمد بجان پروری | مغنّی به نیرنگ و افسون گری
بزرگان بهر سو چو انجم بتاب | بخرگه ملک زاده چون ماهتاب
بهر جرعه گنجینهٔ می فشاند | نشاطی بهر سینهٔ می فشاند
خزینه چنان زد بهر سوی سیل | که مفلس به بردن نمی کرد میل
ز بخشش جهاندارِ گیتی فروز | ق | چو دادِ طرب داد تا هفت روز
بفرمود تا هفت روزِ دگر | بشادی برند اهلِ دولت بسر
بهر مجلسی کامرانی کنند | جدا هر یکی میهمانی کنند
نشانند مطرب فشانند مال | رسانند بر کوسِ شادی دوال
جهانی ز عشرت پر آوازه گشت | بهر جانبی مجلسی تازه گشت
درختِ سعادت بر آورد شاخ | طرب شد ببازارِ عالم فراخ

۹- ق: سینهٔ ۱۳- س۲: هر کسی

گشاد آسماں خرّمی را بساط | بدلہاے غمگین در آمد نشاط
باندازهٔ خویشتن ہر کسے | ہمی داد نقدے بہر مفلسے
ز بس دادنِ زر بہر گوشۂ | نماند از جہاں ہیچ بی توشۂ
درین دہ زینگونہ بازی بسے ست | کسے کیں نداند چہ فارغ کسے ست
بیا ساقی آں کیمیائے وجود | ق | کہ بے ہمتاں را در آرد بجود
بمن دہ کہ تا شادمانی کنم | ز گنجِ سخن دُر فشانی کنم
بیا مطربا موبمو باز جوے | ز موے کمانچہ نوائے چو موے
کہ تا چوں بہ بستاں رسد سازِ او | گوارا شود مے ز آوازِ او

در قیمت دانستنِ سلکِ صحبت اگر ہمہ یک شبہ است

چوں ایں رشتۂ باریک و تاریک دستِ زمانہ زنجیر گسل ست ناگسستہ است و گوہرِ مردمی در خاک گم نگشتہ نظامِ عقل را غنیمتِ تمام داشتن

گر آسایشے خواہی از روزگار | جمالِ عزیزاں غنیمت شمار
دل از روے ہم صحبتاں شاد کن | بہ نقل و بہ مے مجلس آباد کن

بجمعیتِ دوستان روی نه | پراگندگی را بیک سوی نه
بدوری مکوش ار چه بدخوست یار | که دوری خود افتد سر انجامِ کار
اگر جامه تنگ ست پاره مکن | که خود پاره گردد چو گردد کهن
مزن شاخ اگر میوه تلخ ست و تیز | خود افتد چو پیش آیدش برگ‌ریز
چو لابد جدائی ست از بعدِ زیست | بعمدا جدا زیستن بهرِ چیست
ازان تیغ بر داشت این پشتِ خم | که پیوند یاران گشاید ز هم
ازان دشمنی ها که در خوی اوست | نیارد بیک جای دیدن دو دوست
رفیقی که با وصل شد کارِ او | مبادا پراگنده بازارِ او
گر از آشیان مرغی افتد جدا | ز ناله کند چرخ را پر صدا
ببین چون بود حالِ آن ناصبور | که دور افتد از خانهٔ خویش دور
دلِ مردم آن گاه توسن بود | که آزاد چون سرو و سوسن بود
چو گردد گرفتارِ اندیشهٔ | ندارد بجز عاجزی پیشهٔ
خرِ وحشی ار چند باشد حرون | ز آسیبِ یک نشتر آید زبون
حریف ار چه تلخ ست بدخوی نیز | نماید پس از دیر دیدن عزیز
بدست اندرون چشمهٔ تلخ وام | دهد تشنه را آبِ حیوان بکام
گلیمی که هوشیش بود سینه گز | برهنه تنان را حریرست و خز

۱۴- م و ق و س: رفیق

تن از زفافت چوں ناشکیبا بود — خورش گر سبوس است حلوا بود
جدا ماندگاں را از دوری بسوز — که چوں میرساند شبے را بروز
مرا دُوریِ دوستانِ عزیز — جگر خسته گرد و دل آزرده نیز
فرو مردم از حسرتِ دوستاں — چو پیل از تمنائے ہندوستاں
کسانے که بر روئے شاں پے به پے — میانِ گل و لاله خوردیم مے
کنوں سوئے بستان چه پویم فراخ — که یک مرغ از ایشاں نه بینم بشاخ
تہی گشت زاں تازه رویاں سرائے — بیکباره گشتند غربت گرائے
نشانے نه بینم کنوں زاں نشاط — که دَورِ فلک در نوشت آں بساط
زمانه ندارد جز ایں ہیچ کار — که اول دہد شربت آخر خمار
بزاری چرا خوں نگرید رہی — که از ہمرہاں بیند ایواں تہی
گزشت آں که باہم نشستیم و خاست — کنوں رفته را باز جستن خطاست
بزرگانِ پس رفته نشتافتند — که بسیار جستند و کم یافتند
نه بعد از شدن باز گردد زماں — نه تیرے که بیروں پرید از کماں
کجا بودی اے مرغِ فرخنده پے — چه داری خبر زاں حریفانِ مے
بشادی کجا می گزارند گام — سفر تا چه جا سیت و منزل کدام
کجا روز راحت فزوں میکنند — شب آسایشِ خواب چوں میکنند
بعیش و طرب ہمعنانِ که اند — بریحان و مے میہمانِ که اند

---

١٧ ایس ٢: بنقل و به مے

کدام آب دیده است در جوے شاں — دلِ ما چگونه است پهلوئے شاں

چو از ما خرامی سوئے خانه باز — بیاراں بری ماجراے نیاز

بدر دیزهٔ چشمِ یارانِ من — تماشا کنی جوے یارانِ من

فغاں زاں حریفانِ صحبت گسل — که یکباره زما برگرفتند دل

بیک نامهٔ هم نکردند یاد — که دل خوش کنم زاں همایون سواد

هزاں نامه کز یارِ جانی بود — طرب نامهٔ زندگانی بود

حکایتِ مجنوں که نامهٔ لیلیٰ را بر رگِ جاں بست وتپش بگسست

شنیدم که مجنونِ دل سوخته — ز بیماریِ تپ شد افروخته

چناں سلخ گردش فلک صبح و شام — که چوں ماهِ نو شد بماه تمام

ز هرگونه دارو برانگیختند — فراجش بصحت بیامیختند

ز معجون و شربت چو بگذشت کار — به تعویذ و افسون در آمد شمار

یکے گفت هرتپ که اندازه بیش — بافسوں تواں دور کردن ز خویش

دگر گفت تعویذ ز افسوں به است — که نالنده را تندرستی ده است

چو گفتند هرکس ز هرگونه چیز — سخن گفت بیمارِ لب بسته نیز

---

۱۶ - س ۲ : تشنه

کهٔ حرزِ دعا گرچه یاری رس ست — مرا نامهٔ دلبرِ من بس ست
سوادے که لیلیٰ فرستاده بود — زبهرِ چنین روزش آماده بود
طلب کرد و بر سینهٔ خویش سود — شفا بیشتر یافت چوں بیش سود
هران نامه کز یار گوید سخن — فسونِ حیات ست و تعویذِ تن

رسیدنِ سکندر در نقطه گاهِ محیط و خود را در شیشه کردن و بتوکل و باموکلِ آب در غورِ دریا فروشدن و در زیر پرده زبدهٔ حالات و علاماتِ آب را انظاره کردن و ازان آب گرفتگی زود برآمدن و سوے عزیزان آهنگ کردن و به پایان رسیدنِ عمرِ او

سرایندهٔ مرغِ ایں بوستاں — سرائش چنیں کرد با دوستاں
کزاں پس که اسکندرِ کامیاب — رواں کرد نامه بپاے عقاب
شتاباں همیں شد بعزمِ درست — شتابنده تر زانچه بود از نخست
چو شد چار ساله رهِ پیش باز — بمرغے دگر بست منشورِ راز

۱۲ - س ب :- سرایندهٔ مرغِ ایں داستاں ؛ گزارش چنیں کرد بار استاں

شد او نیز زو دیباچهٔ شاه برد ‏ ‏ ‏ نمودار دریا به گوهر سپرد
ملک زاده را زان گرامی سواد ‏ ‏ ‏ جهان بر طرب مژدهٔ تازه داد
همان اوّلین عیش برکار بود ‏ ‏ ‏ ازان بیشتر کاوّلین بار بود
وزان سو چو دارائے دریانورد ‏ ‏ ‏ سه سالِ دگر عبرهٔ آب کرد
سوائے دگر تازه پرداختند ‏ ‏ ‏ عقابے دگر در هوا تاختند
شد او نیز زو نامه که با خویش داشت ‏ ‏ ‏ پذیرندهٔ نامه را پیش داشت
ضمیرے که نومیدیش بود یار ‏ ‏ ‏ قوی دل شد از بختِ اُمیدوار
چو زان بیشتر راه پیموده گشت ‏ ‏ ‏ ز نامه کشی قاصد آسوده گشت
نگنجید در چارهٔ چاره ساز ‏ ‏ ‏ که نتوان پیامے فرستاد باز
بجائے رسیدند لرزان چو بید ‏ ‏ ‏ که باز آمدن را نباشد اُمید
همه سرخ رویان شده زرد روے ‏ ‏ ‏ بهر موجے از جان و تن دست شوے
بود آدمی گرچه لختی دلیر ‏ ‏ ‏ محال ست کز جان توان گشت سیر
پس از مُردن آنکس علم بر فراخت ‏ ‏ ‏ کز او قیمتِ زندگانی شناخت
چو هر کس در آن حالِ بیچارگی ‏ ‏ ‏ بحیرت فرو ماند یکبارگی
کسانے کز ایزد خبر داشتند ‏ ‏ ‏ نیایش کنان دست برداشتند
جهاندار گرچه جهان شاه بود ‏ ‏ ‏ ولیکن ز خاصانِ درگاه بود
خدا را بدرماندگی یاد کرد ‏ ‏ ‏ حصارِ دعا ایمن آباد کرد

نجست از فلاطون بلیناس را   پناهنده شد خضر والیاس را
چو دادند قفل دعا را کلید   کلید در چاره آمد پدید
دران عاجزی مونس بیکسان   فرو مانده را گشت یاری رسان
شبانگه که برقع برافگند ماه   بپوشید گیتی حریر سیاه
روان گشت پروین ز چرخ اسیر   چو تسبیح در دست فرتوت پیر
سکندر بخلوت گه بندگی   ق   به نزدیک مرگ از غم زندگی
که در گوشهٔ خلوتش ناگهان   سروشی پدیدار گشت از نهان
جوانی بکردار سرو بلند   رخ فرخ و پیکر ارجمند
فرشته ولیکن به شکل آدمی   نه مردم ولی صورت مردمی
جمالی که نتوان نظر کرد دور   ز سیمای پاکش همی ریخت نور
برو تازگی کرد شه اسلام   شهش داد پاسخ بعذر تمام
بدو گفت کای سربسر نور پاک   تنت دور ز آلایش آب و خاک
فرشته که گویند مانا توئی   که مردم نه باشد بدین نیکوئی
وگر مردمی چون درون آدمی   که مردم نه دیدت که چون آدمی
سروشش خجسته سخن درگرفت   ز راز نهان پرده را برگرفت
بگفتا که گر پرسی از من صواب   سروشم نیز دان موکل بر آب
محیطی که نشناخت کس غور وی   جبین مرا هست یک قطره خوی

چو در سختی افتاد کارِ شما | بمن داد غیب اختیارِ شما
میندیش ازین پس ز دریای ژرف | که دادت قضا دستگاهِ شگرف
درین پرده کاندیشه کارِ تست | درون رو که یزدان نگهدارِ تست
منت همره و ایزدت رهنمای | که بنماید و بازت آرد بجای
قضا را به تسلیم دمساز کن | ببین هرچه بتوانی و باز کن
جهاندار کان محرمِ راز یافت | درِ چاره بر خویشتن باز یافت
چو شد چشمهٔ صبح رخشان ز شرق | دران چشمه شد کشتیِ ماه غرق
هوا قطرها داشت نزدیک و دور | درآمیخت یک پل بدریای نور
بفرمود فرماندهِ روم و زنگ | که در جنبشِ کشتی آید درنگ
فگندند هر سوی لنگر در آب | فرو شد سرِ بادبانها بخواب
سکندر بر آهنگِ کاری که داشت | برو ریخت از دل شماری که داشت
بدستورِ دانا که بر کار بود | وصیت نمود انچه ناچار بود
که ما را هوسهای ناسودمند | ز راهِ سلامت چو یکسو فگند
سزد گر شما را ازین فتنه جوی | ز بهرِ سلامت بتابید روی
چو من زیرِ دریا کنم جای خویش | بکامِ نهنگان نهم پای خویش
بامیدِ جان بخشِ گیتی پناه | مرا تا بصد روز بینید راه
گرایم برون زین رهِ پر هراس | شناسم حقِ مردمِ حق شناس

دگر باشد آسیبی از روزگار ‌‌‌‌ قضا را بیک چون منِ صد هزار
شما جانبِ خانه گردید باز ‌‌‌‌ من و قعرِ دریا و راهِ دراز
دُرافشانیِ شاهِ دریا نظیر ‌‌‌‌ پذیرفت دستورِ دریا ضمیر
چو شیشه را دل آسوده زان بستهٔ عهد ‌‌‌‌ بر آیینِ مهدی درآمد بمهد
همان خوشه کانگورِ فردوس بود ‌‌‌‌ موافق چو برجیس با قوس بود
ز هر دانهٔ آبِ حیوان بجوش ‌‌‌‌ که در راهِ ظلمات دادش سروش
نه از خوردنش دل بخوردن کشید ‌‌‌‌ نه معلولِ علّت شد آنکو چشید
گیاهای دیگر بتن سازوار ‌‌‌‌ که باطل نگردد مزاج از بخار
بیاورد آن شیشه را بعد از آن ‌‌‌‌ نشست اندر آن شاهِ عالی مکان
چو بنشست در شیشهٔ آب رنگ ‌‌‌‌ سرِ شیشه را کرد محکم چو سنگ
بفرمود کان دُرجِ لولوی تر ‌‌‌‌ برشته درآرند همچون گهر
بهر چار سویش طناب افگنند ‌‌‌‌ توکل کنانش به آب افگنند
پس آنگه در آن غوطه گاهِ هلاک ‌‌‌‌ امانت دهندش به یزدانِ پاک
که از فرِّ فرماندهِ تخت گیر ‌‌‌‌ پذیرنده را کی بود ناگزیر
رسن چُسپ کردند تابوت را ‌‌‌‌ بدانسان که از رشته یاقوت را
چو شیشه معلّق شد اندر طناب ‌‌‌‌ بر آبش نهادند همچون حباب
از آن شیشه کو کانِ الماس بود ‌‌‌‌ رسن در کفِ خضر و الیاس بود

شکنج رسن ها کشادند باز ... اجل را سپردند رشته دراز
بدریا درون رفت دریا وشی ... برآمد ز دریا دلان آتشی
فرو می شد آن درج گنجینه سنج ... فرشته برابر نگهبان گنج
ز جنبیدن آب مهدی چنان ... چو طفلان غازی معلق زنان
سکندر بمهد اندرون ترسناک ... چه باشد بدریا یکی مشت خاک
شده زرد رخسارهٔ لاله گون ... چو زردی که در بیضه باشد درون
همی شد ز هستی کناره کنان ... عجب هائی دریا نظاره کنان
چو آن اختر فرخ از اوج گاه ... فرو رفت در برج ماهی دو ماه
سروشش برسید کای نیک بخت ... چه بودت رها کردن تاج و تخت
خرد نام آن کس بخاک افگند ... که خود را بخود در هلاک افگند
اگر آدمی زیر دریا رود ... بود ماهی کو بصحرا رود
کجا هوشمند این تمنا کند ... که جان بر سر یک تماشا کند
تو هستی بجه گرچه تنگ ست چاه ... کاجل را بزیرش فراخ ست راه
از آن جوهر عقل گشت ارجمند ... که پیچیده دارد عنان از گزند
هر آن جانور کز خرد هست پاک ... هراسنده باشد بحس از هلاک
ترا با چنین عقل دانش فزای ... بسوی خطر چون روان گشت پای
جهاندار گفت ای مبارک نفس ... نماند خرد چون در آید هوس

چو من زر آرزو بردن رای خام   هوس اندرینجا کشیدم زمام
ترا گر دهد دست کاری بکن   دگر نه بسی گفته اند این سخن

هواخواه زد دست در دامنم   بد ایوانگی طعنه زد دشمنم
گزیرست سنگِ بداندیش را   که در شیشه خود کرده ام خویش را
ملامت نگاهِ سلامت درست   سلامت چو گم شد ملامت خطاست
چو آتش برآرد ز پروانه دود   رهاننده گر دست مالد چه سود
چو غلطید طفل و شد آزرده سر   طپانچه زنی گردد آزرده تر
من آن روز شستم ز جان دستِ خود   که در کامِ ماهی زدم شستِ خود
تو زیبا که گفتی برای صواب   بکن ورنه بگذار ماهی در آب
نیوشندهٔ آسمانی سرشت   شد از تازه رویی چو باغِ بهشت
کشاد ابرو از روی خورشید وش   بپاسخ دلِ شاه را کرد خوش
که دل را فراهم کن ای سرفراز   که بردارد این رنج بار از دراز
من از بار برچه سی بمودم ترا   بنیروی طبع آزمودم ترا
چو دیدم تنومندیت را عیار   که آخر چه مانی گر آغازِ کار
یقین شد که دانا دلت پرتو است   نترسد ز دریا و هر چه اندر است
عجب های دریا اگر منکر است   ترا دل ز دریا دلاور تر است

۷- س۱: بیاز ردسر - ۸- س دوم: ردیف در هر دو مصراع - خویش. س۲: دریا زدهم ششت خویش

ترا میرسد کیں تماشا کنی　　بدین قطره آشامِ دریا کنی
کنون باز کن دیدهٔ پیش بین　　تمنّاے اندیشهٔ خویش بین
بگفت این و برداشت بانگِ بلند　　که زلزال در قعرِ دریا فگند
بشوریدن آمد همه آبِ شور　　تهی شد ز پهلوے بیننده زور
دران جوششِ دریا که می‌شد باوج　　شتابنده شد جانور فوج فوج
نهنگانِ هائل هزاران هزار　　سری همچو کوه و دهان همچو غار
بلا لقمهٔ کامِ خندانِ شان　　اجل چاشنی گیرِ دندانِ شان
کهن ماهیانی بهیکل شگرف　　پلی بسته هر یک بدریاے ژرف
جهانی دراز و ز سر تا بدُم　　که دریا به پهناے شان گشت گم
کشف هر یکی گشت کوهی روان　　چو پیلی بر افگنده برگستوان
چو این اژدها شد پدید از نهفت　　نماینده با شاهِ بیننده گفت
گزین جانور کایدت در حضور　　یک آسیب اگر بر تو آید ز دور
چو شیشه ز سنگی دگرگون بود　　اگر کوه برّے زند چون بود
شهش گفت کو راستایش سزاست　　که بے منّتِ تو نگهبانِ ماست
سروش از چنان پاسخِ دل‌پسند　　دهان را بمهرِ ادب کرد بند
پس آنگه در ایشان چنان تیز دید　　که یک یک شدند از نظر ناپدید

---

۱۴ - س ل ب: که او در همه جا نگهبانِ ماست

چو آں شعبدہ عزمِ رہ ساز کرد — جہاں بازیِ دیگر آغاز کرد
ہمہ آبِ آں کارگاہِ د بال — شد آئینۂ پُر ہزاراں خیال
طرف بر طرف شد کراں کراں — جہانے پُر از آدمی پیکراں
معلق زناں سو بسو در شتاب — چو طفلاں کہ بازی کنند اندر آب
ہمہ بوزنہ صورت و سُرخ روے — بجز در زنخ ہیچ نارستہ موے
بروں جست ازیں پردۂ آبگوں — چو لعبت کہ از پردہ آید بروں
نہادند رو چوں بشیشہ پری — در آئینۂ صافِ اسکندری
کشادند با کار فرمائے خود — برسمِ خود اندیشۂ رائے خود
در ایشاں چو شہ کرد نظّارۂ — بحیرت فرو ماندہ یک بارۂ
بپرسید کیں قومِ پوشیدہ رنیت — کیانند وایں قوم را نام چیست
اشارت کہ از دست و پا میکنند — چہ رازست ہر چہ ادا میکنند
حدیثے کہ بود آشکار و نہفت — چو پرسندہ پرسید گویندہ گفت
کہ ایں طائفہ مردمِ آبی اند — کہ پوشیدہ از چرخِ دولابی اند
بہ نیروے من سوے تو راندہ اند — چو دیدند حیراں فرو ماندہ اند
کہ ایشاں کہ در آب ماہی وشند — ہمہ تا بدیں جاے کمتر کشند
منم ترجماں کاندریں حسبِ حال — بگفتارِ خود می کنندم سوال

---

۹ ۔ س د م ۱ : گشت نظارگی ۔ س ۲ : یکبارگی ۔ ۱۵ ۔ س د م ۲ : بنہ

که ای بیوفا مردمِ ناسپاس / که لطفِ خدا را نه حق شناس
جهان را ابد یدی زبر تا بزیر / نه گشتی ازین گشتِ بیهوده سیر
زچندین به خشکی و تری خرام / چه حاصل شدت جز تماشای خام
دلِ مردم از پرده بیرون شود / چو قوت از شکم داری افزون شود
دد و دام چون یافت مقدارِ خود / فراهم نشینند پسِ کارِ خود
اگر پیل زرفست و گر گرگ و شیر / صبوری کند چون شکم گشت سیر
همه جانور چون بود بهیمی / به فتنه نکوشد مگر آدمی
که چون توشه کم شد ملولی کند / دگر پر شود بو الفضولی کند
کند هرچه اندیشه دروی گمست / ز مردم بتر باز هر مردم ست
سکندر که گفتارِ شان گوش کرد / سخن را فرو خورد و خاموش کرد
دگر بدستوریِ رهنمای / زمانه ز پیکر تهی کرد جای
دگر بار در جنبش آمد سروش / باطرافِ دریا در افتاد جوش
سیه روزنی گشت پیدا ز دور / که پنهان شد از چشمِ بیننده نور
دونده چو برق از قوی پیکری / نه در خشکی این نوع نی در تری
مثالی ز گفتار شایان نداشت / دو روز و دو شب رفت پایان نداشت
ز بس طرفه کامد نمودارِ او / عجب ماند بیننده در کارِ او

۳- س۲: زین تمنای خام

دگر رہ بشورید دریا چناں — کہ رفت از کفِ مردِ دانا عناں
عجب ہیکلے دیگر از آب رست — بسے زاں عجب تر کہ دیدہ نخست
گزشت از نظر کوہِ دریا خرام — تمام از پسِ ہیچ روزش تمام
کہ قافے بود ار چہ بے سنگ بود — کہ در قعرِ دریاش رہ تنگ بود
چو رفت آں قیامت بہ پردہ دروں — قیامت وشے دیگر آمد بروں
پس از ہفتہ دید پائینِ او — کہ گم گشت دریا درآئینِ او
چو یکسو گزشت آں شگفتِ خیال — شگفتی دگر گشت جنبش سگال
بشورید دریا چناں تا بدیر — کہ زیر و زبر شد زبر تا بزیر
جہانے ز پیشِ نظر شد نہاں — دگر گشت پیدا جہاں در جہاں
زجنبید گاوے کہ رفتند پیش — پدیدارِ دیگر بمقدار بیش
بہر جانبے کو گزرگاہ داشت — شکم بر ثری پشت بر ماہ داشت
بقدرِ دو ہفتہ دراں چار سوے — جہاں بود تیرہ ازاں تیرہ روے
جہاندار باآں دلِ زورمند — فرو ماند بے طاقت و مستمند
سلامت در افتادہ بودش زپاے — بہمت ہمیداشت خود را بجاے
میانجی دراں معرضِ غمگاہ — چو شکلِ دگر دید سیماے شاہ
بخندید در پردہ کردش سوال — کہ چوں دیدی ایں پردۂ پرخیال

---

۳ - م۲: پنج روز تمام - ۶ - س۲: در ایوان او - ۷ - م۱: چو یکسر گزشت آں شگفت از خیال

بخاطر هنوز این تمنّا کنی — گزین گو نه بختے تماشا کنی
شه ارچه بدل داشت بیش از زیر — هراسے که بود ست جائے هراس
هم از عاجزی پشت را خم نکرد — ز نیروے دل ذرّهٔ کم نه کرد
بدو گفت کاے برنهان پرده دار — درین پرده دیگر چه داری بیار
بپاسخ سر دشس پسندیده گفت — که دانسته را بر تو نه توان نهفت
چنین ر دشنم گشت ز الهام غیب — کت از نقدِ هستی تهی گشت جیب
سبک شو که جاے گرانیت نیست — زمانے فزون زندگانیت نیست
تو دانی که در زیرِ دریا شدن — بسے سهل باشد ز بالا شدن
ورا از دو عدهٔ رفته گیری شمار — ز صد روز ماندست باقی چهار
سه ماه زیرِ دریا شده رهگراے — سه شب چوں ره رسیدن بجاے
جهاندار از آن پاسخِ هولناک — به بیهوشی آمد ز بیمِ هلاک
دلش داد گوینده راه بیں — که ترساں بود مردِ کوتاه بیں
ازینجا که دو رست اُمیّدِ جاں — بروں تا نیائی نیابی اماں
هنوزت بسے دل فروزی بود — جمالِ عزیزانت روزی بود
وگر دل نظّاره داری هنوز — بدریا دروں کامگاری هنوز
پس از ره نوشتن بچندیں شتاب — چه دیدی دو هفته دو سه گرمِ آب
بود جانور کاید اندر خرام — تماشش نه بینی بسالِ تمام

همان دیده کاندیشه در وی گم است　　نه اندازهٔ دیدنِ مردم است
دلاور تو بودی درین داوری　　که دل داد بر دیدنت یاوری
زمان سیل دریا ز اندازه بیش　　همان به که خالی کنی جای خویش
تو با آنکه دیدی عجب‌ها بسے　　من از تو ندیدم عجب‌تر کسے
دگر باشدت زین عجب‌تر نیاز　　یکے دیده بر بند و بگشاے باز
ملک گوش بر گفتِ همدم نهاد　　بفرمانِ او دیده بر هم نهاد
چو بگشاد چشم و چپ و راست دید　　همان دید چشمش که میخواست دید
چو دیده شگفته بهارے بر آب　　برون جست از برج چون آفتاب
بدریا درون ماهیِ خورده دم　　برون آمده یونسے از شکم
چو الیاس و خضر آگهی یافتند　　سوے مونسِ خویش بشتافتند
کشیدند قاروره را بر زبر　　نه قاروره بل کانِ یاقوت و زر
بواجستنِ دُرِّ دریا نواز　　دهانِ صدف را گشادند باز
متاعے که در دُرجِ گنجینه بود　　مُصوّر خیالے در آئینه بود
چنان یوسفے گشت یعقوب رنگ　　بر آمد چو یوسف ز زندانِ تنگ
گرامی تنش باز مانده ز زور　　نمک را بگداخته ز آبِ شور
بزرگان که دیدند دیدارِ او　　بماندند در حیرت از کارِ او

---

۸ – م۱ ب: چه بیند شگفته بهارش بر آب

شدندش به تعظیم آئیں پرست — بسے بوسه دادند بر پاؤ دست
نهادند بالش ز مشکیں حریر — بر آمد ملک تکیه زد بر سریر
بدریا ز رنج دد بالے که دید — بپرسید می گفت حالے که دید
نیوشندگاں چوں صدف جمله گوش — دهن ها چو سوراخِ گوهر خموش
دریں بود کز چرخِ فیروزه وش — سروش آمد و مژده داد خوش
که فرماں بریں گونه دارم ز غیب — که زودت رسانم تمنا بجیب
زهے کامدی هژده ساله تمام — شبے درمیاں کن بمنزل خرام
بگوتا به آهنگِ راهِ دراز — ز هر سوے در جنبش آید جهاز
یقیں گشته بود ارچه از جانِ پاک — که خاکش دواند همی سوے خاک
ولے چوں دلش سوے دیدار بود — غمِ جاں نه چندانش دشوار بود
همانجاں سوے راه جویانِ خویش — بر سمِ ره آورد می برد پیش
اسیرے که تیمارِ هجراں خورد — مکن باورش گر غمِ جاں خورد
بزنداں دروں مرگ با دوستاں — به از عمرِ صد ساله در بوستاں

حکایتِ مردے که عمر از برائے وفائے دوستاں خواست و بیوفائی نخواست

شنیدم یکے را ز اهلِ امید — بجا دیدیِ عمرِ نوشد نوید

بشارت رسان را خبر جست باز
که با من که ماند چو مانم دراز

بگفتا که از مردمِ هم نفس
نماند کسے هم تو مانی و بس

نیوشنده را از بگریست زار
که ناید چنین زندگانی بکار

نشسته من و دوستان بر گزر
بود هر زمان مردنے تازه تر

بروے عزیزان توان شاد زیست
چو این نیست بس زیستن بهرِ چیست

سکندر که گیتی خداوند بود
بهم صحبتان دیر پیوند بود

چنان تاختی گردِ عالم چو باد
که یادش نبودی ز پیوند و زاد

چو هنگامِ رفتن فراز آمدش
بدیدارِ خویشان نیاز آمدش

ازان مژدهٔ خوش که دادش سروش
سرشکش ز شادی برآمد بجوش

بران گریه کز شادمانی بود
نمش چشمهٔ زندگانی بود

سرشکے که صافی کند سینه را
بشوید ز دل دردِ دیرینه را

بفرمود فرمان دهِ تخت گیر
که در جنبش آرند چوبین سریر

برین عزم لنگر ز دریا کشند
سرِ بادبان بر ثریا کشند

بفرمانِ فرمانروائے جهان
روان گشت کشتی ز جائے چنان

پلِ چوب در جنبش آمد بر آب
عجب کاب آهسته پل در شتاب

شبا روز از رفتنِ بے درنگ
چو بر آبِ دریا زدود دیده زنگ

دوم روز کز چرخ درگشت روز
نگون گشت خورشیدِ گیتی فروز

شتابنده کشتی بهر سو قطار — که پیدا شد از دور دریا کنار
فرومانده بینندهٔ رهگرای — بحیرت دران کار حیرت فزای
که راهی بران دوریِ دیریاز — چگونه برین زودی آیند باز
همه کس درین از تعجب کشاد — مگر پاک دینان و پاک اعتقاد
کسی را که باشد یقین رهنمای — دو عالم دو گامش بود زیر پای
شگفتی که دارد حوالت بغیب — تو عیبش کنی کفر باشد نه عیب
دران لحظه کامد به فرخندگی — بدان مردگان مژدهٔ زندگی
بهر پیکری تازه گشت آب و رنگ — فراخی درآمد بدلهای تنگ
چو دیدند صحرانشینان ز دور — درفشان درفشِ سکندر ز دور
شکسته دلان را فزون گشت زور — بدلهای لشکر در افتاد شور
بگلزارِ امید باران رسید — نشاطی بامیدواران رسید
ز هر جانبی آدمی خیل خیل — شتابنده شد سوی دریا چو سیل
ز انبوهِ خلقی ز هر بوم و مرز — کرانه چو دریا درآمد به لرز
همی تاخت هر غم کشِ ممتحن — طلبگارِ گم کردهٔ خویشتن
سکندر چو بر شطِ دریا رسید — خروشِ سپه بر ثریا رسید
رسیدند گردن کشانِ سپاه — همه آرزومندِ دیدارِ شاه

۳ - س۲ ÷ آمد فراز - ۴ - س۱ ÷ همه کس درین در تعجب فتاد - ۹ - س۲ ÷ ز نور - ۱۰ - م۲ ÷ بدریای

چو گشتند شاد از نشاطِ حضور | نهادند بر خاک تارک ز دور
همان پورِ اسکندر اسکندروس | همین آمد و خاک میداد بوس
چو چشمِ پدر در جگر گوشه دید | دلِ خسته را از جگر توشه دید
نظر سوی او کرد و بگریست زار | بدان سان که بر گلبن ابرِ بهار
ستاره فشان چشمهٔ آفتاب | سوی برجِ خاک آمد از برجِ آب
برآمد ز دریای زنگار گون | چو ابری که آید ز دریا برون
ز سر تازه شد سرو زادِ کهن | درآمیخت شمشاد با سروبن
ز هر دیده سیلی بصحرا رسید | کز آن سیلِ طوفان بدریا رسید
همه تشنهٔ شاهِ دریانشان | بدل تشنه و ز دیده دریافشان
چو دیدند باغی خزانی شده | سهی سرو از و خیزرانی شده
بیفزود در پوستِ خویش چو مشک | نهالش بدریا درون گشت خشک
بگریه تهِ پایش قدِ خم زدند | بران شاخِ پژمرده شبنم زدند
چو آسوده گشتند لختی ز جوش | درآمد بسرهای شوریده هوش
جهاندار منزل بخرگاه جست | ز صحرا سوی بارگه راه جست
عماری کشان پیش بردند مهد | نشست اندران شاهِ فرخنده عهد
ملوک از لبِ آب تا بارگاه | نثار افگنان می نوشتند راه
طبقهای گوهر درآمد بموج | سرِ تودهای گهر شد باوج

چناں شد زمیں پر ز لولوی کپ | کہ با قعرِ دریا قریں گشت خاک
دُر و لعل چنداں فرو ریختند | کہ دریا دُکاں باہم آمیختند
پناہندہ زاں بخششِ راستیں | نہ دامن تہی داشت نے آستیں
درآمد بدینگونہ گیتی پناہ | چو خورشید در سایۂ بارگاہ
برآمد بر اورنگِ شاہنشہی | سوے بالش آورد پشتِ مہی
رہِ بار بر عالمے تنگ داشت | کہ در عالمے دیگر آہنگ داشت
بفرمود کز خاصگانِ سرائے | بجز خاصگاں کس نماند بجاے
رقیبانِ خلوت بروں تاختند | ز آیندگاں پردہ پرداختند
بروں رفت ہر کس ز پیشِ سریر | جز آناں کز ایشاں نباشد گزیر
چو نامحرم از بارگہ گشت باز | کشایندۂ راز بکشاد راز
چنیں گفت با پیشوایانِ کار | کہ مارا دگرگونہ شد روزگار
نگوں می شود کوکبِ تابناک | فرو می رود آفتابم بہ خاک
مراغہ بسے کردہ شد بر سریر | بسیفور رومی و چینی حریر
کنوں گاہ آں است کاریم پشت | ز دیباے نازک بخاکِ درشت
فرو ریخت شاخِ اُمیدم ز بر | دماغِ رعونت بروں شد ز سر
زمانہ بکیں دست بر من کشاد | چہ باشد چراغے بطوفانِ باد
درآمد بگلزارِ من برگ ریز | ز باغم بہر گلبنِ رستخیز

سرم را چو خوابِ قیامت بود — کنوں گرچه بیدار گردم چه سود
زہم صحبتاں هر که را بنگری — کند تا گهِ مرگ یاری گری
زمیں چوں پی به بندِ زمانم دهد — که یارد کز آں بند امانم دهد
سرافرازیِ مرد چنداں بود — که گلدستهٔ عمر خنداں بود
چو قالب تهی گردد از جانِ پاک — چه بر فرشِ دیبا چه بر روے خاک
دریں دم که از شغلِ ایں کارگاه — بملکِ دگر می زنم بارگاه
زچنداں بزرگی بدرگاهِ من — بجز حسرتے چیست همراهِ من
چو من دامنِ عمر درخوں زنم — وزیں کوچه که خیمه بیروں زنم
مرا در سه تدبیر یاری کنید — دریں هر سه کار استواری کنید
نخستیں وصیت دریں داوری — بفرزندِ خود بایدم یاوری
که در قصرِ من اوست رخشنده باغ — هم از گوهرِ من فروزد چراغ
دوم آں که بر عزمِ صحراے راز ق — چو در مهدِ عصمت کنم پا دراز
درآندم که غلطم بصندوق پست — زصندوق بیروں کنندم دو دست
که تا چوں بخانه گرایم ز راه — کند هر که بیند به عبرت نگاه
که چوں من ولایت ستانے شگرف ق — ز نطعِ زمیں تا بدریاے ژرف
بفیروزی از چرخِ فیروزه فام ۲ — بضبطِ خود آورد عالم تمام
جهاں دادا از زورِ بازوے من ۳ — همه نقدِ خود در ترازوے من

۱۷- س ا: جهاں دیده

زچندیں زر و گوہرِ بے شمار   تہی دست رفتم سرِ انجامِ کار
بگویند تا خلقِ نظّارگی   ببینید ایں روزِ بیچارگی
تمنا ہمیشی ز دل کم کنند   نہ بر من کہ بر خویش ماتم کنند
کسے کو مرا بیند ار کس بود   نمودارِ من پندِ من بس بود
سوم آں کہ چوں نوبتِ آں شود   ق   کہ تن در دلِ خاک مہماں شود
در اسکندریہ کہ جائے من ست   ۲   بنا کردۂ رسم و رائے من ست
گرانیدم از تختِ زر در مغاک   ۳   ودیعت سپارند خاکے بخاک
دو سہ روز در زندگی دہشت بہر   ہمیزد نفس با بزرگانِ دہر
بہر کار کاسود رایش بر آں   وصیت ہمی کرد با مہتراں
چو با استواراں قوی کرد عہد   ز ایوانِ خاکی بروں برد مہد
نہاں گشت خورشیدش اندر نقاب   فرو رفت چشمش بزندانِ خواب
دلِ مہرباناں در آمد بجوش   کشیدند چوں ابرِ گریاں خروش
چو گردد گل از بوستاں گوشہ گیر   ز مرغانِ بستاں بر آید نفیر
سہی سرو گردد چو در خاک پست   دلِ باغباناں در آرد شکست
جریدہ کشایانِ تاریخ ساز   بچندیں نمط بستہ اند ایں طراز
چو کردم بہر نامہ باز جست   ق   چناں بود نزدیکِ بعضی درست

۴- س۱: پنداو - ۵- س۲: پنہاں - ۸- س۲: شہر

که رخشنده خورشیدِ گیتی خرام　　برآمد ز روم و فرو شد بشام
گروهے دگر کرده اند اتفاق　　که در حدِ بابل شد از خویش طاق
چو خاکی شد اندام چوں صندلش　　سپردند در دخمهٔ چندلش
اگر راست گوئی ز جویندگاں　　چنیں گوید از راست گویندگاں
که با شاهِ دانا حکیمانِ راز　　ز رازِ فلک گفته بودند باز
که روزے کشاید سپهرت بکیں　　که زرّیں شود آسمان و زمیں
هماں خورد خوارت بود زرِّ پاک　　پس از خوردنِ زر شوی خوردِ خاک
چو ایں نکته با عقل گوشی نداشت　　نیوشنده در دل نیوشی نداشت
بروزے که آں نوبت آمد فراز　　ملک بود با لشکرِ رزم ساز
برابر شد از تیغ با همسرے　　شکستے در افتاد با لشکرے
چو لشکر در افتاد و لشکر شکست　　خراشنده تیر از خراشے بجست
خدنگے که گردد به پولاد غرق　　رسید از کمیں ناگهانش چو برق
بسے طرفِ جوشن بدو نیم زد　　ز پولاد بگذشت و بر سیم زد
شد آزرده زاں خار گلنارِ او　　سرایت بجاں داشت آزارِ او
چو بیهوشی از دست بردش زمام　　فرود آمد از تازیِ تیز گام
ز تن کرد خفتانِ زرّیں رها　　برآورد چوں گنج را اژدها
ز خود رفت و شیری فراموش کرد　　دراں بیخودی خوابِ خرگوش کرد

دشاقاں بہ پیرامنش تاختند   ز درعِ زرش سائباں ساختند
چو زاں خوابِ خوش ہوش باز آمدش   ز خفتن بخوردن نیاز آمدش
بسے باز جستند کم بود خورد   مگر بر یکے زردہ بود زرد
ز ہر خورشش کام گیرد درشت   کہ نتواں فرو بردنش جز بمشت
چنیں توشۂ در چنیں جایگاہ   بتعظیم بردند در پیشِ شاہ
جہاندار بگزشت ازاں گوشۂ   ربود از برائے عدم توشۂ
چو ناخوردہ بر آب لب ساز کرد   نظر زیر و بالائے خود باز کرد
زمین و سپہر از زرِ ناب دید   نمودار ناں ہم بر آں آب دید
سرشکِ مژہ در کشاد آمدش   ز گفتارِ گویندہ یاد آمدش
شنیدم ہماں وز ازیں تنگنائے   بدروازۂ غیب شد رہنمائے
دریں ماجرا گفت ہر کس بسے   نبود استواری بگفتِ کسے
بتحقیق چوں سخت بستند ایں خیال ق   بریں جملہ کردند تحقیقِ حال
کہ بر شطِ دریائے مغرب ز دہر   بروں آمد از آب و شد خاک بہر
بہر سو کہ خاکی کنی پائے خویش   رود عاقبت خاک بر جائے خویش
چو خاکِ تو دامِ زمین ست و بس   زمین دامِ خود چوں گزارد بکس
چو رخشندہ شد گوہرِ تابناک   ودیعت سپردند در گنجِ خاک

بسے دست بردیم بالا و پست | برین در کلیدے نیامد بدست
کجا دانہ دارد بہ خشخاش در | کہ چوں می دہد کشتِ خشخاش بر
کجا ہفت دریا حدِ مردم ست | کہ در قطرہ ھستیِ خود گم ست
بیا ساقی آں جامِ دریا درون | کز د گوہرِ مردم آید برون
بدہ تا نشاطے بروں آرد دم | بر د سنگ و گوہر بروں آردم
بیا مطرب آں مایۂ دل خوشی | کہ صوفی کند ز و ملامت کشی
بگو تا دمے خرقہ بازی کنم | بے دلقِ خود را نمازی کنم

گفتار درد و رِمدامِ شیشۂ سرنگوں کہ پیمانۂ ہمہ را پر کند و یاد کردنِ حسرتِ نغانِ رفتہ را کہ از گردشِ روزگارِ دور پیش از یں بخواب گشتند و چناں خفتند کہ سر در صبحِ قیامت برکنند و ما نیز چناں خفتیم کہ ایشاں و گوش مالیدنِ خواب آلودگانِ غفلت را تا بر سرِ ایں چاہِ بے بن پاے بہوش نہند

اگر دانشے داری اے نیک رائے — یکے گردِ اندیشۂ خود گرائے
نگہ کن دریں چرخِ دولاب گرد — کہ چوں ہر زماں می برد آبِ مرد
چہ دلہا کز آسیبِ غم گرد خورد — چہ سرہا کہ در خاکِ خواری سپرد
کس ایں ماجرا زو نہ پرسید باز — کزیں رہ نوشتن چہ داری نیاز
چہ شکل ست کیں دورِ ظلمات و نور — زگردندگی نیست یک لحظہ دور
رواقے برآوردن از خاک و آب — چو شد ساختہ باز گردد خراب
خیالے بہر پیکرے ریختن — طلسمے بہر گنج انگیختن
مبیں دلکش ایں منظرِ شیشہ فام — کہ در شیشہ کرد او جہاں را تمام
چو کرد او جہاں را بشیشہ دروں — تو از شیشۂ او کے آئی بروں
سراپاے ایں مادرِ فتنہ زاے — کہ بینی پر از چشمِ گیتی نماے
ہمہ چشمہائیش کہ بیش و کم ست — نہانی بنظارۂ عالم ست
زچندیں نظرہاے عالم فروز — ببیں تا چہ دیدی و بینی ہنوز
جہاں غرقِ نادیدہ دریاے شور — کہ بالاست آب و تہش چاہِ گور
بسا حالِ مردم کہ گشت و گذشت — کہ از حالِ خود چرخ موئے نگشت
بسا نو کہ کہنہ شد از روزگار — جہاں کہنہ و ہمچناں برقرار
یکے کم شد و دیگرے خاست نو — کہ ہست ایں جہاں جاے کشت و درو

۳- س۱: بہ او گشت خورد۔ ۱۳- س۲: بالاش کوزِ تہش جاے گور

درین کشتن و باز کردن درود — ندانم غرض باغبان را چه بود
یکے باز کن پرده زین خاکِ زرد — که دیباے چین بینی اندر نورد
برآن لاله و گل که در گلشنے ست — بناگوش و رخسارِ سیمی تنے ست
بسا دیده کز سرمه آزاد گشت — که ناگه ز خاکِ سیه باد گشت
بسا در که گم شد درین خاکِ پست — که از خاک جز خاک نامد بدست
بسا تن که او بارِ صندل نه بُرد — که در زیرِ انبارِ گل شد چو مرد
بناے کش از گل برآری برآب — بسے بر نیاید که گردد خراب
چو در کیسهٔ مردم این نقدِ خاص — ز تاراجِ دزدان ندارد خلاص
بیا تا کنیم آن چنان رخت پیچ — که جز نامِ نیکو نداریم هیچ
بمعشوقِ یک شب چه باشیم شاد — که مهمانِ غیری شود بامداد
مکن میلِ این خاک چون ناکسان — که پیوندِ او نیست جز با خسان
مباش از نواے فلک ناشکیب — که چشمش چو هندوست آهو فریب
کشنده که بر آهو آواز راند — ز تن جانِ او را به آواز خواند
صفیرے که صیاد زد گرد دام — ز مرغ ارغنونِ اجل یافت نام
جهان مایه ندهد مگر شوم را — که ویرانه میمون بود بوم را
چه باید ازان دانه خرسند بود — که با جان هم انباز خواهد بود

۴- س۲: خورده گشت۔ ۹- م۲: که جز نام باقی نمانیم هیچ ۱۲- م۲: که آن لحن هندوست آهو فریب
۱۶- م۱: بدان دانه

جهان را چو نیکو شناسد کسے — متاعِ جهان را بجوید بسے
درین خوان که حلوااش خاکسترست — جگر اول و شوربا پسترست
همان طفل را مادرِ دستگیر — بخوں پرورد اوّل آنگه بشیر
منه دل درین باغِ ابله فریب — که خرزهره را نام کردست سیب
ندانم کسے راز دانندگاں — که خواند درو لوحِ پایندگاں
دو ره دارد این تنگنائے دراز — که در رفتن و آمدن هردو باز
ازین هر زماں تو برے میرود — یکے آید و دیگرے میرود
درین مرحله بار نتواں نهاد — درِ مرگ را خار نتواں نهاد
چه سازی رواقے کزاں رفتنی ست — غمِ کالبد خور که جاں رفتنی ست
چه باید برآراستن منظرے — که خواهد شدن منزلِ دیگرے

حکایت لقمانِ حکیم که نهصد سال عمرِ او بود تا آفتابش برسرِ دیوار رسید رسایهٔ دیوار گذشت

شنیدم که لقمانِ دانش پژوه — که آمد زبس زندگانی ستوه
دراں عمر کز نهصد افزونش بود — قد از حجره یک نیمه بیرونش بود
عمارت نکرد آنقدر در خراب — که ایمن بود زابر و از آفتاب

۲- س ل : زیرما - ۵- م : ندانم کسے راز آیندگاں + که خوانند در لوح پایندگاں
۷- م : در دهر زمانے سرے میرود

فرا دانش گفتند برنا و پیر — که مردم ز مسکن ندارد گزیر
بگفتا که از بهر اندک نزول — نشاید شدن میهمانِ فضول
چو در خانه مهمان فضولی کند — دلِ میزبان زو ملولی کند
اساسے چه باید بعیوق برد — که فردا به بیگانه خواهی سپرد

آرام یافتنِ دورانِ سکندر از شربتِ اسپین و سر باز زدن اسکندروس که پسرِ اسکندر بود از افسری و تختِ برتری و رختِ خود بصحرا برانداختن و منِ دامِ صحبت با خارهاے بیابان دوختن و بالش یافتنِ نهالِ دعوس که هم از شجرهٔ سکندر بود و بیانِ تفاوتِ فوت و دفنِ سکندر و اختلافِ مورخان و در اختلاف ایشان جرح از تاریخ

دُرافشانِ این گنج دانِ کهن — چنین داد گوهر ز گنجِ سخن
که چون گوهرِ تاجِ اسکندری — ز دریا برآمد به نیک اختری
از انجا بصحرا عَلَم برکشید — ز صحرا بصحراے دیگر کشید

قدم تا بزد بر سرِ خاک و آب   نکرد آب و خاکش برفتن شتاب
دلش کز خرد بود بنیاے حرف   درین داوری داشت رمزِ شگرف
که چون این جهان سربسر کرد رام   بشد کان جهان نیز گیرد تمام
دران روز کز چاشنی هاے دهر   شد آمیخته شربتِ او بزهر
همه منتظر بهرِ عیش و نشاط   که دورِ فلک در نوشت این بساط
بزرگان که بودند داناے راز   حدیثِ نهفته نه گفتند باز
همی داشتندش به پرده نهان   که غوغا بود مرگِ شاهنشهان
نقاب از غرض بر نینداختند   نهانی همه چاره می ساختند
سگالش نخست اندران کار بود   که بر خاکِ در خفته ناچار بود
چو دیدند شہ را بخوابی چنان   ق   بدان تیرگی آفتابے چنان
رسیدند پیرانِ روشن ضمیر   کشادند از اندامِ نازک حریر
گریبان بافسوس کردند چاک   به آبِ دو چشمش بشستند پاک
فشاندند بر یاسمینش گلاب   سرشتند مشکش بکافورِ ناب
خزِ نیلگون بروے انداختند   بمهدِ زرش خوابگه ساختند
ز تدبیرِ شہ چون فراهم شدند   نهانی به تدبیرِ عالم شدند
نشستند فرمانروایانِ ملک   ق   باندیشه با نیک رایانِ ملک
که افسر به پورِ سکندر دهند   همه گنجِ دریا به گوهر دهند

چو بودند هر یک خردمند چست ق بعهد استوار و به پیماں درست
نگشتند یک جوز پیمان و عهد بفرمودهٔ شاه کردند جهد
بفرزندِ فرزانهٔ سرفراز پیامِ سکندر نمودند باز
که ما را چو شد فرض بر جان و تن وفاے ولی نعمتِ خویشتن
تو بنشیں بجاے پدر بر سریر که مانندگانیم فرماں پذیر
اگر دست گیری سر افگنده ایم دگر تیغ رانی همت بنده ایم
ازاں بوے پاکی که در دینِ ماست نمک گنده کردن نه آئینِ ماست
بزرگی و شاهی بر آزادگاں نیاید جز از پادشازادگاں
شرف مسندِ کامیابی بود اسد خانهٔ آفتابی بود
مپندار خود را که خورد ست سال که بختت بزرگ ست و فرخنده فال
بخوردی مداں پایهٔ خود بزیر که لابد بود بچهٔ شیر شیر
به طفلی مبیں در شمارِ روزگار که بس باشدش دولت آموزگار
محیط ارچه عالم نوازی کند در و ماهیِ خورد بازی کند
بکوه ارچه شیب و فراز ست تنگ کفِ دشت داں زیرِ پاے پلنگ
بطے کو بر آب ست جولاں پذیر به نزدش چه طوفان و چه آبگیر
بزرگی نه زیباست بر بدنژاد که برگاو نتواں عماری نهاد

---

۸ - سس ۲ : نشاید

چو دولت بشاہیں دہد دستگاہ — غلیواز را کس ندوزد کلاہ
بپاسخ ملکزادۂ ہوشیار — فشاند از صدف لولوے شاہوار
چنیں گفت کاے دوستدارانِ من — ق — بہ پیوندِ اخلاص یارانِ من
شکے نیست کاں زادہ باشد تمام — کہ آباے خود را کند زندہ نام
نہ دودہ کہ دودے بود تیرہ داغ — کہ بر دودماں بر نیارد چراغ
بود بے خلف مملکت کاستہ — کہ تاج از گہر گردد آراستہ
وے ہمتم را ز اکلیل و تخت — قضاے پدر عبرتے داد سخت
نہ من ز انجہاں بادشا برترم — کزیں ضربت آزاد ماند سرم
سکندر چناں مقبلِ کائنات — چو لب تشنہ میرد ز آبِ حیات
ز چندیں زمیں کو تہِ پاے سود — بجز چار گز بہرۂ او چہ بود
ازاں گنج کز روے عالم سترد — نگر تا سرانجام با خود چہ برد
چہ کار آید آں ملکِ حسرت فزاے — کہ شہ میرد و ملک ماند بجاے
چرا باید آں تاج بر سر نہاد — کہ پیش از تو صد چوں تو دیگر نہاد
شہی گرچہ جویانِ عز و علاست — بصورت بزرگی بمعنی بلاست
بلا بر بزرگاں بود بیشتر — کہ خورداں نیایند پیشِ نظر
زنی تیر بر پیل صد بے شکے — کہ بر پشہ نتوانی از صد یکے
چو خواہی کہ خوش خسپی اے نیکبخت — ز کنجے کہ غوغاست بربند رخت

گلیمے کہ با تن بود سازگار بہ از بسترِ پرنیاں پُر زخار
چہ زیباست ایں نطعِ رنگیں بزیر نشینندہ را گر گزارند دیر
چو ایں نطعِ دیرینہ پیراستیم نشستیم و آں گاہ برخاستیم
چو گیتی ندارد وفا باکسے گدائی بہ از بادشاہی بسے
چہ گردیم باشاہدے ہم نفس کہ او را وفا نیست باہیچکس
بسا عمر کز پانصد افزوں نبود چو بگزشت گوئی دمے ہم نبود
ہمہ سطحِ ایں عرصۂ گردناک بچشمِ خرد چیست یکمشتِ خاک
نہ دانا تواں گفتن آں طفل وش کہ گردد ببازیچۂ خاک خوش
بزرگاں بسے کوشش انگیختند زہر گونہ رنگے درآمیختند
میسر نہ شد ایں تمنائے خام کہ آں مرغِ وحشی درآید بدام
چو حلوائے دم پختہ دادے نداشت سخن ہرچہ گفتند سودے نداشت
بمعذوریِ خویش بر حسنِ عہد دگر مہدئے را سپردند مہد
یکے را ز خویشانِ تاج و سریر بآرامشِ فتنہ کردند میر
جوانے خردمند بسیار ہوش بدیدار مردم بمعنی سروش
باختر بلند و بگوہر تمام بلند اخترش کرد درغوش نام
دلِ ہمگناں یافت بروے قرار کہ ہم دادگر بود ہم ہوشیار
ہماں پورِ اسکندر اسکندروس رہا کرد ملکے چو زیبا عروس

ز پیوندِ هستی برون برد تن ‌‌ بدنبالِ گم گشتهٔ خویشتن
روان گشت دو اخترِ تابناک ‌‌ یکے سوے صحرا دگر سوے خاک
چو پوینده برداشت گامِ فراخ ‌‌ نشیننده بر آسمان برد شاخ
ازان سایه گستر درختِ بلند ‌‌ پناهنده آزاد گشت از گزند
کرم غالب و ظلم فرسود گشت ‌‌ جهان ایمن و لشکر آسود گشت
به کهتر نوازی و دین پروری ‌‌ ز سر نو شد آئینِ اسکندری
بکار آمد آئینِ کار آگهان ‌‌ شد ایمن ز غوغاے غارت جهان
چنان زنده شد ایمنی ز نفس ‌‌ که مرگِ سکندر ندانست کس
جهان بر گرفت از سلامت نقاب ‌‌ سرِ فتنه را حاجت آمد بخواب
چو شد لشکرے بے سر آرام گیر ‌‌ روان گشت فرمانِ فرمان پذیر
عزاے سکندر در آمد بکار ‌‌ همه رازِ پوشیده گشت آشکار
نشستند یکهفته بے خورد و خواب ‌‌ ز غم سینه پُر خون و دیده پُر آب
همه کس همی بود گریان چو میغ ‌‌ دریغے که بو دست جاے دریغ
همان مرغِ نو بر سرِ سروِ بن ‌‌ بنالید بر سرو زادِ کهن
چو از شرطِ ماتم به پرداختند ‌‌ شتابنده را برگِ ره ساختند
بتعظیم صندوقِ صاحب رحیل ‌‌ نهادند بر کوههٔ ژنده پیل

---

۵ - س۲: ملک - ۱۲ - س۲: و سینه کباب

برآمد به پیل آن تنِ ارجمند — چو خورشید بالائے کوهِ بلند
بجنبید لشکر به لرزید خاک — شد از نعلِ اسپان زمین چاک چاک
خرامنده گشتند از آن مرز بوم — پس از روزگارے بر آهنگِ روم
به صحرا و کهسار بے گاه و گاه — چو بادِ صبا می نوشتند راه
سه ماه روز تا شب به بیهوشگی — نبود اندران جنبش آهستگی
چنین تا هلالِ علمها ز دور — بصحرائے یونان در افگند نور
با سکندریه در آمد سپاه — ز آیندگان تنگ شد کوی و راه
به بُرجے که سر داشت با مشتری — روان گرد صندوقِ اسکندری
خبر یافت بانوے پرده نشین — که در پرده شد خسروِ روم و چین
نگه کرد چون دُر دران درجِ پاک — بغلطید چون دانه بر روئے خاک
ز سوزِ جگر گوشه جانش بسوخت — همه مغز در استخوانش بسوخت
دگرگونه شد رنگِ رُخسارِ او — بخیری بدل گشت گلنارِ او
ز سر تا قدم خونش آمد بجوش — رمید از تنش تاب و از مغز هوش
شبا روز آگاهی از خود نداشت — غمِ عالم از نیک و از بد نداشت
زمانے کز ان حیرت آمد بخویش — دلے یافت صد جا ز اندیشه ریش
ز آشفتگی گشت لرزان چو بید — ز تارک همی کند موئے سپید

---

۶ - س ۲ ﺏ : به شور

زبس غم که با سینه کاهی گریست | براندوهِ او مرغ و ماهی گریست
ز آزارِ گلبرگ برگلبنش | بخوں غرق می شد سرِ ناخنش
خراشے که هردم برخساره کرد | سمن را چو صد برگ صد پاره کرد
چناں می کشید آهِ سینه خراش | که میزد بخورشید و مه دور باش
چو هنگامِ آں شد که از بارجاے | کنند میهمانِ عزمِ خلوت سراے
ز اسبابِ کالا آنچه می خواستند | بر آئینِ شاهاں برآراستند
درخشندهٔ درجِ درِ شاهوار | نهادند بر تختِ گوهرنگار
دراں مرقدِ گوهریں شد بکاں | محیطے شده غرق چوں دُر در آب
گرفته مهی در ثریّا شرف | گشاده دو سو چوں ثریّا دو کف
کشیدند بیروں نثار افگناں | بصحرا دُرِ شاهوار افگناں
کسے کا گهی یافت کاں ابر چیست | تماشاے او کرد و برخود گریست
پیاده همه مهترانِ سپاه | خراماں چو سیّاره در گردِ ماه
زغم همگناں را جگر سوخته | ولیکن بمسمار لب دوخته
کسے را بفریاد یارا نه بود | که غم بود لیک آشکارا نه بود
یکے آں که بر رسم و راهِ سراں | نه شیون بود شیوهٔ مهتراں
دوم آں که چوں مرده شد زنده نام | دراں زندگی هست مردن حرام

---

۸ - م۲: غرق در در ناب. س۲: غرق دریاے آب

چو نام آورانند پایندگاں | ندارد کسے ماتمِ زندگاں
کسے کز جہاں نام جوئندہ نیست | گرش عمرِ خضر ست ہم زندہ نیست
بیک چشم زد باچناں عز و ناز | بخاکش سپردند و گشتند باز
دگرگونہ فرمود پیرِ کہن | ز آرامگاہِ سکندر سخن
مرا گفتِ او باورُ افتاد و بس | کہ از دیدہ زد بر شنیدہ نفس
کہ اسکندرِ خفتہ را جاے خواب | درونِ جزیرہ است بر شطِ آب
جزیرہ کہ اسکندروں شد بنام | بدریاے مغرب بر آہنگِ شام
چو کشتی دراں شطِ دریا رسد | زیارت کند ہر کہ آں جا رسد
من آں جا بکشتی فراز آمدم | بوسیدم آں خاک و باز آمدم
چو شد جاے خفتن بخاک اندروں | چہ اسکندریہ چہ اسکندروں
غرض چوں سکندر فرو شد بخاک | بر آمد ز ہر سینہ گردِ ہلاک
کس از جوے خویش آب خوردے نداشت | کزاں خاک در سینہ گردے نداشت
کسے کو کند بر سرِ مردہ شور | بود ہمرہِ او ولے تا بگور
چو او شد بخاک آں کہ دل ریش تر | نیارد کہ گامے نہد پیشتر
بود اندریں کارگاہِ ہلاک | ہمہ عزتِ آدمی تا بخاک
چو خفت اندراں حجلۂ در ہماں | سکندر ہماں ست و جاگر ہماں
بیا ساقی آں بادۂ بے خمار | فرو شوے زیں جانِ خاکی غبار

کہ چون گم شود جانِ غمناکِ من | نریزد کسے جرعہ بر خاکِ من
بیا مطرب آواز بر کش بلند | بروں بر غم از سینہائے نژند
ز سر نو کن آئینِ عشّاق را | بغلغل در آر این کہن طاق را

گفتار اندر مرتّب شدنِ این سفینۂ بحر دروں برہنمونیِ معلمِ ہمت و بیادِ قبول روان کردن و تنجات طلب نمودن و برگزشتنِ عمر در سودائے این بحور بادبان ندامت از دمِ حسرت بر کشیدن و قدرے از کرانہ گرفتنِ حوالی و خلہ کردنِ حواری و در ماندن از آب و کنار برآشنا چون خاشاکِ بحر از آب در کنار ریختن و الواحِ شکستہ و حرفِ نادرستِ این سفینہ بر امّیدِ مرحمت در چشمہائے انصاف مستتر گردانیدن

مرا خضرِ ہمت بخر داد دوش | ز راز نے کش از دولت آمد بگوش

که ای گوهر آمای گنجِ سخن — نوآئین کنِ کیمیای کهن
از انجا که اقبال یارِ تو بود — فلک دُرنقِ انگینه کارِ تو بود
سخن را بجای زدی بارگاه — که از فرقِ انجم فگندی کلاه
خضر دار زان موجِ آبِ حیات — بعمرِ تو آمد نوشته برات
سپاسِ خدای کن اندر ضمیر — که بر بهترین پایه دادت سریر
زبان خیر مردم که رمزیست پاک — رقم کردهٔ غیب بر لوحِ خاک
زجائی که زینسان بکاری رسید — به پیغمبران نامه داری رسید
ازان نامه حرفی بصحرا افتاد — که غلغل بنادان و دانا فتاد
ازان نیمه تنها بهر خاص و عام — دگر نیمه تنها تو بردی تمام
زہی عرصهٔ گنجدانِ چنین — که در وی نگنجد جهانِ چنین
تعالی الله آن کردگارِ جهان — که در قطرهٔ کرد دریا نهان
دلت این جهان چون بشاهی گرفت — بر آن زن که آن نیز خواهی گرفت
چو دنیا گرفتی سوی دین گرای — که دولت بدین هر دو ماند بجای
دری زن که راهِ رهائی دروست — چراغِ ترا روشنائی ازوست
مرا کامد این از دولت بگوش — خجالت ز مغزم برآورد جوش
بحیرت فرو رفتم اندیشه ناک — سر از خاکساری فرو شد بخاک

---

۴ – م۲ : بعمرِ ابد تو نبشتی برات – ۱۶ – م و س۲ : فگندم بخاک

دلم ہرچہ کرد از تقاضاے تن / پشیماں شد از کردۂ خویشتن
دمے چوں گزشت آرزو بیش بود / ہوس ہم بر آں رغبتِ خویش بود
بسے خواستم کیں تنِ ارجمند / بزندانِ عصمت کنم شہر بند
نشینم بجاے کہ مردم کم ست / کشم دامن از ہرکہ در عالم ست
ہمہ ہستیِ خود بیک سو کنم / بہ بیغولۂ نیستی خو کنم
بدارم ز دریوزۂ خلق دست / کنم بر سریرِ قناعت نشست
بدوشِ کسے نفگنم بارِ خویش / نہ لیسم مگر خاکِ دیوارِ خویش
نہ بینم بآسایش و رنجِ کس / نہم دل بدرویشیِ خویش و بس
بخرسندے از جو برآرم خمیر / گلیمینہ را نام سازم حریر
نیازارم از طعم از خس بود / مرا قالیں از قولِ من بس بود
من و ملکِ تجرید و گنجِ ہنر / فلک زیرِ پا بوریا زیرِ سر
رحیق آب از اشکِ گلگوں کنم / سفالینۂ خاک پر خوں کنم
چو نوشم ز خونابہ دل شراب / ہم از پہلوے خود تراشم کباب
چو افتد دل از پختگی در گداز / صدا در دہم قدسیاں را براز
سپہر از طفلی در آید ز پس / بہ کہتر نوازی برآرم نفس
ز پرہیزگاری علم بر زنم / دماغِ ہوس پیشہ را سر زنم

۱۲- س۲: سفالینہ را دل پُر از خوں کنم - ۱۴ - م۲: صلا

درم نفس گردن بتابد ز راه | بسیلی کنم گردنش را سیاه
ورق بشکنم عقل بدرام را | دباغت دهم قالب خام را
باندیشه دل را نیازی کنم | تن از آب دیده نمازی کنم
بحوض صفا ریزم این مشت خاک | ز حیض جنابت کنم غسل پاک
نه بینم چو طاؤس در رنگ خویش | نشینم چو سیمرغ با ننگ خویش
به بیداری مغز را بسپرم | مبادا که آید ببالین سرم
درم حاجت افتد پی تکیه گاه | نهم سر بزانوی خورشید و ماه
قدم بر سر چرخ نیلی زنم | دم از دولت جبرئیلی زنم
خورم چون خضر شربت زندگی | چو عیسی کنم عمر بخشندگی
کنم سرمه در چشم عین الیقین | زنم شانه در زلف حبل المتین
دلی چون ندارم ز توفیق نور | ز من کی شود ظلمت نفس دور
عنانم چنان در گرفتست دیو | که نگذارد از خود برآرم غریو
ضمیرم به تشویش دیوان اسیر | فرشته ز دیوان من در نفیر
تن من که زندان جان کرده اند | شیاطین درو خانمان کرده اند
بسا فتنه کز بهر جان در تن ست | ملک عاجز و قلعه پر دشمن ست
ز باد هوس خرمنم جو بجو | متاعم ببازار غفلت گرو

---

۶ - م و سا ب: به بیدار مغزی فلک بسترم

دریغا که وقت از میان میرود — خیالِ چنیں رایگاں میرود
نه کشتی کزو خوشهٔ برکشم — جوی در ترازوی محشر کشم
نه نقدی که بازارگانی کنم — بسودِ ابد کامرانی کنم
زمن صحبتِ چوں منی دُور باد — به نفرینِ من خلق معذور باد
مرا بار بر دوش و سیلاب سخت — چگونه بمنزل تواں برد رخت
دریں ره عناں درکشیدن خوش است — که پل خسته و بارگی سرکش است
چه فرخ شد آں رهروِ تندرست — که پیش از شدن باره را کرد چست
سبک چوں شوم من که پا در گل است — خر اندر وحل تاختن مشکل است
ازیں خاک آلوده چوں برشوم — که هر چند جَستم فروتر شوم
درون نفسِ دشمن سرافراخته — برون سوی شیطان کمیں ساخته
چو خواجه به یغما دهد خانه را — چه چاره ز تاراجِ بیگانه را
عسس را چو با دزد یاری بود — به گنجینه چوں استواری بود
سگی کز رمه شد هم آهنگِ گرگ — گزندش دهد گوسپندِ بزرگ
درون سوی شهوت گرائی کنم — برون دعویِ پارسائی کنم
لبم شسته ز آلایشِ می دهن — دلم همبر از مستیِ خویشتن
تن از شاهداں گشت کوتاه دست — نشاطِ نظر همچناں بُت پرست

۱۵-م۲: دلم هم پر از هستیِ خویشتن

درین ره قدم پاک چون خیزدم — که دامان تر قطره می ریزدم
مبین کامشب از جیب من قطره زاد — که این قطره طوفان شود بامداد
چرا من بران قطره بازی کنم — که تن از سبوی نمازی کنم
تن من نه با شستن آسوده تر — که هر چند شویندش آلوده تر
جنابت مرا گز درون رخ نمود — برون گر بدریا بشویم چه سود
نگر چون برون آیم از آب و خاک — بطوفان آتش کنم غسل پاک
چنین کز مے فتنه گشتم خراب — مگر سر به محشر بر آرم ز خواب
هوا گرم و من تشنه و ناصبور — بیابان و خر مانده و راه دور
مسافر که دور افتد از جای آب — شود تشنه تر در تمنای آب
نبودی گرم زور بازوی پیر — جوانی برآوردی از من نفیر
ولی دولت من که هست از نخست — مرا کرد پیوند پاکان درست
که هر بار کالوده شد دامنم — رسید ابر رحمت به پیراهنم
زهی تری من ز غایت برون — که آلوده ماندم بدریا درون
اگر سنگ گوهر نگردد ز تاب — توقف ز سنگ ست نه از آفتاب
اگر لاله را نیست رنگ و نگار — خیانت برو نه نه بر نوبهار
هوا گر بطوفان رساند نوید — نه بیند کسی میوه بر شاخ بید

۲ - پشت ۴ - م و س۲ : که هر چند تر گردد آلوده، تر ۱۵ - م۱ : بوی بکار - م۲ : جنابت

بصحرا نه هر خوشه پر شود — بدریا نه هر قطره در شود
چراغ هدایت بدلهای کور — بود کشتن دانه در خاکِ شور
بسر چشمهٔ زندگی تاختم — رسیدم بدو لیک نشناختم
به تزویر نقشے بر آراستم — میسّر نشد آنچه می خواستم
بجاے که زر ناید اندر شمار — زر اندوده را چه باشد عیار
ملمّع گر بهاے نظمِ دروغ — چنیں کرد کامِ مرا بے فروغ
زبانم که جایش بکامِ من ست — قفاے مرا تیغِ گردن زن ست
مرا بیں که هر دم ز سوداے خام — چنیں دشمنے را رسانم بکام
به پنجاه نزدیکم آمد حیات — هنوزم نشد توبه زیں ترّهات
سخن گرچه هر لحظه دلکش تر ست — چو بینی خموشی ازاں خوشتر ست
همه وقت کم گفتن از روے کار — گزیدست خاطر دریں روزگار
درِ فتنه بستن دهن بستن ست — که گیتی به نیک و بد آبستن ست
بلب دوختن غنچه را زندگی ست — چو بشگفت ازاں پس پراگندگی ست
پشیماں ز گفتار دیدم بسے — نگشت از خموشی پریشاں کسے
رهائی همه جا بکم گفتن ست — دُر از رشته ایمن بنا سفتن ست
شنیدن ز گفتن به ار دل نهی — که تن پر شود هر دم از وے تهی

۱۴ - س۲: پشیماں ۱۶ - م۲: کزیں پُر شود مردم از وے تهی

صدف زان سبب گشت گوهر فروش — که از پای تا سر همه گشت گوش
همه تن زبان گشت شمشیر تیز — بخون ریختن زان کند رستخیز
گر از رشته دزند راهِ سخن — به از دُر فشاندن بگاهِ سخن
مرا خود ضروری فتاد این شمار — که بازوی عیشم تهی شد ز کار
جوانیم تا رغبت انگیز بود — بوصفِ بتان خاطرم تیز بود
غزل را چنان جلوه دادم بکام — که بستم غزالانِ صحرا تمام
کنون مشکم آغازِ کافور کرد — زمشکین خطان طبع کافور خورد
درستم شد از کشتِ این بوستان — که کافور خیزد ز هندوستان
دریغا که دورِ جوانی گزشت — زمانِ مئ و کامرانی گزشت
چراغِ طرب را فرو برد نور — نشاطِ حریفان ز دل گشته دور
دل از رغبتِ عیش سیراب شد — مزاج از رعونت عنان تاب شد
فرو ماند آوازِ ساقی ز نوش — سلامِ صراحی برون شد ز گوش
خرد پخته شد ز آتشِ طبعِ پیر — هوس پختنِ خام رفت از ضمیر
به پژمردن آمد گلِ تازه روی — دماغِ شگوفه تهی شد ز بوی
بخیری بدل گشت گلنارِ من — سپیده دمید از شبِ تارِ من
تهی گشت گنج و خزینه خراب — کلیدِ خزینه فرو شد بخواب

---

۶ - م۱ ب: بدام - ۱۰ - م۱ ب: فرد مرد

گرفته شد از من تبان رُ انفس — ستم چون توان بر دمعشوقِ کس
نگاری که بے من دلش بود تنگ — کنون بر دلِ او گرانم چو سنگ
همه زیبِ مرد از جوانی بود — چو آن نیست کے زندگانی بود
چو آسیبِ پیری دهد گوشمال — بگردد همه حالِ مردم زحال
شود تیره در چشمِ مردم ضیا — گہے سرمه خواهد گہے توتیا
تن از گردشِ دهر مسکین شود — شکم پر خم و روے پر چین شود
جواناں ز صحبت گرانی کنند — کہن گشتگاں همعنانی کنند
جوانے که در سلکِ پیراں بود — گلِ تازه در باغِ ویراں بود
دگر کهنه بانو بر اں دم زند — سر و سبلت از خنده درهم زند
مباش از سفالِ کہن آب کش — که از کوزهٔ نو خورند آب خوش
مخواں سهل بر گل خطِ دل نواز — که منشورِ عمر ست عنوانِ راز
چو پیری غرورِ جوانی شکست — ز اُمید داری فرد شوی دست
چو گلبن ز سبزی ببرّد اُمید — به هیزم فروشاں رساند نوید
چو در شاخِ بستاں نماند تری — تبرزن در آید بجولاں گری
همه سبزه بود و گل دیا سمیں — که خاشاک و خس بینی اندر زمیں
فریبِ جوانی مخور زینهار — که ده روز باشد نشاطِ بهار

---

۶ - م ا: کوشش. بس ا: کوشش

مبین غنچهٔ باغ را خنده ناک / که افتد به آسیبِ بادے بخاک
به پیری نکو ناید الّا دو چیز / یکے گوشه گیری دگر توبه نیز
ندانی چو تو اے جواں حالِ پیر / نظر کن به پیرانِ عبرت پذیر
پس از توبهٔ من که در هیچ ساز / روا نیست نا بالغان را نماز
دگر گوشهٔ خالی کنم بهرِ بود / چو بازارِ دل نیست خالی چه سود
به پیغوله بودن کسے را رواست / کش از گلشنِ قدس برگ و نواست
مرا سینهٔ پُر ز غولانِ مست / بفارغ دلی چوں توانم نشست
نکردم گهے جاے عزلت پسند / مگر بهرِ سودلے ناسودمند
متاعے که بربستم از کنج و کاخ / دلم تنگ بود و دروغِ فراخ
کلوخے و سنگے که بینی بخاک / دمے نیست خالی ز تسبیحِ پاک
تبرزاں کلوخم من اندر نهفت / کز آلودگی ترکِ تسبیح گفت
چو اوّل زبانم به بد خو گرفت / کنوں کے تواں خوے نیکو گرفت
دلِ من که هستی به تزویر ساخت / کجا ذوقِ تسبیح داند شناخت
کسے کو بدکّانِ انگوزه زیست / چه داند که در رختِ عطّار چیست
هر آں مرغ کز خار خورد آیدش / چو خرما نهی دل بدرد آیدش
کلاغے که در گردِ گلخن بود / ز ریحانِ باغش چه روشن بود
دلِ خاصگاں داند و حرزِ خاص / که من زیں ضلالت ندارم خلاص

من اینجا کنم نقدِ خود را عیار — خود آں جا بیامرزد آمرزگار

چو رحمت شود نامہ شوے گناہ — چہ باشد بدریا دو حرفِ سیاہ

جوانی شد و پیری آغاز گشت — دریغا کہ ایں نیز خواہد گزشت

کشیدم زلالِ خضر زیں سواد — کہ تا چوں بمیرم رسم بر مراد

خوش آں کس کہ چوں برگِ رہ کرد ساز — بہ میراث بگزشت عمرِ دراز

برد مرگ را نام جور کسے — ولے نامِ ہر کس نماند بسے

نماند بسے نامِ بے مائگاں — کہ نتواں زدن سکۂ رائگاں

درمنہ کہ در نام دارد درم — درم ریز چوں گل شدہ است از کرم

ہمہ کس پئے خفتن افسانہ خواست — شنیندہ چوں خفت افسانہ خاست

چہ ہشیار و بیدار فرزانۂ — کہ او خفت و ماند از وے افسانۂ

بر آں کس بود زندگانی حرام — کہ او را نماند پس از مرگ نام

نمرد آں کسے کز جہاں نام برد — کہ مردِ نکو نام ہرگز نمرد

ربودن بنام از جہاں گوئے را — میسر نشد جز سخن گوئے را

چو دیدم کہ ترکِ جہاں گفتنی ست — ق — مرا نیز چوں دیگراں خفتنی ست

خیالے در ایں نامہ کردم نگار — کہ ماند ز من در جہاں یادگار

مگر از تماشائے ایں بوستاں — درودے رسد بر من از دوستاں

مر ایں نامہ را از اتفاقِ صواب — شد آئینہ ہائے سکندر خطاب

دریں دم کہ پایانِ ایں پیکر است — ز تاریخ ہفصد یکے کمتر است

۶۹۹ھ

گر آری همه بیتش اندر عدد / چهار الف[۴۴۵۰] و پنجه شد و چار صد
قیامت اگرچند گه پس بود / قیامت جهان را همین بس بود
سزد گر بزرگانِ گوهر شناس / سخن را بانصاف دارند پاس
چو زین بلبله صاف نوشی کنند / فرومانده را عیب پوشی کنند
زر از دهشتِ بار نتوان گذاشت / گل از زحمتِ خار نتوان گذاشت
خریدارِ دُر گرچه باشد بسی / سفالینه را هم ستاند کسی
بصیر آن بود دیدهٔ پیش را / که سُرمه کند چشمِ درویش را
متاعی که گرم ست بازارِ او / همه جا بیابی خریدارِ او
بجز رختِ کاسد ز بی مایگان / که کالا بدست آوری رایگان
چو حلوای پالوده برخوان بود / همه خلق ناخوانده مهمان بود
چو در سفره لوزینه باشد بسی / مگس را بخواندن نیاید کسی
بجز تحفهٔ طبع زلے مرا / نگر بهرِ خود دید رالے مرا
دگر باز گیری تو پیوندِ خویش / مرا خود عزیز ست فرزندِ خویش
پسر گرچه کور ست ازین خانه دور / بچشمِ پدر شب چراغ ست و نور
سزد گرچه آوازِ خر خنده را / بود ارغنون گوشِ خربنده را
بر و بادِ بخشایشِ داد گر / که بر من به بخشش گمارد نظر
چو آید به نظّارهٔ این عروس / بکابینِ احسان کند فرق بوس
جهان است نورِ نظر زین سواد / درو هر که احول بود کور باد

رُخے را کہ چوں ماہتاباں نہاد — بخالِ سیہ عیب نتواں نہاد
بچیں میوۂ بہ زشاخِ بہی — کہ نبود رطب ز استخوانِ تہی
بر نجیۂ چوں بر درختاں بجاست — تو گر خام جوئی خیانت کراست
چو پستہ یکے دل کن و باش نغز — نہ بادام ساں چشم سخت و دو مغز
ہنر جوے و در عیب جوئی مکوش — ترا نیز عیب ست برخود بپوش
بغیبت چناں باش از فتنہ دور — کہ شرمندگی ناردت در حضور
ہزار آفریں بر وفا پرورے — کہ نکشاید از بے وفائی درے
بدم گوئی آں گاہ عذر آوری — پسندیدہ کے باشد ایں داوری
نہ بس مہربانی بود بر اسیر — کہ خونش بریزی و شوئی بشیر
دریں پُر صدا گنبدِ مینوی — سخن ہرچہ گوئی ہماں بشنوی
چو بدگفتی آزادمنشیں بسے — کہ روزے ترا نیز گوید کسے
چو خواہند گفتن جوابت برو‌ے — بحل کردمت ہرچہ خواہی بگوے
مرا تا سرِ سیر بر جاے ہست — بسر کوبیِ دشمنم پاے ہست
اگر با کسے تلخ گویم ز پے — شکر نیز دانم فشاندن ز نے
مبیں زہرِ زنبور در نوکِ نیش — کہ ہست انگبیں نیز زاندازہ بیش
کسے کو مقابل برآرد غبار — بہ تسنیمِ خلقش کنم شرمسار
در از پس زند سگ کہ ناصواب — ہم از خوئے بد باز یابد جواب

---

۱۲ - سس: تحمّل کن د ۱۴ - م۱: چومے - م۲: شکر نیز افشانم از چوبِ نے

ولے پیش ازیں در دلم نیست باک ق که فردا چو من رفته باشم بخاک
خیالِ مرا پیش بینی کنند بسلکِ گہر مہره چینی کنند
مروّت نه باشد ز آزادگاں لگد کوب کردن بر افتادگاں
کسانیکه از گفتگوئے جہاں ق نہادند مہرِ ابد بر دہاں
زباں نیک نبود بر ایشاں کشید که بر مرده شمشیر نتواں کشید
نه جاں ایں مثل بلکه جاں پرورست که یک زنده صد مرده را لشکرست
کسے کز دعائے تواں شاد کرد بدشنام چوں بایدش یاد کرد
در از خواندنِ نظمِ غرّائے من درودے رساند بماوائے من
تو زینجا رسانی دراں دخمه نور من آنجا دعاے تو گویم ز دور
تو از شربتِ من شوی زنده نام من از ذوقِ آں زنده گردم تمام
بیا ساقی آں ساغرِ گرم خیز یکے جرعه بر خاکِ خسرو بریز
بیا ساقی آں مے که کامِ من ست بمن ده که درخوردِ جامِ من ست
مرا با حریفانِ من نوش باد حریفانِ بد را فراموش باد
بیا مطربا ساز کن پرده را بسوز ایں دلِ عشق پرورده را
رسید از بتاں جانِ خسرو بکام بیک زخمه کن کارِ او را تمام

تمت